۷۸۶

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

"وقائع عالمگیر" اُن کوششوں میں سے ایک کوشش ہے جو اس زمانے میں (بطور ردِ عمل اُن کوششوں کے جو عالمگیر بادشاہ کو بدنام و رسوا کرنے کی کی جارہی ہیں) اس بادشاہ کی اصلی تصویر بروئے کار لانے کی ہو رہی ہیں۔ مثلاً علامہ شبلی مرحوم نے اُس زورِ قلم کے ساتھ جو اُن کا حصہ تھا اس میدان کو طے کیا۔ "مضامینِ عالمگیر" یادگار ہیں۔ نواب میرزا یار جنگ نے "عالمگیر پر ایک نظر" لکھ کر حقِ انصاف ادا کیا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ رسالہ بھی ہے جو چودھری نبی احمد صاحب نے لکھا ہے۔

اصل کتاب پر کچھ لکھنے سے پہلے خود چودھری صاحب کی بابت دو ایک باتیں لکھدینا بصیرت افروز ہوگا۔ موصوف پولس کے محکمہ میں ملازم ہیں جو اپنی نوعیت کار کے لحاظ سے اُس دماغی شگفتگی سے بیر رکھتا ہی جو ایک تاریخی مضمون لکھنے کے لئے درکار ہی۔ آسانی سے کہا جاسکتا ہی کہ ہر کلیہ استثناء رکھتا ہی۔ یہ کہنا سچ ہوگا تاہم صرف اس قدر کہدینا ایک دوسری حقیقت کا پردہ دار ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہی کہ "وقائع عالمگیر" کے مؤلف میں بعض اُن اوصاف نے ظہور کیا ہی جو ہمارے قصبات کی آب و ہوا میں صدیوں تک پرورش پاتے رہے تھے۔ یہی وہ قصبات تھے جہاں امیر خسرو، ابوالفضل، فیضی، نصرت خاں اور اور ہزاروں نامور پیدا ہوئے جنھوں نے ہندوستان کے علمی، اخلاقی، سیاسی زندگی کو خونِ جگر سے سینچا اور پروان چڑھایا۔

ایک قصبے کی خصوصیات کیا تھیں شہری شرفا کے جو خاندان ضروریات معاش سے فارغ کر دیئے جاتے تھے۔ علمی درسگاہیں، خانقاہیں، کتاب خانے، صنعت و حرفت اس نظم کی مجموعی اثر سے ایک زندگی پیدا ہو جاتی تھی جو شہروں کے اثرات سے سُست ہو جانے والے دماغوں کو تازگی بخشتی رہتی تھی اور ملک اُس کی برکت سے سدابہار رہتا تھا۔ اپنی خاص نوعیت کے اعتبار سے قصبات اُن آفتوں سے بھی محفوظ رہتے تھے جو دارالسلطنت اور بڑے بڑے شہروں میں انقلاب کے ہاتھوں نازل ہوتی رہتی تھیں۔

اس طرح قصبات کی زندگی پوری قوت کے ساتھ صدیوں تک ملکی زندگی میں قلب کا کام کرتی رہی جو افسوس ہے کہ آج قلب بے حرکت ہے آثار پیش نظر۔

"پورب" جو شاہجہاں کا "شیراز" تھا اُس کے مردم خیز علم آفریں قصبات میں سے ایک سندیلہ بھی تھا جس کا طرۂ امتیاز غالباً سلامت فہم تھی۔ اس سلامتی فہم کی آخیر یادگار مولوی حمد اللہ شارح "سلم العلوم" تھے۔

قصبۂ مذکور کے ایک فرزند مولف "وقائع عالمگیر" ہیں۔ سلامت روی اس تالیف کا جوہر ہے۔

"وقائع عالمگیر" میں کوشش کی گئی ہے کہ خود بادشاہ عالمگیر کی تحریروں سے اُن کی تصویر ناظرین کتاب کی آنکھوں کے سامنے پیش کردی جائے اور اُن کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنی نگاہ سے دیکھکر رائے قائم کریں ظاہر ہے کہ ایسی رائے کس قدر صحیح ہوگی۔

مختلف اجزا کی ایسی ترتیب جس سے مدعا کی صورت آنکھوں میں پھر جائے مولف کے خوبی مذاق کی شاہد عدل ہے۔

عالمگیر بادشاہ کی مختلف تحریروں سے اُن کی زندگی کے مختلف پہلو نمایاں کئے گئے ہیں۔ دعویٰ اتنا ہی کیا ہے جتنا تحریر سے ثابت ہو سکے۔ یہ شاید سچی تفتیش کا ایک دلچسپ نمونہ ہے۔ تحریروں کا مفہوم واقعات سے واضح کیا ہے۔

جن اشخاص یا مقامات کا ذکر اُن تحریروں میں آگیا ہے اُن کی مختصر تفصیل

حاشیوں میں کردی ہے جو بجائے خود ایک دلچسپی رکھتے ہیں عالمگیری ہندو امرا کی بصیرت افروز طویل فہرست شامل کی ہے اور ایک بہت اہم اصل فارسی فرمان عالمگیری کی نقل درج کی ہے جو بنارس کے ایک پوجاری کے قبضے میں ہے اور جو گویا بے تعصبی و رواداری کی پکی سند ہے۔ ایک بار خود میں نے جنگم باڑے میں وہاں کے جنگم کی مہربانی سے عالمگیری اصلی فرامین دیکھے تھے جو مثل فرمان بالا مجسم شہادت وسعت مشرب کے ہیں۔

بہرحال چودھری صاحب نے اپنے ذوق سلیم کی مدد سے تاریخی ذوق رکھنے والے اصحاب کے لئے ایک صحت بخش ضیافت مہیا فرمائی ہے جس کی نسبت بہ اُمید بیجا نہیں کہ اہل ملک شکر کے ساتھ اُس سے فیض یاب ہونگے۔ پہلی مرتبہ کے مطبوعہ نسخوں کا کامیابی سے شائع ہو کر دوبارہ طبع کا سامان ہونا بجائے خود مقبولیت کی علامت بلکہ دلالت ہے۔ اللھم زد فزد

حبیب گنج ضلع علی گڑھ
۱۳ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

خاکسار
محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی (صدر یار جنگ)

دیباچہ

کسی شخص کے ذاتی حالات اور خصائل جیسے صحیح اور بے کم و کاست اُس کے چند خطوں سے دریافت ہوتے ہیں دوسروں کی لکھی ہوئی تاریخوں کے ہزاروں صفحوں سے بھی معلوم نہیں کیے جا سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مورخ کی نظر میں جو قدر بادشاہوں، وزیروں، امیروں یا اور مشاہیر کے مکتوبوں یا رقعوں کی ہوتی ہے وہ کسی دوسرے تاریخی مواد کی نہیں ہوتی۔ ان خطوط کی قدر و قیمت اور بھی بڑھ جاتی ہے اگر یہ یقین ہو جائے کہ وہ کسی کاتب یا میر منشی کی تصنیف نہیں ہیں بلکہ حقیقت میں اسی شخص کے قلم سے نکلے ہیں جس کی طرف وہ منسوب کیے جاتے ہیں۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے رقعوں کا بلاشبہ یہی حال ہے۔

سارے قرائن یہی کہہ رہے ہیں کہ "رقعاتِ عالمگیری" وہ خطوط ہیں جن کو بادشاہ نے کسی نہ کسی وقتی ضرورت کی بنا پر خود ہی لکھا اور قلم برداشتہ اور بے ساختہ لکھا۔ شاہزادوں کے نام جو رقعے ہیں اُن میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو کہ نصیحت اور تلخ نصیحت سے خالی ہو، بلکہ بعض رقعے تو اس ڈھنگ کے ہیں کہ اگر ان کو تنبیہ نامہ کہیے تو ہرگز بے جا نہ ہوگا۔ ان نصیحت ناموں نے مخاطبوں پر اثر اتنا ہی کیا جتنے اثر کی امید کسی نصیحت سے ہو سکتی ہے مگر لکھنے والے کے اخلاق و خصائل کی خوبی اور پختگی اور اس کی دانشمندی اور دور اندیشی لفظ لفظ سے ٹپک رہی ہے۔

"رقعاتِ عالمگیری" صدیوں سے فارسی ادب کے درسیات میں داخل ہے صرف

اس لئے کہ بچوں کو فارسی میں خط لکھنے کا ڈھنگ آجائے۔ مگر ان مکتوبات کی تاریخی اہمیت کی طرف بہت کم توجہ کی گئی۔ جناب چودھری نبی احمد صاحب سندیلوی نے اس جانب توجہ فرماکر اس کمی کو پورا کیا ہر رقعے سے متعلق جتنے مستند تاریخی واقعات مل سکتے تھے اُن کو بڑی کاوش سے جمع کر کے ساتھ ساتھ درج کر دیا ہے۔ اس طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے مکتوبات کی قابلِ قدر تاریخی شرح مرتب ہوگئی جسے مؤلف نے "وقائع عالمگیر" کا لقب دیا ہے۔

"وقائع عالمگیر" کو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی سوانح عمری کہنا چاہیے بلکہ اگر خود نوشت سوانح عمری کہئے تو کسی طرح غلط نہ ہوگا۔ اس زمانے کے تاریخ نویسوں کی اسے ستم ظریفی کہئے کہ عالمگیر پر ریاکاری اور تعصب کا الزام ہے حالانکہ "وقائع عالمگیر" کو پڑھکر (جو مستند تاریخی واقعات اور حالات کا مجموعہ ہے) کوئی شخص اُس عالی مرتبت فرمان روا کو سوا عادل اور صاف کے کوئی اور لقب مشکل ہی سے دے سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے تاریخ دانوں میں تخیل کی کچھ ایسی کمی ہے کہ وہ اب سے تین ساڑھے تین سو برس پہلے کے لوگوں کو بھی اُسی معیار سے جانچتے ہیں جو انھوں نے آج اپنے خیال کے مطابق قائم کیا ہے۔ آج کل کے اکثر مصنفوں کا [illegible] کہ وہ پہلے سے ایک رائے قائم کر لیتے ہیں اور اُسی کے مطابق واقعات کی تشریح کرتے اور کھینچ تان کے وہی مطلب نکال لیتے ہیں جس سے اُن کی رائے کو تقویت پہنچے۔ بخلاف اس کے "وقائع عالمگیر" کے مؤلف نے اپنی رائے کو دخل نہیں دیا ہے، بلکہ تالیف کا اسلوب ایسا اختیار کیا ہے کہ پڑھنے والا واقعات سے خود ہی نتیجہ نکال لے پس یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ "وقائع عالمگیر" مورخانہ تالیف کی ایک قابلِ تقلید مثال ہے۔

(ڈاکٹر) عبدالستار صدیقی

الہ آباد
جنوری سنہ ۱۹۴۳ء

۷۸۶

تمہید

چودھری نبی احمد صاحب مؤلف وقائع عالمگیر نے اپنے ایک عزیز دوست سے (جو نہایت قابل سرکاری افسر ہونے کے علاوہ بہت قادر نگار مصنف بھی ہیں) اس کتاب کا مقدمہ لکھنے کی فرمایش کی تھی۔ انھوں نے مہربانی یا نا مہربانی سے میری طرف انگلی اٹھادی۔ گویا اپنے چہرہ کی مکھی اڑا کر میرے چہرہ پر بٹھادی۔ میں نے اپنی نوبت میں نواب صدر یار جنگ بہادر سے درخواست کی جو مقبول ہوئی۔ میں سمجھا کہ "دال علی الخیر" (سرکاری گواہ) بننے کے صلہ میں جاں بخشی ہوئی۔ مگر چودھری صاحب کی عدالت سے "کفاعلہ" قرار نہ پایا۔ مجبوراً تعمیل حکم کرتا ہوں اور نواب [illegible] جنگ بہادر اور ڈاکٹر صدیقی صاحب کی دل چسپ و پُر از معلومات مقدمہ و دیباچہ کے مقابلہ میں اپنی ژولیدہ نگاری کو صرف اس قدر حیثیت دیتا ہوں کہ ؎

مجھ سے رونق نہیں ہے گھر کے لئے
رکھ لیا ہے نظر گزر کے لئے

دوسری مشکل یہ آپڑی کہ سطور ہذا کی تحریر کے وقت میرا احرام بنیت بیت اللہ و روضۂ رسول اللہ کے لئے بندھا ہوا ہے۔ ان حالات میں میری اس [illegible]

تحریر سے اگر ناظرین کرام بدحظ ہوں تو مجھے موردِ ملامت نہ بنائیں بلکہ خود چودھری صاحب کو اس کا ذمہ دار قرار دیں ؎

ترا ہرچہ دروے نماید محال — گنہ بر کسے نہ کہ بست ایں خیال
من ارچہ بداں می گراں سر شوم — کجا با حریفاں برابر شوم
سزد گر بزرگانِ گوہر شناس — سخن را بانصاف دارند پاس
کزیں بلبلہ صاف نو تیں کنند — فرومانده را عیب پوشی کنند
خریدار زر گرچہ باشد بسے — سفالینہ را ہم ستانند کسے

بہر حال اب سُنیئے۔ مروجہ تاریخوں کا سوادِ اعظم اورنگ زیب کے خلاف زہر سے بھرا پڑا ہی تاہم یہ بھی واقعہ ہی کہ دنیا نظر انصاف کے ساتھ دیکھنے والوں سے بھی خالی نہیں ہی۔ چنانچہ ایک انگریزی مورخ نے لکھا ہی۔

"Akbar, his son, grand son & great grand son were of the greatest & most powerful monarchs the world has ever seen"

لین پول نے اورنگ زیب کی مستقل سوانح عمری لکھی ہی۔ سر جادو ناتھ سرکار نے اورنگ زیب کو گویا اپنا مضمون ہی بنا لیا ہی۔ مسلمان مصنفوں کی ذکر سے میں قصداً احتراز کرتا ہوں مگر واقعہ یہ ہی کہ چودھری نبی احمد صاحب نے جو راستہ حق نمائی کا

اختیار کیا وہ ایسا صاف، بے خطر اور منزل رساں ہے کہ اس سے عصبیت و جنبہ داری کے شبہے کا شائبہ بھی بمراحل دور ہے انھوں نے گویا اورنگ زیب کا قلب بکال کر دنیا کو اس کی اصلی حالت مشاہدہ کرا دی جس کے بعد کوئی متعصب سے متعصب شخص بھی اورنگ زیب کے متعلق مغالطات عامۃ الورود میں مبتلا نہیں ہو سکتا ہاں یہ امر آخر ہے کہ دیدہ و دانستہ حق سے اعراض کیا جائے۔

اورنگ زیب کی زندگی کو شروع سے مطالعہ کیجئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ہستی اک ایسی ہستی تھی جسے خلاق مطلق نے کسی کار عظیم کے لیے پیدا کیا تھا۔ قرآن کریم میں سلطنت کی قابلیت کا معیار قرار دیا ہے "بصطۃً فی العلم والجسم" اس کسوٹی پر اورنگ زیب کو پرکھئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ ایک نمونہ کا بادشاہ تھا۔ وہ نہایت ذی علم، علم و عمل کو باہم منطبق کرنے والا، جری، ذی حوصلہ، اولوالعزم، دور بیں، موقع شناس، وفا نواز، خدا ترس تھا۔ میں نے اورنگ زیب کے یہ چند اوصاف کلیات کے طور پر لکھ دیئے ہیں جو مع اپنی تمام جزئیات کے اس کے خود نوشت خطوط مندرجۂ کتاب وقائع عالمگیر سے ثابت ہوں گے۔

اس کی تحریریں، اس کے احکام اور فتاوی کی تدوین اس کے عالم اور اس کی روزانہ زندگی اس کے عامل ہونے کی قطعی دلیل ہے۔ اس کی شہزادگی کے واقعات اور ملک گیری کے حالات اس کی جرأت اور حوصلہ مندی کا بین ثبوت ہے وہ اپنے بیٹوں اور عمال کو جس طرح کارگزاری کے لئے ابھارتا ہے وہ اس کی اولوالعزمی کی شاہد ہیں باپ کی زندگی میں سلطنت پر قبضہ، دکن اور دیگر صوبجات کی فتوحات نہ صرف اس کی دوربینی اور موقع شناسی پر حجت ہیں بلکہ اس کی خدا ترسی کی بھی گواہ

ہیں۔ باوجود ایک عظیم الشان خود مختار شاہنشاہ ہونے کے اتنا بڑا مردم شناس اور وفا نواز ہے کہ ایک قدیم لازم بیمار پڑتا ہے تو اورنگ زیب بھی اپنے شوق کی ان چیزوں سے مجتنب ہو جاتا ہے جن سے اطبا بیمار کو پرہیز کی ہدایت کرتے ہیں انتہا ہے۔ پھر اس کا اظہار بھی کرتا ہے جو اس حدیث شریف کی تعمیل ہے کہ تم جس سے محبت کرو اسے اس پر ظاہر بھی کر دو۔ سبحان اللہ! بھائیوں سے لڑنے باپ کو نظر بند کرنے اور دکن اور دوسرے صوبوں کو فتح کرنے کے متعلق اس نے جو خطوط لکھے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان حالات میں اس کے لئے شرعاً و عرفاً سوائے اس کے کوئی دوسرا چارہ کار نہ تھا۔ حدیث شریف میں ہے من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان اور اگر وہ اس کے خلاف کرتا تو حالات جاریہ کے اعتبار سے عنداللہ و عندالرسول قابل مواخذہ ٹھیرتا ؎

ما نہ بودیم بدیں مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواہش آں کرد کہ گردد فن ما

پھر باپ کو جس احترام کے ساتھ رکھا ہے اور جس ادب کے ساتھ ہمیشہ اس کا ذکر کرتا ہے جس اہتمام کے ساتھ اس کے وصایا کو پورا کرنا چاہتا ہے ان سے سوائے اس کے کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ جو کچھ اس نے کیا وہ بیچارہ مظلوم بندگان خدا کی صلاح و فلاح کے لئے کیا سیوا جی کے بیٹے کی مثل اپنے بیٹے کے غور و پرداخت صدہا امرائے ہنود کے ساتھ مراعات غیر مسلم معبدوں اور ان کے معتکفین مجاورین کی واجبی حفاظت یہ سب اس بنا پر تھا کہ وہ اسلامی اصول کے ماتحت سلطنت حکومت کرتا تھا جہاں ذمیوں کو وہ جملہ حقوق دیئے جاتے ہیں جن کی ایک امن پسند رعایا کو ضرورت ہو سکتی ہے اس سے

زیادہ کوئی بات نوشیرواں کے عدل اور سولن کے قوانین کے بھی قابو سے باہر ہے

تو انم آنکہ نیازارم اندرون کسے
حسود را چہ کنم کو زخود برنج درست

حالانکہ آج کل تاجِ شاہی میں صلیب کو سب سے بلند اور نمایاں جگہ دینے اور بادشاہ کے القاب میں
Defender of The faith
کے جو حقیقی معنے ہیں وہ سب پر روشن ہیں۔

سلطنت پر رعایا کی جانب سے دعویٰ ہو سکنے کے واقعے کو آج سلطنت کی انصاف پسندی کی دلیل قرار دیا جاتا ہے اورنگ زیب کے عہد میں بھی یہ ہوتا تھا۔

مسکرات کے بندش کے لئے آج صدہا کانفرنسیں اور بین الاقوامی لیگیں ہوتی ہیں مگر ناکام رہتی ہیں تخت نشینی کے بعد یہ اصلاح اورنگ زیب کی پہلی کامیاب اصلاحوں میں ایک تھی۔ عمال سلطنت میں سے کسی پر کوئی الزام عائد ہوتا تو اس کی باضابطہ تحقیقات ہوتی اِلّا شہزادوں کو بلا تحقیقات سزا دی جاتی آج شہزادے کجا حکمرانوں کے ہم قوموں کو سزا دلا سکنا تو کیا ان پر الزام عائد کرنا بھی کارے دارد۔

آج کے نہ صرف شاہنشاہوں بلکہ پریسیڈنٹوں تک کی پرائیوی پرس کا اورنگ زیب کے ذاتی مصارف سے مقابلہ کرو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا اور جس کسب و ریاض کے ساتھ اورنگ زیب ان کی کفالت کر سکتا تھا اس کی مثال تو یکہ قلم مفقود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک طرف تو اورنگ زیب انسان تھا اور الانسان مرکب من الخطا والنسیان۔ دوسری طرف دوسرے انسانوں کے وساوسِ خناسیہ ہیں

جو نعوذ باللہ خدا اور رسول سے بھی باک نہیں کرتے چہ جائے کہ غریب اورنگ زیب سے

قیل ان الرسول قد کہنا قیل ان الا لہ ذو ولد

من لسان الوریٰ فکیف انا ما نجی اللہ والرسول معاً

خدا چودھری نبی احمد صاحب کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے اس کتاب میں ایسا تاریخی اور جغرافیائی مواد فراہم کر دیا ہے جو ہزاروں صفحوں کے عمیق مطالعہ اور معتد بہ ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ موصوف ماشاء اللہ ایک کامیاب پولیس افسر ہیں اور مقدمات کے ردّ و ثبوت میں کبھی اپنی طرف سے کوئی چیز پیش نہیں کرتے اور ملزم کو پورا موقع اپنی صفائی کا دیتے ہیں یہ چودھری صاحب کی یہ خصوصیت اس کتاب کی ترتیب سے بھی ثابت ہے کیوں کہ انھوں نے بجائے اورنگ زیب کی وکالت کے خود اُس کو مع اپنے تمام اسبابِ ثبوت کے انصاف کی عدالت میں پیش کر دیا جو یقیناً اُسے نہ صرف ضابطہ سے رہا بلکہ عزت و معذرت کے ساتھ بری کرے گی

فجزاہ اللہ خیر الجزا بفضلہ و بجاہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ علم
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

محمد مقتدی خاں شروانی

علی گڑھ :
صباح ۵ ذوالقعدہ سنہ ۱۳۴۸ھ
۵ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء

نذر

میں اپنی اس ناچیز کتاب کو اپنے
مخدوم و مکرم جناب مولوی سعید احمد صاحب
قبلہ مارہروی کے نامِ نامی پر اُن کی قومی
اور علمی خدمات کی یادگار میں معنون کرتا ہوں ۔

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

بنی احمدؐ

شمیم انگیزیاں عطر محبت کی

شمیم انگیزیاں عطرِ محبت کی

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہ گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

قرابت راجگانِ ہند سے اکبر نے جب چاہی
کہ یہ رشتہ عروسِ کشور آرائی کا زیور تھا

رٹھوروں نے جودھ پور کے نسبت کی خواہش کی
اگرچہ آپ بھی وہ صاحبِ دیہیم و لشکر تھا

ولی عہدِ حکومت اور خود شاہنشہ اکبر
گئے اجمیر تک جو تخت گاہِ ملک و کشور تھا

اُدھر راجہ کی نورِ دیدہ دختر جہاں آرا تھی
اِدھر شہزادہ پر چترِ عروسی سایہ گستر تھا

دلہن کو گھر سے منزل گاہ تک شاداں کر لائے
کہ کوسوں تک زمیں پر فرشِ دیبائے مشجر تھا

دلہن کی پالکی خود باپ بیٹے کندھے پر لائے تھے
وہ شاہنشاہ اکبر اور جہانگیر ابنِ اکبر تھا

یہی ہیں وہ شمیم انگیزیاں عطرِ محبت کی
کہ جن سے بوستانِ ہند برسوں تک معطر تھا

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

(شبلی نعمانی مرحوم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

فرزند عالی جاہ[۱]!

این نقل زبانی شخصے معتبر بگوش[۲] رسیدہ بود در رشتۂ تحریر کشیدہ کہ بگوش آں فرزند هم برسد۔ روزے اعلیٰ حضرت[۳] علی مردان خان وسعد اللہ خاں را در خلوت خاص عز اختصاص بخشیدہ از زبان گوہر فشاں فرمودند کہ رتق و فتق ملک و مال منحصر در فہم و

---

[۱] شاہ زادہ محمد معظم ۱۲ [۲] اعلیٰ حضرت سے مراد اورنگ زیب کی ہر جگہ شاہ جہاں ہوتی ہے ۱۲

[۳] گنج علی زیک کے لڑکے اور مملکت ایران کے سر برآوردہ امیر تھے۔ حکومت کی جانب سے قندھار کے حاکم تھے۔ لیکن شاہ ایران کی سرد مہری سے تنگ آکر شاہ جہانی دربار میں حاضر ہوئے اور یہاں ہاتھوں ہاتھ لیے گئے اور امیر الامرا کا خطاب مرحمت ہو کر منصب ہفت ہزاری سے سرفراز کیے گئے۔ مہمات سلطنت میں ان کی رائے مقدم سمجھی جاتی تھی۔ کابل اور کشمیر کی صوبہ داری کے فرائض انجام دینے کے بعد شاہ زادہ مراد بخش اور پھر اورنگ زیب کے ہمراہ قندھار وغیرہ کی مہم میں تعینات ہوئے اور خوب کام انجام دیے۔ آپ کا انتقال ۱۲ رجب ۱۰۶۷ھ کو بمقام لاہور ہوا اور اپنی ماں کے مقبرہ میں لاہور ہی میں دفن ہوئے۔ ۰ لاکھ روپیہ کی لاگت سے مشہور شالامار باغ ان ہی کا بنوایا ہوا ہے جو خلیل اللہ کی نگرانی میں تیار ہوا تھا۔ ان کے بڑے لڑکے عبد اللہ بیگ کو عہدِ عالمگیری میں گنج علی خاں کا خطاب مرحمت ہوا

انصاف ست نعوذ باللہ اگر بادشاہ بے جوہر مرتبہ خلافت فائز آید و وزرا و امرائے بے تدبیر را بر روئے کار آورد اختلال کلی در نظم و نسق بلاد رو دہد و پریشانی رعایا بے سروسامانی برایا و نتیجہ کم حاصلی و ویرانی شود شما حسبۃ للہ با فقراء و صلحی صحبت داشتہ بعد نماز پنجگانہ برائے دعا می خواستہ باشید کہ رونق سلطنت نکاہد و ہیچ کدام بد بر زبان نیارد و بعد ما ہر کہ از پسراں فرماں روا شود بہ توفیقات خیر موفق باشد مارا بعضے اوقات اندیشہ بخاطر راہ می یابد کہ مہین پور بعدوے نیکوکاراں واقع شدہ و مراد بخش بکار شرب دل بستگی دارد و محمد شجاع جز تیرہ چشمی صفتے ندارد مگر عزم و شعور اورنگ زیب اقتضای کند کہ متحمل ایں امر خطیر می تواند شد۔ اما رکاکت سقم عظیم در نوع انسانی اوست تا دوست کرا خواہد و میلش بکہ باشد۔

(احکام عالم گیری پروفیسر سرکار صفحہ ۶)

(۴)

شاہزادہ[1] دارا شکوہ اور ایرانی تورانی امیروں کے تعلقات کشیدہ رہتے تھے۔ شاہزادہ اپنی خود پسندی کی وجہ سے اُن کو خاطر میں نہیں لاتا تھا مگر شاہزادہ اورنگ زیب ان امیروں کے ساتھ اُن کے درجہ کے موافق حسن اخلاق سے پیش آیا کرتا تھا۔ اس لئے اورنگ زیب کا اثر ان امیروں پر زیادہ تھا حضرت شاہجہاں کو اندیشہ پیدا ہو گیا مبادا آگے چل کر کوئی دقت پیدا ہو۔ اس لئے مہین پور کو راہ راست پر لانا چاہا لیکن اُن کی عدم توجہی دیکھ کر اورنگ زیب کی جانب مخاطب ہوا اور اُن کو سمجھانا شروع کیا کہ امیروں کے ساتھ مساویانہ سلوک

---

[1] شاہزادہ دارا شکوہ خلف شاہجہاں ۱۲

نہ ہونا چاہیے جب اورنگ زیب نے اثر قبول نہ کیا تو اُن کو لکھا۔

بابا! سلطان و فرزندان ایشاں را باید کہ بلند ہمت باشند و حالی فطرتی را کار فرمایند شنیدہ شد کہ شما با ہر کدام از نوکران سلوک می کنید کہ نہایت پستی را بخود راہ می دہند اگر برائے عاقبت بینی ست کار باز ایستہ بہ تقدیر ست از یں پست فطرتی بغیر از ذلت فائدہ نہ خواہد شد۔

(۳)

(عالمگیر کا جواب باپ کے حضور میں)

آنچہ از راہ فضل و کرم در باب غلام مستہام مرقوم قلم عنایت رقم شدہ بود کالوحی من السماء نازل گردید۔ پیر و مرشد برحق سلامت۔ تعز من تشاء وتذل من تشاء محض بہ تقدیر قادر عباد خالق ارض و بلا دست بندہ بموجب حدیث صحیح کہ راوی آں انس بن مالک رضی اللہ عنہ باشد من عرف نفسہ اعزہ اللہ محل می نماید انکسار قلوب را ذنب ذنوب و اخش عیوب می شمارد و آنچہ بر نشان کراہت ترجمان صادر شدہ انکارے بر آں ندارد لیکن بہ یقین می داند کہ بموجب غرض وسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس مرقوم فرمودہ اند ؎

زبان عرض ندارم بغیر عذر گناہ

بہ بخش جرم من روسیاہ و نامہ سیاہ

یہ رقعہ بھی قصہ طلب ہے۔ اس لئے میں واقعات کو ذرا تفصیل کے ساتھ نقل کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو رقعہ کے واقعات سمجھنے میں آسانی ہو۔

جس وقت عالمگیر مہاراجہ جسونت سنگھ اور دارا شکوہ کو شکست دے چکا تو عرضداشت کے ذریعے سے شاہ جہاں کو خبر دی اور پھر دریائے چنبل عبور کرنے کے بعد دوسرا عریضہ لکھا۔

شاہ جہاں نے دستِ خاص سے جلی نامہ لکھکر بھیجا۔ پھر انعام کے طور پر ایک تلوار بھیجی جس پر "عالم گیر" منقوش تھا خافی خان نے ان واقعات کو تفصیلاً عالم گیر کی وفات کے دس سال بعد لکھا ہے۔

شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

" عالم گیر کا نکتہ چین ایسے موقع پر کہہ سکتا ہے کہ عالم گیر نے اور جو کچھ کیا حفاظتِ خود اختیاری کی وجہ سے کیا۔ لیکن جب وہ جسونت سنگھ کو شکست دے کر آگرہ کے قریب پہونچ گیا اور شاہ جہاں نے اس کو بار بار بلایا اور نہایت شفقت آمیز خط لکھے تحفے اور انعام بھیجے اور سب سے بڑھکر سلطنت کی تقسیم اس طرح کرنا چاہی × × × اور عالم گیر کی ولی عہدی کا منصب اور پایہ تخت کی سلطنت دینا تجویز کیا۔ تو اس حالت میں باپ کی نافرمانی کرنا، گستاخی سے پیش آنا اور بالآخر قلعہ میں نظر بند کر دینا، اخلاق کے مذہب میں کفر سے بدتر ہے۔ تمام مورخین میں عاقل خاں نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور عالم گیر کے نام شاہ جہاں کے درد انگیز خط جن سے پتھر کا دل پانی ہوتا ہے بعینہ نقل کئے ہیں۔ عالم گیر کو جو امیر شاہ جہاں کی خدمت میں

حاضر ہونے سے روکتے تھے اُن کو فتنہ پرداز اور مفسد تعبیر کیا ہے اور اس درد انگیز داستان کو ایسے درد انگیز الفاظ میں لکھا ہے کہ عالمگیر کے حق میں بے اختیار نفریں نکل جاتی ہے لیکن بالآخر عالمگیر متاثر ہو کر باپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے نکلتا ہے تو یہی مورخ عاقل خاں لکھتا ہے :-

" دریں اثنا کہ آں حضرت (عالمگیر) اسمع مبارک بہ سخنان دولت سگالان آشتہ متردد بودند ناگاہ تاہر دل خاں برسید۔ فرمانے کہ بندگانِ اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) بخط مبارک بدارا شکوہ نوشتہ از راہ اعتماد بہ کمال اہتمام و احتیاط بہ دو حوالہ نمودند) کہ اصلا احدے را بریں راز وقوف ندادہ، خود را بہ لغا بدار الخلافت شاہجہاں آباد نزد دارا شکوہ رساند و فرمان را بہ آں جناب رسانیدہ جواب بیارد و در نظر انور حضرت جہاں پناہی درآورد مضمون آں منشور ناطق بداں بود کہ دارا شکوہ خاطر خود را جمع کردہ در شاہجہاں آباد ثبات قدم ورزد و از آں جا پیشتر نہ گزرد کہ مادریں جا مہم را فیصل می فرمائیم " (ص ۹۴ - ۹۲ - اورنگ زیب ایک نظر)

ڈاکٹر برنیر عالمگیر کا پورا دشمن تھا اور ان تمام جھگڑوں میں موجود تھا وہ بھی یہی کہتا ہے کہ یہ سارا جال جہاں آرا بیگم نے عالمگیر کے لئے بچھایا تھا اور انتظام کر رکھا تھا کہ جوں ہی عالمگیر قلعہ میں داخل ہو اُس پر اچانک حملہ کر کے گرفتار کر لیا جائے

(ص ۱۱۴ ترجمہ جلد اول)

لین پول کہتا ہے کہ جو جال اورنگ زیب کے لئے تیار کیا گیا تھا اس میں شاہجہاں خود پھنس گیا (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۴ ترجمہ لین پول)۔

شاہجہاں کی ان تمام سازشی اور مخالفانہ کارروائیوں کے ساتھ بھی عالمگیر نے

برسلوک کیا کہ اپنے بیٹے شاہزادہ اعظم کو شاہ جہان کی خدمت میں عفو تقصیرات کے لئے بھیجا اور پانسو اشرفیاں اور چار ہزار روپئے نذر بھیجے اور چند روز کے بعد جب قلعہ کی حفاظت کی طرف سے پورا اطمینان ہوگیا تو شاہ جہاں کے ہر قسم کے آرام و راحت کے سامان مہیا کر دیئے (ملاحظہ ہو صفحہ ۹۲۔ اورنگ زیب پر ایک نظر)

ڈاکٹر برنیر شہادت دیتے ہیں کہ اورنگ زیب کا برتاؤ اعلیٰ حضرت کے ساتھ ادب سے خالی نہ تھا۔ وہ اعلیٰ حضرت کو کثرت کے ساتھ تحائف بھیجتا تھا اور سلطنت کے بڑے معاملات میں اعلیٰ حضرت کی رائے اور مشورہ کو مثل ایک پیر و مرشد کی ہدایت کے طلب کرتا تھا اور جو عریضہ لکھتا تھا اُس سے ادب اور فرمان برداری ظاہر ہوتی تھی۔ اس طرح سے اعلیٰ حضرت کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور وہ عالمگیر کو معاملات سلطنت میں لکھنے لگا اور اپنے باغی فرزند کی گستاخانہ حرکت معاف کرکے اُس کے حق میں دعاے خیر کر دی" (ملاحظہ ہو ترجمۂ سفرنامہ برنیر جلد اول صفحہ ۲۸۹)

عالمگیر کی جاگیر چھین لی گئی۔ تنخواہ بند کر دی گئی۔ دکن میں دشمن کے مقابلہ کے وقت اُس کی فوج اُس کے پاس سے بلائی گئی۔ ۵ ہزار فوج خود اُس کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے روانہ کی گئی۔ قلعہ اکبرآباد میں اُس کے قتل کا بندوبست کیا گیا۔ لیکن اُس نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں کبھی گستاخانہ عریضہ نہیں بھیجا۔ رقعہ کو غور سے پڑھیئے اور تعجب پڑھیئے نکتہ نکتہ سے پدر پرستی ٹپکتی ہے۔ عالمگیر اعلیٰ حضرت کے رتبہ سے واقف تھا۔ اس لئے گمان نہیں کیا جا سکتا کہ اُس نے بدتمیزی کا گمان اپنے دل میں کیا ہوگا۔

لیکن شاہجہاں اب بھی داراشکوہ کا خواب دیکھتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ

جہاں آرا بیگم جو شاہ جہاں کی دنیا میں سب سے بڑھکر عزیز تھیں دارا شکوہ کی نہایت طرف دار تھیں۔ شاہ جہاں نے ہندی زبان میں خفیہ ایک خط شجاع کو عالم گیر کے برخلاف لکھا اور اس قسم کی اُن کی کوششیں برابر جاری رہیں۔ عالم گیر اب مایوس ہو کر بیٹھ رہا (ملاحظہ ہو عالم گیر پر ایک نظر۔ شبلی علیہ الرحمہ صفحہ ۹۶)

خافی خاں نے عالم گیر کی وفات کے دس سال بعد جو کتاب لکھی اُس میں لکھا ہے۔

"خلد مکاں (عالم گیر جس کا انتقال ہو چکا تھا اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس کے ڈر کی وجہ سے خافی خاں نے خلاف واقعہ لکھا) مکرر ارادہ دیدن پدر والا قدر بہ قصد معذرت والتماس عفو تقصیرات کہ از تقدیرات الٰہی و شومیٔ برادر ناہنجار بلا اختیار بظہور آمدہ نمود آخر چوں دانستند کہ مرضی اعلیٰ حضرت (شاہ جہاں) طرف رعایت و اعانت غالب و راغب است و سررشتۂ اختیار بہ حکم تقدیر از دست رفتہ مصلحت در فسخ عزیمت ملاقات پدر نامدار دانستہ ...... (ج۔ ص ۳۲)

ان واقعات کو پیش نظر رکھکر رقعہ ملاحظہ فرمائیے اور اُس وقت صحیح نتیجہ قائم فرمائیے۔

بعد ادائے مراسم عقیدت و عبودیت بہ عرض اشرف می رساند صحیفہ کہ بہ خط خاص پس از تمادیٔ ایام صادر شدہ بود پرتو ورود انداخت بہ مطالعہ ارقام سرمایۂ سعادت حاصل کرد کیفیتے کہ نگارش یافتہ بود وضوح انجامید۔ از سبب گرفت و گیر خطوط استفسار شدہ بود۔ بر خاطر دریا مقاطر پوشیدہ نماند کہ ازیں مرید در ابتدائے حال و آغاز وقوع مراتبے کہ بہ تقدیر ایزد متعال رو داده بہ اعتقاد آں کہ چوں آں حضرت

عقل کل انذو اکثر اوقات گرامی در تجارب پست و بلند روزگار گذشته شاید ظهور
این امور از قضا و قدر در شکست کار این مرید و رونق بازار دیگران که ارادت الله
بدان تعلق نه گرفت کوشش نه فرمایند شیوهٔ سلوک را بهیچ مستحسن
قرار داده بود و میخواست که بعد رفع شورش در استرضای خاطر والا کمر اهتمام به میان جا
بسته بدان وسیله سعادت دارین حاصل کند و هرچند می شنید که موجب ارتفاع فساد
و برهم خوردگی مهمات عباد به تحریک آن حضرت است و برادران بفرمودهٔ اقدس
دست و پائی میزنند و جانی می کنند گوش به سخنان مردم نینداخته اندیشهٔ انحراف
در شاهراه عقیدت نمی پیمود. لیکن از آنجا که اخبار بی توجهی حضرت بتواتر رسیده
چنانچه از نوشته که به خط هندوی به شجاع قلی گردیده بود و خان و مان او برسر آن
خراب گشته هویداست یقین حاصل شد که آن حضرت این مرید را نمی خواهند و آنکه
از دست رفته هنوز بتلاش دارند که دیگر استقلال بزیر دو سعی و تردد این فدوی
که مصروف بر اجرای احکام دین متین و انتظام مهمات مملکت است ضائع شود. بهیچ
طریق ازین فکر باز نیامده درین کار مصر اند ناگزیر به مراعات لوازم حزم و احتیاط
پرداخته از حدوث مفسده های ممتنع استدراک اندیشه مند گشته آنچه به خاطر نتوانست
از قوه به فعل آورد و بر صدق این دعوی خدای توانا شاهد است
انشاء الله تعالی بعد از آنکه کار معاندان به یکی ازین دو وجه ساخته شود چرا
ازین همه عبث احتیاط خواهد نمود. در باب آب دار خانه قلی بود. آب خاصه
در غسل خانه درین وقت که آن حضرت پیوسته در محل می باشند چه در کار است؟
و مهر بر کارخانهٔ ملبوس نمودن از ره گذر تصدق شدن خواجه معتمد ری شد الحال

کہ دیگر مدیں بعہدہ مامور گردید پوشاکِ مبارک بدستورِ سابق بے تعلل خواہد رسید۔

(خافی خاں جلد دوم صفحہ ۱۰۲)

(۵)

عہین پور خلافت

باوجود سلامت نفس فتح اللہ خاں را چرا رنجیدہ گردید؟ ما در ایام شاہزادگی با امرا ہمچناں سلوک می کردیم کہ ہمہ راضی بودند و در حضور و غیبت بخوشدلی تعریف و توصیف ما می کردند بلکہ با وصف اقتدار برادرِ نامہربان بعضیہا ترک رفاقت او کردہ ملازمت ما اختیار کردند و جمعے کہ باشارہ برادرِ نامہربان حرکاتِ ناملائم کردہ حرف ہائے بے ادبانہ بر زبان آوردند بتازیانۂ اغماض و تحمل متنبہ شدہ از سرِ انصاف اقرار بصاحب حوصلگی ما کردند تا نقش سرداری و بہادری ما بر لوح خاطر اشرف اعلیٰ حضرت (صاحب قران ثانی) مرتسم گشت و کارہائے دست بستہ بزور بازوئے ایں موضیعف صورت گرفت۔ شما مثل فتح اللہ خانی را رنجیدہ خاطر کردید۔ بیچہ سپاہی جگر دار ہمہ کارہ را کہ بکار عمدہ بکار می آمد شکستہ دل نمودید۔

---

[1] شاہزادہ معظم ۱۲ [2] محمد صادق نام اور چہار ہزاری منصبدار تھے۔ دکن میں جاں فروشانہ خدمات انجام دیں اور منصب میں ترقی پاکر ۱۱۱۱ھ میں کابل تعینات ہوئے۔ محمد صادق رحمت خاں کے بیٹے اور حکیم ضیاء الدین کے پوتے تھے حکیم صاحب بڑے دبدبہ کے امیر تھے۔ شاہ عباس صفوی شاہ ایران سے کسی بات پر بگڑ کر ہندوستان چلے آئے ہوئے اور حسب ذیل شعر شاہ کو لکھکر بھیجدیا۔

گر فلک یک صبحدم با من گراں باشد سرش   شام بیروں می روم چوں آفتاب از کشورش

[3] دارا شکوہ ۱۲

گر صد ہزار لعل و گہر می دہی چہ سود
دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

مضی ما مضی حالا ہم اگر دلجوئی کنید بہتر و برائے اصلاح کار مفید تر است

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر
کہ ہر چہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر

بیشتر ہر چہ رضا والسلام علی من اتبع الهدیٰ

(۶)

(شاہزادہ اعظم کے نام ذیل کا رقعہ ۱۱۰۰ھ میں لکھا گیا تھا)

شخصے در زمان سلف پیش بزرگے شکایت زمانہ آغاز کرد۔ فرمود کہ ہنوز موقعہ سپاس و حمد بے قیاس ست کہ انسان را نہ خوف نان و نہ غم مال و جان ست و نہ اندیشہ سستی دین و ایمان، در زمان مستقبل نیات ابنائے دنیا مبدل خواہد گشت و جورہائے متنوعہ ظہور خواہد یافت۔ عدل و احسان قطعاً خواہد رفت۔ ناظمان و محافظ بلاد بر طاق غارت گری خواہند گرائید۔ خلیفۂ عصر چشم از داد خواہان خواہد پوشید امیران بہ مصلحت ہمدیگر بہ معاونت ستمگران خواہند کشید۔ حق زائل و باطل خواہد گردید۔ زنان بہ دلیری پیش خواہند آمد۔ دختران بوزارت اختصاص خواہند یافت مردم ذوی القدر از بس بیدلی و بے قدری عمداً باصلاح کارہا نخواہند پرداخت و مستحقان امور با وجود گوشہ نشینی ایمن نخواہند بود۔ بے شعوران و ناکردہ کاران کارفرمائی خواہند نمود و پسران پدران را خواہند رنجانید و پدران بے شفقتی

خواہند گزید زنان صالح از فسق و بے مہری شوہران طالع خواہند نالید. باران برقت نہ خواہد بارید. حکام غلات را بغرض شوم طبعی گران تر خواہند فروشایند. ممالک از ظلم کار فرمایان ویران خواہند گردید. فواحش در مساکن خوانین و خواقین علانیہ ساکن خواہند بود و مردمان بپوشیدنِ لباسِ زنان رغبت خواہند نمود۔

(۷)

شاہزادہ محمد اعظم کے مزاج میں شورش زیادہ تھی اس لئے اُن کی اصلاح طبیعت کی فکر دامنگیر رہتی تھی اور حضرت عالمگیر موقع پاکر لطیف پیرایہ میں نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ دیکھئے اس رقعہ میں اصولِ جہاں رانی کس خوبی کے ساتھ ذہن نشین کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

جانا، عزیزا۔ چند فقرہ از بیاض اعلیٰ حضرت خوش آمد باقتضائے شفقت قلبی بے اختیار بآں فرزند ارجمند نوشتیم کہ تنہا متلذذ نباشیم۔

رنجیدن مردم بد، نرنجیدن بعدم حصول مقصد، نرنجانیدن مردم خوب مزاج و خاستن بیکسان احتیاج صحبت داشتن باہل جہاد و جستجو کردن قابلان با استعداد۔ بار ندادن پیش خود بمردم جہال دادن بارباب استحقاق بقدر توفیق پیش از سوال۔ مکرم داشتن اہل فضل مصروف نمودن مزاج بعدل میل نہ کردن باقوال غیر عاقلہ بے خبر نبودن از احوال متوکلان بے مکابرہ غنیمت دانستن وجود یگانگان کہ بیگانہ از خلق باشند پیش داشتن جمعے کہ مصالح امور دنیا و عقبیٰ بوُوند۔

درین عصر ہم مردم خوب بسیار اند۔ اما اول منحصر بتوفیق پیش آوردن آنہا کو۔

ماہرا بعد چندے بدتر ازیں خواہد شد ؎

من ز وضع زمانہ در فکرم

کہ مبادا ازیں بتر گردد

شما کہ داعیۂ جہاں بانی دارید بجوئید و بخواہید و نگاہ دارید۔

(۸)

فرزند عالی جاہ!

حضرت عرش آشیانی[1] کہ نوکران خوب داشتند ازہمیں جہت فتوحات متواترہ و مہمات متکاثرہ می فرمودند اما در عصر اعلیٰ حضرت بندہ ہائے نامدار جاں سپار و عاملان آباد ان کار و دفترداران ہوشیار بسیار پیش می آمدند و باایں ہمہ بذات قدسی صفات در رتق و فتق معاملات تعلق خاطر و توجہ ظاہر و باطن می فرمودند۔ یاد دارم درہنگامے کہ اعلیٰ حضرت مرادبخش را بجہت تسخیر ولایت قدیم بجانب بلخ مرخص فرمودند دیوان فوج مطلوب بود۔ درحالت تجویز بہ بست کس از اہل کار و بیکار بہم رسیدند حالا یک کس برائے دیوانی بنگالہ کہ بہ حلیۂ راستی و کاردانی آراستہ باشد می خواہم یافتہ نمی شود۔ از نایابی آدم کار آہ - آہ -

(۹)

حضرت عالمگیر دکھن میں فوج کشی کر رہے ہیں. خود یلغار میں شریک ہیں لیکن قندھار وغیرہ ممالک کے تسخیر کی فکر دامن گیر ہے اور لڑکوں کو ہمت دلا رہے ہیں کہ آبائی ملک ضرور قبضہ میں لانا چاہیئے. ان واقعات کے بعد حیدرآباد اور دکھن کے

---

[1] شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر

دیگر ممالک کی فتوحات کو مذہبی غیر رواداری کا رنگ دینا سراسر بے انصافی ہے۔ سچ تو یوں ہے کہ تیمور کی اولاد میں فتوحات اور وسعت سلطنت کا سودا ہر بادشاہ کے سر میں تھا پھر عالمگیر ہی کو کیوں نشانۂ ملامت بنایا جائے؟

(۱۰) اللہ اس کی شرافت سے

بہین پور خلافت فرزند سعادت توام محمد معظم حفظہ اللہ تعالیٰ و سلم

اعلیٰ حضرت فردوس منزلت بگرفتنِ ولایتِ بلخ و بدخشان و خراسان و ہرات ملک قدیم موروثی توجہ معطوف داشتند و مکرر افواج بادشاہی بسرکردگی مرادبخش بآں صوب فرستادند چنانچہ اکثر آں ولایت فتح ہم شد لیکن بسبب کم حوصلگی آں نامراد کہ بے طلب حضور برخاستہ آمد و باستمالت اہالی و اکابر آں دیار نہ پرداخت ملک مقبوضہ مفتوحہ از دست رفت و محنت و زر ضائع گشت۔ ازیں جاست کہ گفتہ اند "از پسرِ ناخلف دختر بہتر" نظر بایں توجیہ کہ

ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند

ایں فانی را آرزو باقی ست بتدبیرش غیر ازیں کہ نبیرۂ آں حضرت را با فواجِ شایستہ و سامان بایستہ بآں ہمت بفرستیم، دیگر از ما چہ می آید؟ با وجود تاکیدات حضور شما ہنوز قندھار را نہ گرفتہ اید تا ایں ہم چہ می رسد؟ ظاہر اکار ماز شما نیست، عارف بخود پُر عارف ست۔ ایں نمودے بود خود آفتاب سرکوہ ست، بدست آمد چہ و نیامد چہ شما فکر خود کنید کہ دریں جا بہم چشمان چہ رو خواہید نمود و در آنجا بحضرت اعلیٰ و حق سبحانہ تعالیٰ۔

(۱۱)

شاہزادہ معظم کو ۱۰۷۶ھ میں صوبہ دار پنجاب مقرر فرما کر جو کچھ فرمایا اُس کے

پڑھنے کے بعد کون شخص کہہ سکتا ہے کہ عالمگیر آنے والے واقعات سے بے خبر تھا اور نہیں جانتا
تھا کہ سلطنت کا زوال اُس کی موت کے ساتھ وابستہ تھا۔ دیکھئے کس شفقت پدری کے ساتھ
سلطنت کے پیچیدہ مسائل لڑکے کو سمجھاتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتلا رہا ہے کہ
سلطنت کے بارِ عظیم کا اُٹھانا شاہزادہ کے لئے آسان نہیں ہے۔

اگرچہ بنابر ضرورت دلا علاجی گوشمال افعال تمام زوال شمارا دادہ چند سال در قید
داشتیم اما علامت قوی سلطنت ہمین ست کہ تخت وجاہ حضرت یوسف مشروط بحبس بود
انشاء اللہ تعالی برائے شما ہم ہمیں طور خواہد شد بنابر ہمیں امید در زندگی خود ہندوستان
ہشت شان را حوالہ شما کردیم احکام زائچہ ما را کہ فاضل خاں علاء الملک از روزِ ولادت
تا بعد وفات نوشتہ بحسب تجربہ تمامش مطابق واقعہ آمدہ دراں مرقوم ست کہ بعد ازیں
سلطنت کہ قاطع عمر سماک رامح وسماک اعزل ست و در حاق درجہ طالع واقع شدہ است
بایدکہ بادشاہے بہ نجبرے تنگ نفسے معدوم القدر رسے کہ کلماتش ہمہ ناتمام و تدبیرش ہمہ
خام باشد برائے بعضے اشخاص ایں قدر شادابے کہ قریب بغرق باشد و برائے برخے
ایں ہمہ خشکی کہ بسبب زوال باشد بعمل خواہد آورد" ایں ہمہ صفات حمیدہ و حالات پسندیدہ
در ذات شما دریافت می شود اگرچہ وزیرے لائق کہ در عمل ما پیش آمدہ است و بہم رسانیدہ ایم
متعاقب خواہیم فرستاد لیکن چہ فائدہ کہ چہار رکن سلطنت یعنی اولاد اربعہ ہرگز آں بیچارہ را
بحال خود نخواہد گزاشت کہ کارے بکند؟ باوجود ایں حال ہم بازوست و پائے خواہد زد
کہ فی الجملہ کار بر رونق خواہد بود لیکن ہماں قاعدہ علم طب ست کہ تا مادّہ از اعلائے بدن
نازل نہ شود ہر چند در اسافل بدن قوت باشد بالآخر کار بضعف و انحلال بل بفساد
و زوال می کشد دریں مقام ہم ہمیں صورت ست۔

ہر چند کہ از صحرا گردی و ہامون نوردی ما خانہ زادان فراغت شعار از ما در پدر
بیزار آرزو سے قائے حیات مستعار ما دارند لیکن بعد از ما از بے تمیز بہا و ناشناسیہا
ایں فرزند ناقدرداں چیزے کہ برائے ما آرزو دارند از خدا برائے خود طلب خواہند نمود
بہر حال بموجب محبت پدری گفتہ می شود کہ آں قدر شور مباش کہ از دہن براندازند
و آں قدر شیریں مباش کہ فرو برند، اما ایں نصیحت ہم غیر مقام بود کہ شوری اصلا در آں
فرزند نیست حق برادر عزیز ست وحصہ نیکی نصیب آں فرزند و افزیش حق سبحانہ ہر دو
برادر را در کمال اعتدال دارد۔ آمین یا رب العالمین

(۱۲)

۴ ذی قعدہ سنہ ۱۱۰۲ھ کو قید سے رہا فرما کر جو فرمایا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔
کیا اس کے ہر لفظ سے اس عظیم الشان شہنشاہ کے مدبر اور منتظم ہونے میں شمہ برابر بھی شبہ کرنے کی
گنجائش باقی رہتی ہے؟

ازیں راہ کہ مثل من پدرے از شما راضی بود البتہ سلطنت نصیب شما خواہد شد۔
رضامندی اعلیٰ حضرت ما را در کار نبود کہ ایشان عین دار اشکوہ بو دند و او بمصاحبت ہنود
جوگیان بے ایمان شدہ بود محض اہانت دین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سبب
نصرت باشد چند نصیحت بہ شما کرد می شود باید کہ در خاطر خود داشتہ باشید، اگرچہ می دانم کہ
عمل کردن بر آں از طبع شما دور ست لیکن از شفقت پدری و محنت و اطاعت کہ شما
بجا آوردید گفتہ می شود۔

اول آنکہ بادشاہ باید کہ وسط باشد میان لطف و قہر، ہر کدام کہ از دیگرے
بیشتر باشد موجب انحیار سلطنت می شود کہ در لطف زیادہ ہر دم جرأت پیدا می کنند

درقهرِ افزون طبائع را نفرت بهم می رسید چنانچه عم این نحیف سلطان الغ بیک[۲] وجود
فضل و کمال تسفک دما، جرأت داشتند که بر جریمهٔ سهل حکم قتل می فرمودند. پسر ایشان عبداللطیف
ایشان را محبوس نموده بقلعهٔ نهاوند فرستادند در اثناے راه از شخصے پرسیدند که بهم خوردگی
سلطنت ما را از چه راه دانستی؟ گفت از راه تسفک دما، که مردم از شما تنفر پیدا کردند۔ آنچه
جدامجد همایون بادشاه کرد مساہله بیجا و عفو و سستی در کارہا که باوجود آنکه شیرخان[۱]
درصوبهٔ بنگاله می کرد مکرر بعرض رسید تغافل می فرمودند و پدرش را که حسن سور بود
سرزنش می نمودند که حرکات پسر خود را می بینی و باو نمی نویسی؟ او جواب داد که کار او
از نوشتن گذشته است نمی دانم که غفلت حضرت آخر چه خواهد کرد؟

دیگر آنکه۔ بادشاه هرگز آرام طلبی و فراغت شعاری را بر خود روا نه دارد که
بدترین اسبابِ خرابیِ ملک انهدام دولت این شیوهٔ نامرضیه ست همیشه تا مقدور
در حرکت باید بود ؎

بادشاه و آب را در یک مکان بودن بد است — آب می گردد زبون و شه رود کارش ز دست
در سفر باشد شهان را حرمت و عیش و وقار — فکر آرام و تنعم می کند بے اعتبار

---

[۱] فرید نام اور حسن خان افغان سوری کے لڑکے تھے آبائی وطن روہ متصل پشاور تھا جمال خان حاکم جونپور کی سرکار سے سہسرام اور ٹانڈہ کے پرگنہ جاگیر میں عطا ہوئے تھے فرید کچھ دنوں محمود لوہانی حاکم بہار کی سرکار میں ملازم رہے اور چیتا مارنے کے صلہ میں شیرخاں کا خطاب مرحمت ہوا۔ بڑھتے بڑھتے شیرخاں ایک نامور حاکم ہوگیا اور دو مرتبہ ہمایوں بادشاہ کے ساتھ مقابلہ کیا آخری لڑائی ۱۰ محرم ۹۴۷ھ کو بمقام قنوج (ضلع فرخ آباد) ہوئی اور ہمایوں کو شکست نصیب ہوئی وہ فارس چلے گئے اور ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک شیرشاہ ہوگیا جس نے دبدبہ کے ساتھ ۱۲ ربیع الاول ۹۵۲ھ تک حکومت کی کالنجر کا نامی قلعہ فتح کیا خود حملہ میں شریک ہوکر زخمی ہو۔ جب قلعہ سے فتح کی خوش خبری دی گئی تو چلا کر الحمد للہ کہا اور روح نے قفس عنصری چھوڑا۔ نعش سہسرام لائی گئی اور خاندانی مقبرے میں دفن ہوئے شیرشاہ نے رفاہِ عام کے بہت کام کئے۔ اُس کے وقت میں لوگ پرخطر راستوں میں بلا کھٹکے سفر کرتے تھے اور بال بیکا نہیں ہوتا تھا ۱۲

دیگر آنکہ۔ در فکر تربیت نوکراں باشد و ہر کدام را کہ لائق کارے داند باں منصب کند کار آہن گر از درودگر فرمودن از عقلا بعید است؟ کار بزرگاں بخردان و کار خردان ب بزرگاں نباید فرمود کہ بزرگاں از کار خرد ننگ کنند و خرد را حوصلۂ کار بزرگ نباشد خلل تمام در انتظام سرکار روے دہد

(۱۳)

شاہزادہ معظم ۱۱۰۹ھ میں صوبہ دار کابل مقرر ہو کر مع لشکر روانہ ہوئے اور سرہند کے مقام پر ڈیرا ڈالا۔ وہاں سے کوچ کرتے وقت[1] داروغہ فیل خانہ کے کان میں آہستگی کے ساتھ کچھ ارشاد فرما کر ہاتھی پر سوار ہو گئے اور چار کوس منزل طے کر کے ہاتھیوں کی لڑائی ملاحظہ فرمائی ناظر لشکر کے پاس روزنامچہ ہوا کرتا تھا اُس نے یہ واقعات درج کئے جب ملاحظۂ عالمگیری میں روزنامچہ پیش ہوا تو حکم ہوا۔

عرض اول۔ از ترس جان خود بود کہ اخفا مقدور نبود ..... عمدۃ الملک مدار المہام در عوض حسب الحکم بہ شاہ نادان (معظم شاہ) بنویسد کہ جنگ فیل مخصوص بادشاہان ست بایں آرزوہائے لاطائل بے حاصل بادشاہی زود نخواہد رسید؟ ہرگاہ وقت آید و در نصیب باشد خواہد شد۔ آدمی را چیزے کہ خراب می کند طلب بیش از قسمت و پیش از وقت ست مارا چرا متغیر و خود را مکدر باید ساخت؟

(۱۴)

یہ رقعہ ۱۱۱۸ھ میں احمد آباد دکھن سے لکھا گیا۔ وصایا کی بابت کچھ علم نہیں۔ بظاہر ملک کی تقسیم کی بابت شاہزادۂ معظم کو آگاہ کیا ہوگا اس لئے کہ اسی زمانہ میں شاہزادہ

[1] کان میں بات کہنے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲

محمد اعظم اور شاہزادہ کام بخش کو بھی صوبہ جات تفویض فرمائے تھے۔ وصایا کے بابت دوسرا ثبوت یہ ہے کہ معظم شاہ نے بادشاہ ہو کر بھائیوں کو لکھا تھا کہ جو ارشاد عالی ہو چکا ہے اس کی تعمیل ہم پر فرض ہے۔ حضرت عالمگیر نے سب کچھ طے کر دیا تھا لیکن نتیجۂ آخر سے بے خبر نہ تھے اپنے صاحبزادگان کی مزاجی کیفیت کے طبیب تھے اور خوب جانتے تھے کہ مرنے کے بعد کیا قیامت برپا ہوگی۔ جیسا کہ ذیل کے رقعہ سے واضح ہوتا ہے:-

بہین پور خلافت
منعم خاں[۱] از حضور رخصت یافت تا جلد رسیدہ آنچہ بزبان او حوالہ شدہ ابلاغ نماید
از خود خبر نیست کہ کیستم و کجامی روم؟ و بر سر این عاصی پر معاصی چہ خواہد گزشت؟[۲] حالا

---

[۱] باپ کا نام سلطان بیگ برلاس ہے منعم خاں نے دکھن کی لڑائیوں میں نام پیدا کیا جوہر شناس عالمگیر نے منصب سے سرفراز کر کے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ شاہزادہ اکبر کے حملہ کی گرما گرمی سن کر کشمیر کے صوبہ دار مقرر کئے گئے۔ شاہزادہ معزالدین ملتان اور شاہزادہ معظم صوبہ داری کابل کے منصب پر تعینات ہوئے۔ جب حضرت عالمگیر کی حالت نازک ہوئی تو صوبۂ پنجاب منعم خاں کے سپرد ہوا اور خاص مہم پر کابل گئے۔ بہین پور خلافت کو پیام اور سرفراز نامہ حوالہ کر کے اپنے صوبہ کو واپس آئے اور خفیہ انتظام رسد وغیرہ کا شروع کر دیا۔ جب عالمگیر نے عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا بہین پور خلافت کو مطلع کر کے اُن کی تخت نشینی کی مہم اپنے سر لی۔ بادشاہ ہو کر بہین پور خلافت نے ان کو مدار المہامی کے خلعت سے سرفراز فرما کر عمدۃ الملک امیر الامراء خان خانان کے خطابات سے سربلند کیا اور بھائیوں کی مہم سے فارغ ہو کر صمصام الدولہ ظفر جنگ یار وفادار کے خطابات عطا فرما کے ہفت ہزاری منصب دیا گیا۔ محرم ۱۱۲۳ھ میں فوت ہوئے کتاب الہامات منعمی ان کی تصنیف ہے۔ ۱۲

[۲] یہ اسلامی عقیدہ ہے بڑے بڑے نبی اور خاصانِ خدا ہمہ وقت خدا کے خوف سے ڈرا کئے اور پروردگار عالم کی رحیمی و کریمی پر بھروسا کرتے رہے۔ اپنی زہد و عبادت پر کبھی مطمئن نہیں ہوئے۔ آج بھی یہی عقیدہ عام ہے۔ پھر اگر عالمگیر نے ان خیالات کا اظہار کیا تو کونسی نئی بات تھی لیکن بعض انگریز مورخین ان سطروں میں اقرار جرم کا راز نہاں پاتے ہیں اور یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عالمگیر اپنی حرکات سے واقف تھا اور جب مرنے کا وقت آیا تو

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آیندہ)

از ہمہ مرخص می شوم و مہر را بخدا می سپارم فرزندانِ نامدار کامگار را باید کہ تخالف نہ کنند و مجوز کشت و خونِ خلق کہ بندہا ئے خدا اند نشوند۔ انچہ بنظر می آید طرفہ ہنگامہ برپا شدنی ست۔ ایزدِ مقلب القلوب توفیق حفاظت خلق اللہ کرد و اکثر بدائع خالق اند چراغ راہ سالکاں طریق ریاست و ملک داری کناد۔

(۱۵)

شاہزادہ اکبر کی ریشہ دوانیوں کے اخبارات سُن کر عالمگیر نے عمدۃ الملک کو یہ خط لکھا تھا۔

آں فدوی منعم خاں وکیل شاہ عالم (شاہزادہ محمد معظم) را کہ دیوانی سرکار ایشاں نیز یافتہ امروز برائے رخصت بیارد تا از داعیہ ناصواب اکبر ابتر بامید امداد ایرانی غول بیابانی در ہرات قریب قندھار مقیم شدہ باشارہ والی آں جا بطرف ملتانی رود و انتظار قضیہ نامرضیہ می کشد، فرمودہ اند۔

نہ رفت از دلم قولِ آں کاسہ گر کہ می گفت با کاسہ پُر خطر

ندانم کہ سنگِ سپہر قضا ترا بشکند پیشتر یا مرا

تدبیر ش غیر از یک پسر خود را گزاشتن در کابل با فواج بزرگ و محمد معز الدین بہادر را داشتن در ملتان با سامان سترگ تا انفصال مقدمہ یعنی رفتن ایں فانی راضی بودن

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ

اقرار کر کے گڑگڑانے لگا۔ سبحان اللہ۔ کیا اسلام میں بھی موت کے وقت اقرار جرم کرنے سے کفارہ ہو جاتا ہے" عالمگیر نے مرنے کے وقت جو خطوط اپنے لڑکوں کے نام لکھے ہیں وہ سب اسی اعتراض کے تحت ہیں کہ قابل وثوق تحریری دستاویز مانے جاتے ہیں۔ یوں تو ہر شخص کو تنقید کا حق حاصل ہے لیکن مورخین اسلامی عقائد سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد قلم اُٹھاتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔"

صلح و تقسیم ملک نیست بطریق وصایا گفته می شود که بسیار نامداران صاحب داعیه که با فروختن
نائرۂ قتال دولت را بجبرت گذاشته و عمر به تلخی بسر برده جان به ندامت داده اند یکی
ازاں جمله دارا شکوه بوده۔ اگر نصائح اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) می شنید چرا روز بد می دید
و حق بطرف او هم بود اما غرض آدمی را نمی گزارد که دمے چند بآسایش بر آرد۔ اللّٰهم
اصلح امة محمد و ارحم امة محمد صلی اللّٰه علیه و آله فی الاول والاخر والسلام

(۱۶)

یہ خط تاریخی واقعات کا خلاصہ ہے اور اس کے ذہن نشین کرنے کے لئے ضروری ہے
کہ مضامین عالمگیر (مولانا شبلی علیہ الرحمۃ) کے صفحات ۴ تا ۱۴ ملاحظہ فرمائے جائیں۔ میں
ان صفحات کا خلاصہ درج کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو مضمون خط کے سمجھنے میں آسانی ہو!
دکھن میں مسلمانوں کی پانچ ریاستیں قائم تھیں۔ ان میں خانہ جنگیاں شروع ہوئیں
اور اکبر اعظم نے بعض ریاستیں اپنے زیر نگیں کیں جہانگیر اور شاہجہاں نے اُن کے ساتھ
دوستانہ تعلقات قائم کرنا چاہے لیکن یہ ابن الوقت ریاستیں ضرورت کے وقت مطیع
ہوجاتی تھیں اور موقع پاکر پھر دشمن سے مل جاتی تھیں۔ مجبوراً یہ ریاستیں سلطنت تیموری
میں شامل کرلی گئیں۔ جب عالمگیر تختِ سلطنت پر بیٹھا تو منجملہ پانچ ریاستوں کے صرف
حیدرآباد اور بیجاپور باقی رہ گئی تھیں۔
بیجاپور کا بادشاہ سکندر عادل مرہٹوں سے سازش کرلے کے بعد عالمگیر کے مقابلہ میں
مرہٹوں کو مدد دیتا رہا حالانکہ عالمگیر نے اُس وقت تک بیجاپور کو چھیڑا بھی نہ تھا۔ عالمگیر نے
بار بار متنبہ کیا اور ہر قسم کی تدبیریں کیں لیکن سکندر کو کچھ احساس نہ ہوا۔ مجبوراً بیجاپور

---

[۱] سموگڈھ کی لڑائی کے قبل شاہجہاں نے تجویز فرمایا تھا کہ میدان جنگ میں خود بہ نفس نفیس جاکر دونوں
فوجوں کے درمیان میں اپنا خیمہ نصب فرمائیں گے اور جھگڑا طے ہوجائے گا۔ مگر داراشکوہ مانع ہوا ۱۲

فتح کرکے شاملِ ملکِ محروسہ کیا گیا۔ سکندر عادل کے ساتھ شاہانہ برتاؤ کیا گیا اور مرتے وقت تک وہی عزت قائم رکھی گئی۔ عالمگیر کے زمانہ میں حیدرآباد کا فرماں روا سید ابوالحسن شاہ تھا جو عوام میں تاناشاہ کے نام سے مشہور ہے۔ چونکہ قطب شاہ کے کوئی اولادِ ذکور نہ تھی اور نہ کوئی قریب عزیز تھا اس لئے مجبوراً ابوالحسن کو جو دُور کا واسطہ رکھتا تھا تخت نشین کیا گیا اُس کے عہدِ سلطنت میں عیش پرستی کا یہ عالم تھا کہ مدتِ سلطنت رانی میں کبھی دارالخلافت سے ایک کوس باہر نہیں گیا (ملاحظہ ہو مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۳۶ تذکرہ جان سپار خاں)

بادشاہ کے لہو و لعب نے تمام ریاست کو اس رنگ میں رنگ دیا اور ہر طرف بدمعاشی اور شراب خواری پھیل گئی۔ سید ابوالحسن شاہ کو سید مظفر ایک اولوالعزم امیر نے سلطنت دلائی تھی لیکن سید ابوالحسن نے اُس کو معزول کرکے مادنا نامی پنڈت کو وزارت کے عہدہ پر مامور کیا اور حکومت اور سلطنت کے تمام اختیارات اُس کو دیدیئے۔ اس کے تسلط اور اقتدار کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ سید ابوالحسن کے سپہ سالار ابراہیم خلیل اللہ خاں نے جو بڑے دبدبہ کا امیر تھا اپنے نگینہ پر یہ شعر کندہ کرایا ہے

زالتفاتِ بادشاہ و پنڈتِ پیچ روشن روان
گشت ابراہیم سرلشکر خلیل اللہ خاں

پنڈت مادنا کے تسلط اور اقتدار کے نسبت صاحب مآثر الامرا لکھتا ہے :-

" رتق و فتق امور ملکی و مالی باقتدار و برادر برہمان مادنا و اکنا کہ خمیر مایۂ مفاسد و فتن و مورثِ وبال و زوال آں دودمان گشتہ تفویض یافت "

(تذکرہ مہابت خاں حیدرآبادی صفحہ ۴۲۴ مآثر الامرا جلد سوم)

یہ وہ زمانہ تھا کہ سیواجی دربار سے بھاگ کر دکھن آگیا تھا اور اس کی مدد پنڈت اونا فوج اور روپیہ سے کر رہے تھے عالمگیر کے جلوس کا اکیسواں سال تھا کہ سیواجی نے تیموری حدود میں گھس کر جالنہ کو برباد کیا (اب ریاست حیدرآباد میں ہے) (دیکھو مآثر الامرا جلد اول از صفحہ ۳۴۵ لغایتہ ۳۴۹)

سیواجی کے مرنے کے بعد اُس کے جانشین سمبھاجی کو سید ابو الحسن نے عالمگیر کے مقابلہ میں مدد دی اور ایک لاکھ ہون (طلائی سکہ) نقد بھیجا۔ چنانچہ خافی خاں لکھتے ہیں:۔

" وعلاوہ آں در امداد سنبھا در تاخت ملک و تسخیر قلعہ جات در رسانیدن لک ہون نقد خود را بدنام و زبان زد عالمے ساختہ بود "

ان سب پر طرفہ یہ ہوا کہ جس زمانہ میں عالمگیر بیجاپور کے محاصرہ میں مشغول تھے تو سید ابو الحسن نے اپنے ایک سردار کو لکھا کہ ایک طرف سے سنبھاجی بے شمار فوج لے کر بڑھتا ہے اور دوسری طرف سے میں چالیس ہزار فوج بھیجتا ہوں دیکھوں حضرت عالمگیر کس کس کا مقابلہ کرتے ہیں چنانچہ اس واقعہ کی تصدیق سید ابو الحسن کے خط سے ہوتی ہے جو تمام مورخین نے نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۶۲۷ - ۶۲۹)

عالمگیر نے یہ سب واقعات سنے مگر ٹالتا رہا لیکن اس خط کے ملاحظہ کے بعد صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور شاہزادہ معظم کو حیدر آباد کی مہم پر تعینات فرما کر ارشاد ہوا کہ اگر یہ شرائط منظور ہوں تو عفوِ تقصیر کی سفارش کی جائے:۔

۱۔ مادنا وزارت سے معزول ہو کر مقید کر دیا جائے (سید ابو الحسن تو مست الست تھے اور یہی شخص سید ابو الحسن کو مرہٹوں سے ملائے ہوئے تھا اور مسلمانوں پر وزارت کی آڑ میں ہر طرح کے مظالم توڑ رہا تھا)

۲۔ سیرم و رانگیر وغیرہ جو ممالکِ محروسہ میں داخل تھے اور جن پر غاصبانہ قبضہ کر لیا گیا تھا واپس کرائے جائیں۔

۳۔ پیش کش مقررہ کے باقیات ادا کر دیئے جائیں۔

درباریوں کے اغوا کی وجہ سے تانا شاہ نے یہ شرطیں منظور نہیں کیں شاہزادہ

معظم نے زک فکریں کیں کہ لڑائی نہ ہو اور معاملہ طے ہو جائے مگر یاروں نے پیش جانے نہ دیا تنگ ہو کر شاہزادۂ معظم نے صرف اس شرط پر صلح کی گفتگو کی کہ سیرم واپس کر دیا جائے لیکن سید ابوالحسن نے یہ جواب دیا کہ سیرم ہمارے نیزہ کی نوک سے بندھا ہوا ہے۔

(ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۰۲)

حضرت شبلی مرحوم نے خوب لکھا ہے کہ " انصاف کرو۔ ان حالات کے ساتھ کہ بادشاہ کو انتظام کی قابلیت نہیں۔ رندی اور عیاشی دربار شاہی سے گزر کر چاروں طرف پھیلتی جاتی ہے۔ وزیر اعظم اور دوسرے ذمہ دار افسران ہندو ہیں جو مسلمانوں کو پامال کرتے جاتے ہیں مرہٹوں کو فوج اور خزانہ سے مدد دی جا رہی ہے کہ تیموری سلطنت کا تختہ اُلٹ دیا جائے تیموری علاقوں پر غارت گریاں ہو رہی ہیں۔ ان حالات کے ساتھ اکبر تو کیا اگر نوشیرواں اور عمر بن عبدالعزیز بھی ہوتے تو کیا کرتے؟ وہی کرتے جو دنیا بھر کے الزاموں کے ہدف عالمگیر نے کیا" (صفحہ ۱۱۔ مضامین عالمگیر)

جب کچھ پیش نہ گئی تو شاہزادۂ معظم نے حملہ کیا۔ تاناشاہ کے فوجی افسر اس کے ان مظالم کی وجہ سے تنگ تو تھے ہی ایک ایک کر کے چل دیئے۔ دونوں پنڈت صاحبان نے زیادہ ہاتھ پیر نکالے تو کسی منچلے نے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اب ابوالحسن نے نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ وزیر نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا تھا کسی میں مقابلہ کی تاب نہ تھی اور پنڈتوں کے مشوروں پر عمل کرنے کی وجہ سے عالمگیر کو منہ دکھلانے کے قابل بھی نہیں تھے۔ لیکن معافی کی درخواست کی تو عالمگیر نے حسب ذیل فرمان لکھا

درسنہ بست وہفتم جلوس ۱۰۹۴ھ:

اگرچہ افعال قبیح آں بدعاقبت از احاطۂ تحریر بیرون ست اما از صد یکے واز

بسیار اند کہ بہ شمار می آید۔

اوّلاً اختیار ملک و سطوت بہ کف اقتدار نافرجام ظالم دادن و سادات و مشائخ و فضلا را منکوب و مغلوب ساختن و در رواج فسق و فجور بہ افراط علانیہ کوشیدن و خود را از بادہ پرستی ریاست و بدمستی دولت در انواع کبائر شب و روز مستغرق بودن و بلکہ کفر از اسلام و ظلم از عدل و فسق از عبادت فرق نہ نمودن و در اعانت کفار حربی (سنبھاجی) اصرار کوزیدن و خود را در عدم اطاعت اوامر و مناہی خصوص در مادہ منع معاونت دار الحربی کہ نص کلام مجید بر تاکید واقع شدہ نزد خلق و خالق مطعون ساختن چنانچہ مکرر دریں باب فرامین نصیحت آمیز مصحوب مردم آداب داں مزاج گرفتہ حضور صادر شد و بنیہ از گوش نہ کشیدن بلکہ دریں تازگی فرستادن لکہون برائے سنبھالے بکردار بعرض رسید با ایں ہمہ غرور و بدمستی بادہ ناکامی نظر بر افعال و زشتی اعمال خود نہ نمودن و امید رستگاری در ہر دو جہاں داشتن ؎

خیال است و محال است و جنوں ~~بزہے تصور باطل زہے خیال محال~~

ان الفاظ کو غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور انصاف کرو کہ کیا ان میں ایک لفظ بھی واقعیت اور سچائی سے ہٹا ہوا ہے؟

حیدر آباد کا استیصال کرنا کسی اسلامی سلطنت کا نہیں بلکہ مرہٹی سلطنت کا استیصال کرنا تھا۔ فی زمانا مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ انگریزی تواریخ پڑھنے کے بعد معترض ہوتا ہے کہ دکھن کی سلطنتیں برباد کر کے عالمگیر نے اپنی ہی سلطنت تباہ کر لی۔ دکھن کی سلطنتیں مرہٹوں کو دبائے ہوئے تھیں اُن کا دباؤ اُٹھ گیا تو مرہٹے زور پکڑ گئے اور سلطنت مغلیہ کمزور ہو کر تباہ ہو گئی لیکن ان دوستوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دکھن کی یہ ریاستیں

مرہٹوں کی بلی گزار بن گئی تھیں۔ اگر عالمگیر حیدرآباد اور بیجا پور کو فتح نہ کرلیتا تو آج بڈہ دہ اور گوالیار کی طرح حیدرآباد اور بیجاپور پر بھی مرہٹوں کا علم لہرا رہا ہوتا (شبلی صفحہ ۱۴۱)

(۱۷)

بیجاپور اور حیدرآباد کے فتح ہو جانے کے بعد عمدۃ الملک مدارالمہام نے عرضداشت بھیجی کہ باقبال تعالیٰ (یا اقبال حضور لکھا عالمگیر کے یہاں جرم تھا) دکھن فتح ہوچکا۔ اب ہندوستان کو رونق افروز فرماکر دنیا کو معلوم کرنے دیجئے کہ خلافت پناہی کو اب ملک فتح کرنے کا کام باقی نہیں رہا اس عرضداشت کو پاکر حضرت عالمگیر نے فوراً جواب دیا۔

"عجب از آں خانہ زاد مزاج داں کہ چنیں عرض نمودہ۔ اگر غرض آنست کہ برمردم معلوم شود کہ کارنماندہ است خلاف واقع ست"

(یہ رقعہ ۱۰۹۶ھ میں لکھا گیا اس وقت مرہٹوں کے استیصال کا کام باقی تھا اور عالمگیر کو ناگوار تھا کہ وہ خلاف واقع کیوں تسلیم کرکے کہ اس نے دکھن میں سب کام کرلئے)

تا دمے از حیات فانی باقی ست از شغل و کار خلاصی نیست

(اور مرتے دم تک اس پر عامل رہا۔ بچپن سے ملک گیری کا شوق تھا اور مرتے دم تک لڑنے بھڑنے کا کام کیا لیکن غیر مسلم مورخ اس کو دوسرے پیرایہ میں دکھلا کر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرہٹہ قوم نے مرتے دم تک چین نہ لینے دیا) ؎

رہ رطول امل را رہبری درکار نیست
تا نفس باقی ست راہ زندگی ہموار نیست

مشکل دلِ رمیدہ ہوائے وطن کند
شبنم چناں برفت کہ یاد از چمن کند

اگر اعلیٰ حضرت بودن دار الخلافت و مستقر الخلافت اختیار می کردند و ہمیشہ در سفر می بودند کار باینجا نمی رسید کہ رسید و اگر از راہِ پاسِ ادب و در بردو قلعہ گیریہا مشقت می کشند آیندہ در محاصرۂ قلعہا متوجہ می شویم ؎

غریقِ عشق چہ اندیشہ از خطر دارد؟
سر گزشتہ چہ پروائے دردِ سر دارد؟

الحمد للہ در ہر مکان و ہر جا کہ ہستیم بزورِ دل از تعلقات بر داشتہ ایم و مردن را برخود آسان کردہ ایم ؎

عقدۂ وابستگی را اندک اندک باز کن
ورنہ مرگ ایں رشتہ را یک بار غافل می کشد

(۱۸)

فرزند عالی جاہ! یاد داریم کہ روزے بخدمت میاں عبد اللطیف[1] قدس سرہ الشریف

---

[1] محلہ دولتمندان شہر برہان پور میں مزار ہے۔ شاہزادگی کے زمانہ سے عالمگیر ان کے حلقہ بگوش معتقدوں میں تھا۔ میاں صاحب قدس سرہ الشریف نے اپنی کلاہِ مبارک تبرکاً عنایت فرمائی عالمگیر اُس کو جان کے برابر عزیز رکھتا تھا۔ جس سال انتقال ہوا کلاہ مبارک حمید الدین خاں بہادر کو مرحمت فرمائی۔ یوں تو عالمگیر ہر بزرگ کے مزار پر ادب کے ساتھ حاضر ہو کر اپنی مغفرت کے لئے دعائیں مانگتا تھا لیکن میاں صاحب کے وصال کے بعد اُن کے مزار پر حاضر ہو کر بہت خشوع اور خضوع کے ساتھ ایمان کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگتا رہا۔ جب بادشاہ ہو کر دکن آیا تو حضرت گیسو دراز کے مزار پر حاضر ہوا اور میاں صاحب کی سرکار میں حاضر ہو کر ان بزرگان کی روح پر فتوح سے استمداد دکن کے لئے دعائیں مانگیں مرنے کے قبل دکن کا ملک تمام و کمال فتح کر لیا اگر اُسے قبضہ میں رکھ سکے تو عالمگیر کا کیا قصور ہے۔

رفتیم و در اثنائے کلام گفتیم کہ اگر اجازت باشد چندہ دہ از مضافات کھرکون[1] برائے مصارف خانقاہ مقرر کردہ شود۔ در جواب این دو مصرع بر زبان صدق ترجمان راندند ؎

شاہ ما را دہ دہد منت نہد

رازق ما رزق بے منت دہد

گفتیم ہم چنین ست، اما تقدیم خدمت فقرا و اہل اللہ برائے خیر و برکت دینوی و عاقبت خود و حصول دعائے مزید نعمت دولت ست نہ برائے آرزو منت گفتند اگر فی الحقیقت از تصمیم ارادہ باطن نیت خیر ست نصف غلات از حصہ رعایا بگیرند بلکہ بمظلومان محنت کش زیادہ از آں بگذارند و اجرائے دو وظیفہ برائے گوشہ نشینان متوکل کہ زبان سوال بستہ در بیابانہا و زوایائے ویران مسکن دارند مقرر سازند و بداد مظلوماں نوعے برسند کہ حق کسے تلف نہ شود و دست اقویا از حال ضعفا کوتاہ باشد افزونی دولت و نعمت مشاہدہ نمایند۔

---

[1] پہلے صوبہ خاندیس کا پرگنہ تھا اور اب ریاست اندور کے علاقہ میں زر خیز صوبہ ہے یہاں موسیٰ شہید کا مزار ہے جو شاہجہانی عہد میں بنا تھا مقبرہ منہدم ہو گیا۔ صرف یہ کتبہ باقی ہے ؎

در جہاں داوری شاہ جہاں	کہ جہاں یافت ازو زینت و زین
از محمد شاہ اورنگ آرائے	چوں وطن یافت دریں ملک حسین
ساخت ایں روضہ زبیش اندیشی	چہ دکاخش ہمہ شد منصب عین
بود ایں جا برسد اہل دلے	لحظۂ وا رسد از کلفت و شین
بدعا یاد کند از رہ لطف	خیر بر رب الثقلین
زد رقم پیر خرہ تاریخش	ابدی گلشن اردیش حسین

(۱۰۰۱ھ)

۱۸۷۰ء میں قبر کا چبوترہ مہاراجہ ملہر راؤ ہلکر نے بنوا دیا جو نیا صوبہ دار کھرکون میں مقرر ہو کر آتا ہے پہلے سے جلوس کے اس مزار پر حاضر ہوتا ہے۔"

(دیکھو قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۲۲۴)

تقریب نالش سکنہ چکلہ کوڑا این نقل بیاد آمد کہ بے اختیار آں فرزند قلمی شد۔ والدعا

(۱۹)

شاہزادہ محمد اعظم سیر و شکار میں رہتے تھے اور اُن کی جاگیر کے علاقہ میں اہتمام ابتر تھا۔ متواتر اخبارات پہنچے کہ راستے محفوظ نہیں ہیں اور شاہزادہ صاحب توجہ نہیں فرماتے فوراً عتاب نامہ جاری ہوا۔ دوسرے موقع پر شکایت ہوئی تو مدعی کے مال کی قیمت شہزادہ سے دلوائی گئی۔ عالمگیر اپنی اولاد کو سزا بلا تحقیقات دیا کرتا تھا اُس نے کلیہ بنا رکھا تھا کہ شاہزادگان کی یہی سزا ہے کہ اُن کو بلا تحقیقات سزا دی جائے اور دوسرے صوبہ داروں کو تحقیقات کے بعد۔

فرزند عالی جاہ! اشقیا از چار کوہڈہ تا قادر آباد بتواتر راہ می زنند و مسافران کمتر راہ بسلامت طے کنند۔ احتمال غالب کہ بے خبری نخواہد بود العاقل تکفیہ الاشارۃ شمار اخبر دور و نزدیک زود می رسد یا از احوال مد روز چرا چرا علم ندارید فحد آل فی الحال باید کرد و نوکر خوب را بنوازش امتیاز بخشیدن و بدرا بہ کیفر عمل رسانیدن عمل سنت الدنیا مزرعۃ الآخرۃ انتظار جواب داریم۔ ظلمے از عاملے در حق خود فاتحہ خیر خواست جواب یافت کہ دربارہ ستمگاراں جز دادخواہاں دعائے خیر اثر ندارد

(۴۰)

چھوٹے چھوٹے معاملات کی اطلاع پہنچتی اور فوراً کارروائی شروع ہو جاتی تھی اخلاص کیش واقعہ نگار حیدرآباد مزار حضرت

گیسو دراز[1] پرنشہ کی حالت میں حاضر ہوا۔ دربار شاہی میں پرچہ گزرا۔ شاہزادہ
محمد اعظم کے نام حکم جاری ہوگیا۔ دیکھو کس طرح صاف صاف لکھا ہے کہ انصاف کے
مقابلہ میں کچھ عزیز نہیں ہے۔

"ماجرائے بے ادبی و بے اعتدالی ہائے بدایت کیش کہ بر مزار فائز الانوار شاہ
بندہ نواز گیسو دراز خمر خورد درفت و چوں نشاہ خود را عرض داد بتفصیل از فرد سوانح نگار
معروض بارگاہ والا گشت۔ آں عالی جاہ را بایستے کہ ہر گاہ آں نابکار بایں احوال
منکر دراں مقام رفتہ بود کسان خود را تعین نمودہ می فرمودند کہ قشقال کردہ بیارند
و جولاں کردہ ہمراہ گرز بردار بحضور می فرستادند۔ رعایت واقعہ نگاری بریں
نیاوردہ۔ ازینجا گرز بردار شدید تعین کردیم۔ آں لعین زا البتہ بیارند۔ ناکساں کہ بر روکار
آیند چنیں کنند۔ مارا در چنیں رواداری ہیچ یکے از فرزندان نیست تا بہ عنایت اللہ
خاں و دیگراں چہ رسد۔"

(۴۱)

سید لال شاہ منصب دار کی جاگیر شاہزادہ محمد اعظم صوبہ دار منار سور کے صوبہ
میں تھی یہ صوبہ اب ریاست اندور میں ہے اور آج بھی ویسا ہی زرخیز ہے جیسا کہ اس

[1] صدر الدین محمد حسینی نام تھا ۴ رجب ۷۲۱ھ کو بمقام دہلی رونق افروز عالم ہوئے پدر بزرگوار کا اسم گرامی حضرت راجو ہے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کے خلیفہ اعظم اور خاندان چشتیہ کے ان بزرگان میں ہیں جن کے روحانی تصرفات نے مسلمانوں کی مردم شماری میں بہت اضافہ کیا۔ بعد حب و خلافت گلبرگہ کی خدمت پر پیر و مرشد نے تعینات فرمایا۔ بندگان خدا کے تعلیم و تربیت میں بقیہ عمر اسی جگہ بسر کرنے کے بعد ۱۶ ذوالقعدہ ۸۲۵ھ کو پردہ فرمایا۔ مزار آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو "خاندان چشتیہ"

زمانہ میں تھا۔ علاقہ کی سرسبزی اور شادابی دیکھ کر صوبہ دار صاحب کی نیت خراب ہوئی اور عرضداشت کی کہ سید لال شاہ جاگیر دار شرابی ہیں اور ہر طرح کی بدعت کے مرتکب ہوتے ہیں اس لئے ان کی جاگیر ضبط ہو کر اس غلام کو (یعنی شاہزادہ) کو مرحمت کی جائے۔ اس درخواست پر بڑے لطف کے ساتھ شاہزادہ کو چشم نمائی کی گئی۔ ملاحظہ ہو۔ عالمگیر معروضے کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

کارے کہ تعلق بہ محتسب دارد بخود گرفتن والتماس تغیر جاگیر نمودن تصرف تازہ است، جاگیر یک پشتی تغیر نمودن محال ست چہ جائیکہ سہ پشتی؟ جاگیر کسے بگفتۂ کسے تغیر نمی شود۔ در نوکری آں بابا (شاہزادہ) با سید لعل مساوی و در سیادت طرف ثانی (سید لعل) ہزار مرحلہ زیادہ صدر الصدور بہ محتسب آنجا نویسد کہ بہ تحقیق رسیدہ مفصل معروض دارد۔ الحمد للہ کہ بطور اعلیٰ حضرت (صاحب قرآن ثانی) اولاد را مسلط نہ نمودہ ام کہ ندامت کشم۔[1]

(۲۲)

صوبہ احمد آباد بھی شاہزادہ محمد اعظم کی جاگیر میں تھا۔ سوانح نگار نے عرضداشت بھیجی کہ جاناجی[2] نے احمد آباد سے ۴۰ کوس کے فاصلہ پر سورت کی سڑک پر بیوپاریوں کو

---

[1] شخصی سلطنت میں بادشاہ جو کرنا چاہتا تھا کر گزرتا تھا۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اُس زمانہ میں مخفل قانون سازی نہ تھی لیکن یہ واقعہ پس پشت نہیں ڈالا جا سکتا کہ عالمگیر کے عہد میں اگرچہ آئینی سلطنت نہ تھی لیکن عنان حکومت ایسے مضبوط ہاتھ میں تھی جو مقررہ قواعد سے نہ تو خود تجاوز کرتا تھا اور نہ کسی کو مجال اُن کے توڑنے کی تھی۔

[2] جاناجی حیدر آبادی افسر تھا اور پھر دربار عالمگیری میں حاضر ہو کر منصب دار ہوا۔

لوٹ لیا اور جب شاہزادہ کو خبر دی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ امانت خاں[1] متصدی سورت کی فوجداری میں جرم ہوا ہے ہم کو تعلق نہیں ہے۔

عالمگیر نے سوانح نگار کی رپورٹ پڑھ کر حکم دیا:

پنج ہزار از اصل منصب کم و بموجب اظہار تاجران زر نقد از وکیل الشان (محمد اعظم) بگیرند اگر غیر بادشاہ زادہ می بود بعد تحقیق حکم شدے۔ برائے شاہزادہ سزا عدم تحقیق ست۔ زہے بادشاہ زادگی کہ خود را کمتر از امانت خاں بدانند، ہرگاہ در حیات ما دعوی وراثت ملک داشتہ باشد پس چرا در حیاتِ ما امانت خاں را شریک میراث نگردانند۔

دردے کہ بادوا نشد آں را علاج نیست
آں را کہ عقل نیست بہیچ احتیاج نیست

(۲۳)

شاہزادہ محمد اعظم کے مزاج میں شورش زیادہ تھی اور غصہ ور بھی تھے۔ ایک دن دربار میں کسی چیز کے لئے ملتجی ہوئے عالمگیر نے انکار کر دیا۔ محمد اعظم رنجیدہ ہو کر چلے تو اُن کے قدم کا کچھ حصہ شاہی مسند پر پڑ گیا۔ عالمگیر نے ناخوش ہو کر شاہزادہ کا سلام

---

[1] میر حسن نام اور امانت خاں خطاب تھا۔ میرک معین الدین دیانت خاں کے منجھلے لڑکے خواف کے رہنے والے اور نجیب الطرفین سید تھے عہد عالمگیری میں میر حسن مالوہ کے دیوان رہے اور اُن کے چھوٹے بھائی محمد قاسم صوبۂ ملتان کے دیوان تھے۔ شاہ نواز خاں مصنف مآثر الامرا تیموریہ ان ہی محمد قاسم کی اولاد میں تھے شاہ نواز خاں کو موت نے مہلت نہ دی اور مآثر الامرا کی تکمیل کا کام اُن کے خلف الرشید سید عبد الحی نے انجام دے کر سرکار آصف جاہ سے صمصام الدولہ بیگ کا خطاب حاصل کیا۔

بند کردیا شاہ سلیم اللہ نے عرض کیا کہ قدم غفلت کی وجہ سے بہک گیا تھا اور ساتھ ہی آیت
شریف لکھی من عفے واصلح فاجرہ علے اللہ
در پائین آیت شریف دستخط شد ؎

"از ساحلِ نجات بہ بحرِ فنا فتاد
از حدِ خود کسے کہ قدم بیشتر گزاشت"

(۲۴)

شاہزادہ محمد اعظم قلعہ پرنالہ کی فتح کے لئے بے چین تھے اور چاہتے تھے کہ فتح
ان کے نام ہو۔ مزاج میں بیباکی اور بہادری زیادہ تھی اس لئے اکثر مورچال کے
ملاحظہ کے لئے تنہا چل دیتے تھے۔ ناظر لشکر اور محلدار نے پرچہ گزرانا اور شکایت کی
کہ باوجود ممانعت شاہزادہ معظم بے باکانہ کام کر بیٹھتے ہیں۔ بعد ملاحظہ عرضداشت حکم ہوا
"عجب از آں فرزند کہ صحبتِ ما ہیچ اثر نہ کردہ؟ از احتیاط و دوربینی ہزار مرحلہ
دور افتادہ الحزم سوء الظن بخاطر نیاوردہ واز آیت ولا تلقوا بایدیکم
الی التہلکۃ بہرہ نیافتہ ؎

مرغے کہ زیرک ست دریں بوستاں سرا
گل را خیالِ چنگلِ شہباز می کند

خوں می چکد ز زخمِ نمایاں نخندہ اش
کبکے کہ بے ملاحظہ پرواز می کند

دلیری مردمی و تہوری و بیباکی نیست بلکہ در خود شکنی ست ؎

کمال جرأتی و مردانگی ست خود شکنی
ببوس دستِ کسے را کہ ایں کماں شکند

(۲۵)

ناظرِ ڈیوڑھی شاہزادہ محمد اعظم نے احمد آباد سے رپورٹ بھیجی کہ نور النسا محلدار نی کے ساتھ شاہزادہ بدسلوکی سے پیش آیا اور جب اُس نے سواری کی ممانعت کی تو محل سے نکال دی گئی حکم ہوا۔

"منصبداران متعینہ و خواجہ قلی خاں با فواج خود و راجہ بزور متفق شدہ مانع سواری و دیوان شوند تا حکم حضور برسد۔"

شاہزادہ نے محلدار اور ناظر سے معافی مانگ لی اور درخواست عفو جرم اپنی بہن کے ذریعے سے پیش کی حکم ہوا:-

"تغیر محال را موقوف کردیم لیکن اگر تعزیر بمال ہم نہ شود باز ہم جرأت بایں طور امور باقی می ماند۔ تعزیر ایں جریمہ پنجاہ ہزار روپیہ از نقدی آں فرزند نا عاقبت بیں یوزباشی بسپارند تا داخل خزانۂ عامرہ نمایند۔"

بے عزت

(۲۶)

فرزند عالی جاہ! در احمد آباد میر عرب درویش را دیدہ اند، البتہ باز بروند و سلام ایں شرمندۂ حقیقی و طالب دعا را ابلاغ نمایند و خبر عواقب امور و سلامت ایمان از دل و جان مسالت کنند و بگویند کہ نزدیکی با جل و دوری از حسن عمل عمر ایں فانی بے حاصل گزشت و قدرے کہ ماندہ نیز لا حاصل می رود، قدم حیات پیش رود و فکرِ نجات پس۔

انچہ ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نہ کرد
درمیانِ خانہ گم کردیم صاحب خانہ را

اس رقعہ کو بھی دیکھ کر غالباً غیر مسلم مورخ یہی نتیجہ نکالیں گے کہ اپنے گناہوں سے پشیمان تھا اس لئے عقبیٰ کا مواخذہ اس کو ہر وقت پریشان کئے رکھتا تھا۔

(۲۷)

مرزا میر معزالدین فطرت حضرت سید امام موسیٰ رضا علیہ الرحمۃ کی اولاد میں تھے اس لئے موسوی کہلاتے تھے ۱۰۵۰ھ میں فارس میں پیدا ہوئے۔ علامہ میرزا محمد زماں کے نواسے تھے اور فاضلِ اجل آقا حسین کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کئے ہوئے تھے۔ شاعری سے ذوق تھا پہلے فطرت تخلص کرتے تھے اور بعد کو موسوی پسند کیا جب علم حاصل کر چکے تو وطن کو خیرباد کہہ کر ہندوستان آئے۔ یہاں عالمگیری ڈنکہ بج رہا تھا۔ قدر شناس بادشاہ نے منصب سے سرفراز فرمایا موسوی خاں خطاب دے کر صوبہ عظیم آباد پٹنہ کا دیوان مقرر کیا۔ مگر بزرگ امید خاں ناظم سے جھگڑا ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد دکھن تبدیل کئے گئے اور اسی ملک میں دیوانی کی خدمت نیک نامی کے ساتھ انجام دے کر ۱۱۰۵ھ میں اور بروایت بعض ۱۱۰۰ھ میں راہی ملک بقا ہوئے آگرہ میں ان کی جاگیر ۲۰۰ بیگھہ کچہری گھاٹ سے درگاہ سید متصل راج گھاٹ تک تھی۔ مرزا کا عقد صبیہ شاہ نواز خاں کے ساتھ ہوا تھا ہندوستان آکر مرزا نے شعرائے ہندوستان میں خاص شہرت حاصل کی صاحب دیوان تھے۔ تذکرہ گلشن فطرت ان کی تصنیف ہے کلام سے

بیاد تو فکر دل ناشاد ندارد　　　این شیشۂ مے غیر پری زاد ندارد

دیگر

نو توبہ ایم کہنہ شرابے بجام کن　　　ساقی خمار ناقص ما را تمام کن

دیگر

نباشد آشنائے در جہاں غیر از شئے نامم　　　اگر در خانۂ خود نیستم در عالم آیم

دیگر

نظر بر گریۂ مستانہ ام گردش می کردی　　　شراب جلوہ را در ساغر آغوش می کردی

دیگر

در قتل ما نہ کرد کمی انتظار تو　　　کوتاہی کہ بود ز عمر دراز بود

دیگر

ندارد با بزرگاں چیرہ گشتن صرفہ نفرت　　　کہ کہسار از جواب ہیچکس ملزم نمی گردد

دیگر

نمی باشد نگیں قیمتی از نقش در طالع　　　ہنر ہر کس کہ دارد در جہاں گمنام می گردد

مرزا نازک دماغ تھے۔ عالمگیر سے کسی بات پر بگڑ بیٹھے اور کسی چیز کے طالب نہیں ہوئے قدرشناس بادشاہ کو ایک مرتبہ خیال آیا اور میر بخشی بہرہ مند خاں سے فرمایا کہ موسوی خاں پریشان رہتے ہیں لیکن بد دماغی کی وجہ سے درخواست نہیں کرتے اور ہم نے عہد کر لیا ہے کہ جب تک مرزا عرض نہ کرینگے ہم خبر نہ ہونگے۔ بہتر ہوگا کہ ہمارے ما فی الضمیر سے آگاہ کرکے اُن سے درخواست منگوائی جائے۔ مرزا نے بہزار دقت درخواست لکھی اور عرض کیا ہے

در طلب با بیزبانان اُمت پر دا نہ ایم
سوخلن۔ از عرضِ مطلب پیش من آسماں زرست
شد از غرورِ غلامی زبانِ عرض خموش
مرا براو خطا۔ ایں صوابہا انداخت
از موجِ فیضِ بحرِ کرم اقرار نیست
اہلِ سوال بیہدہ ابرام می کند

بعد ملاحظہ حکم ہوا : ؎

بیزبانی می کشاید بند ہائے سخت را
در قفس طوطی زمنقارِ سخنگوئے خود است

لیکن ؎

ہیچ مردے درپئے اصلاح خوئے خویش نیست
ہر کرا دیدیم در آثار ایشِ خوئے خود است

بموجب حدیث "السلطان ظل اللہ" ہر گاہ سلطان عصر با نوکران خود التجا مطلب اوکند و او جواب بایں خوبی دہد از اخلاق بعید ست کہ التفات بحالِ او نہ شود"

(۴۸)

اس کے بعد شاہزادۂ اعظم نے سفارش کی۔ مرزا دیوان اور پھر بخشی ہو گئے
فرزند عالی جاہ ! مولوی موسوی خاں را بہ تجویز آں فرزند بخشی اول کردیم (در کار شاہزادہ) آدمی اگر از عہدۂ یک کار ہم خوب بر آید غنیمت ست صورتش بد گفت

سیرتش نمیدانم ؎

کہ خبثِ نفس نگردد بسالہا معلوم

کلیہ این ست ہر کرا خدمتے باید فرمود تحقیق متفحص احوالش باید بود کہ ابناے دنیا در ابتدا بہ تقدیم حسن خدمت فریفتہ می نمایند و باز اغراضِ نفسانی را کار می فرمایند۔ اینجا بعد افتخار خاں و محمد علی خاں خانِ سامانی را فاضل خاں و فضائل خاں خوب کردند کہ آثار خیر از ناصیۂ آنہا دیدہ می شد۔ امراض بدنی را اطبا علاج توانند کرد امامریضانِ اغراض را مقلب القلوب دوا کند۔

(۲۹)

۱۰۹۶ھ میں صوبۂ اُجین میں بہار سنگھ باغی ہوگیا۔ شاہزادہ محمد اعظم کے دیوان تلوک چند نے حملہ کر کے بغاوت فرو کی۔ دیکھو کس خوشی کے ساتھ دیوان کے کام کی داد دے کر اس کو سرفراز کرتا ہے۔ پھر بھی الزام ہو کہ عالمگیر ہندوؤں سے مشکوک رہتا تھا اور اُن کی قدر نہیں کرتا تھا۔

فرزند سعادت توام۔ از وقائع صوبۂ مالوہ بعرض رسید کہ بہار سنگھ کو رباطن از کمال نخوت و پندار مایۂ شور و فساد شدہ مصدرِ ہنگامہ آرائی بود از دست تلوک چند پیش دست دیوان آں فرزند ارجمند اقبال پیوند کشتہ شد ؎

اے خدا قربانِ احسانت شوم

ایں چہ احسان ست قربانت شوم

فی الحقیقت ظہور ایں امر نتیجہ تشفیق تربیت آں فرزند ست کہ نوکراں را دل دادہ سرگرم کارہائے عمدۂ بادشاہی می کنند باایں توجیہ کہ تہنیت خالی بزبان نیاید

مالائے مروارید قیمتی پنجاہ ہزار برائے آں فرزند مرحمت نمودیم وچوں ایں ہندو ہمال مثل ریاست آوردہ گویا گنجشک مردانہ بازے رازدہ، اورا بہ منصب پانصدی ذات ودوصد سوار خطاب رائے وعطائے خلعت وشمشیر واسپ سربلندی بخشیدیم۔ آں فرزند ہم رعایتے درخور کہ موجب امتیاز او دراقران وامثال تواند بود۔ البتہ مع نشان تحسین وآفرین واستقلال نیابت صوبہ بفرستند، تاکہ نوکرانِ دیگر را ہوسِ حسنِ خدمت وامید نتیجہ افزاید۔

(۳۰)

فرزند سعادت توام محمد اعظم۔ ظاہرالبیر ناظر دیوان خانہ آں فرزند عالی جاہ درخانقاہ قمار می بازد۔ حیف صد حیف، دعویٰ جہاں بانی وایں ہمہ غفلت ونسیانی ہرکارہ چہ شد کہ خبر نمی رساند؟

زرا غفلت دیکھی اور فوراً باز پرس کرنے لگا۔ محکمہ پرچہ نویسی کا اعلیٰ انتظام دیکھو۔ صوبہ دار صاحب غافل۔ لیکن جہاں پناہ کو خبر مل گئی کہ جوا ہوتا ہے اور فوراً بندوبست کیا گیا۔ گویا پرچہ نویسی کے ذریعے سے حکام کے اعمال کی اصلاح منصور تھی ایسے کاغذات کو بکس میں بند کرنے کا دستور نہ تھا، بلکہ خطاکار متنبہ کیا جاتا تھا اور دارو گیر ہوتی تھی۔

(۳۱)

فرزند عالی جاہ۔ قاضی عبداللہ[1] برحمت حق پیوست ماراد خلق رادریں خدمت

[1] قاضی محمد شریف کے لڑکے تھے بجائے قاضی ابوسعید کے ۱۰۹۵ھ میں قاضی لشکر ہوئے۔ زہد و اتقا اور بے غرضی کی وجہ سے عالمگیر ان کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا جو درجہ قاضی عبدالوہاب کا تھا اور جو تعظیم و تکریم ان کی تھی وہی بات قاضی عبداللہ کو بھی حاصل تھی۔ قاضی نے بعارضہ فالج ۱۱۰۹ھ بمقام شولا پور انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

خوشنود داشته بود. از احوال پسرانش اطلاع نداریم عبدالمجید خاں پسر کلاں او چندے قاضی رکاب ایشاں بود۔ جوہر فضیلت وبے غرضی وصلاح اگر دارد بنویسند؛ امرے خطیر تر از قضا نیست کہ بندگان او جل شانہ بقول وتصدیق قاضی اسیر وقتل می شوند۔ از قضاۃ شیخ الاسلام در تحقیق وتشخیص صادق وبطلان بتوفیق حسنات چناں کہ باید وفق بود۔ آدم خوب النادر کالمعدوم

(۳۲)

سیواجی جب اکبر آباد سے نکل کر دکھن پہنچا تو ریاست گولکنڈہ کی اعانت سے شاہی علاقوں پر غارت گری شروع کردی۔ سنہ ۲۳ جلوس مطابق ۱۰۹۰ھ میں سیواجی نے وفات پائی۔ اس کا لڑکا سنبھاجی جانشین ہوا۔ اس نے برہان پور پر دفعتاً حملہ کر کے نہایت سفاکی اور بے دردی سے تمام شہر کو لوٹا اور شہر میں آگ لگادی۔ علما اور مشائخ برہان پور نے ایک محضر تیار کر کے عالمگیر کے پاس بھیجا کہ یہ ملک دارالحرب ہوگیا اور اب یہاں جمعہ اور جماعت جائز نہیں۔ عالمگیر نے اب تک مرہٹوں کی شرارتوں پر چنداں توجہ نہیں کی تھی لیکن اس واقعہ نے اس کو متاثر کیا اور محضر کے جواب میں لکھا کہ میں خود آتا ہوں اور سنہ ۲۵ج میں دکھن روانہ ہوا

اورنگ آباد میں داخل ہو کر معظم شاہ کو مرہٹوں کے استیصال کے لئے روانہ کیا۔ معظم شاہ دکن کے تمام علاقوں کو پامال کرتا ہوا انتہائی حد تک پہنچ گیا۔ لیکن آب وہوا کی خرابی اور رسد کی نایابی کی وجہ سے اُس کو واپس بُلالیا۔ اس کے بعد فوجیں متعین ہوتی رہیں۔ چوں کہ سنبھاجی کو بیجاپور اور حیدرآباد سے مدد ملتی رہتی تھی

اس لئے عالمگیر نے مرہٹوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر ان ریاستوں کی طرف رخ کیا
اور ان کو فتح کرنے کے بعد سختی کے ساتھ مرہٹوں کے استیصال پر متوجہ ہو گیا۔
(صفحہ ۴۱ مضامینِ عالمگیر)

اس کے لئے سب سے زیادہ مقدم تھا کہ مرہٹوں کے قلعے جو اُن کے جائے پناہ تھے
فتح کر لئے جائیں یہ قلعے نہایت محفوظ بلند اور مستحکم تھے اور چاروں طرف سے خندقوں
اور غاروں سے گھرے ہوئے تھے۔ ان کا فتح کرنا آسان نہ تھا۔ راج گڈھ کے قلعہ کا
دور بارہ میل تھا اور راستہ اس قدر دشوار گزار کہ کئی کئی دن کے متواتر سفر
میں ایک ایک کوس طے ہوتا تھا۔ لین پول صاحب ناممکن العبور دریاؤں سیلابی والوں
اور تنگ راستوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ چارہ گھاس نہ ملنے سے جانوروں اور
بار برداری کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ فوج بے دست و پا ہو جاتی تھی۔ برسات کے
سوا گرمیوں میں منزلوں کی سختی خیموں کی اذیت اور پانی نہ ملنے کی مصیبت
بیان سے باہر ہے۔

عالمگیر کی عمر اس وقت ۸۰ برس کی تھی۔ تاہم اس جوان ہمت بادشاہ نے
بذاتِ خود اس مہم کی کمان لی اور بالآخر تمام قلعے ایک ایک کر کے فتح کر لیے۔
الفنسٹن صاحب نہایت مجبوری اور ناگواری سے اس طرح شہادت دیتے ہیں:
...... اگلے چار برس میں سارے بڑے بڑے قلعوں کو اپنے تصرف میں لایا۔
.... ہاں انجام ان کا یہ ہوا کہ وہ قلعے مذکورہ بالا فتح ہو گئے (تاریخ الفنسٹن
مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۴۱۱)

غرض ۱۱۱۷ھ مطابق ۴۹ جلوس یعنی عالمگیر کی وفات سے دو برس قبل

مرہٹوں کے تمام قلعے اور محفوظ مقامات فتح ہو گئے، اور عالمگیر نے دیوا پور میں جو دریائے کرشنا کے قریب ہی قیام کر کے چین قلیچ خاں کو اس کام پر متعین کیا کہ تمام ملک میں امن وامان کی منادی کرا دی جائے اور رعایا کو ترغیب دی جائے کہ اپنے اپنے گھروں پر آکر آباد ہو جائیں۔ (مآثرِ عالمگیری صفحہ ۵۰۷)

مرہٹے اب بالکل بے خانماں ہو گئے تھے اور خانہ بدوش ہو کر ادھر ادھر قزاقوں اور ڈاکوؤں کی طرح چھاپے مارتے پھرتے تھے۔ جب کوئی نیا ملک فتح ہوتا ہی تو یہی حالت باقی رہتی ہے۔ برہا میں یہی ہوتا رہا۔ خود ہندوستان میں ابتدائے عملداری میں مدتوں تک پنڈارے کئی کئی سو میل تک دھاوا کرتے پھرتے تھے اور دوسرے لوگ بھی یہی کرتے رہے۔ (صفحہ ۴۵۔۴۶ مضامین شبلی)

انگریزی مورخ ان ہی مرہٹوں کو اس صورت میں دکھاتے ہیں کہ تیموری سلطنت ایک مردہ لاش تھی جس کو مرہٹے چاروں طرف سے نوچنے لگے تھے۔ وہ اس کا خیال نہیں کرتے کہ کسی طاقتور قوم کا استیصال دفعتاً نہیں ہوتا۔ عالمگیر کے جیتے جی سیواجی مر گیا، سنبھا مارا گیا، راجہ رام آوارگی اور صحرا نوردی کے نذر ہو گیا۔ سنتا کا سر کٹ کر دربار پہنچا۔ غرض علم بردارانِ بغاوت ایک ایک کر کے مٹا دیئے گئے۔ تمام قلعہ جات پر قبضہ کر لیا گیا اور دکھن سے لے کر مدراس تک سناٹا ہو گیا۔

ہیچ خارے نیست کز خونِ شکارے سرخ نیست
آتشے بود آں شکار افگن کزیں صحرا گزشت

عالمگیر اس کے بعد ہی دنیا سے اُٹھ گیا۔ اب یہ اس کے جانشینوں کا کام تھا کہ ان اُڑتے ہوئے ذروں کو بھی فنا کر دے۔ لیکن خوبیٔ قسمت سے تیموری مسند

معظم شاہ کے ہاتھ آئی اور بے درد مورخوں نے اخلاف کا الزام بلند پایہ اسلاف کے نامۂ اعمال میں لکھا۔ اس سے بڑھکر کیا بے انصافی ہوسکتی ہے؟ اب حالت یہ ہے کہ اسکول کا ایک ایک بچہ عالمگیر پر نکتہ چینی کے لئے تیار ہے لیکن درحقیقت ان کا قصور نہیں ہے

قتلم از عشوہ نمائے ست کہ من می دانم
سر ایں فتنہ زجائے ست کہ من می دانم (شبلی صفحہ ۴۸)

ان سطور کے بعد جو رقعے دکھن کے قلعہ جات کی تسخیر کے بابت لکھے گئے ہیں اُن کے سمجھنے میں آسانی ہوجائے گی اور ناظرین معلوم کرسکیں گے کہ جو استعارات رقعوں میں ہیں اُن کا مطلب کیا ہے۔

(۳۲)

فدوی درگاہ![1]

مقرب خاں[2] کہ بہ تسخیر پرنالہ[3] مامور شدہ حسب الحکم درباب دستگیر کردن

[1] نواب مدار المہام ۱۲ ۵۲ شیخ نظام نام تھا اور حیدر آبادی امیر تھے ... اکنا اور مادنا کے مارے ہوے دربار عالمگیری میں حاضر ہوئے مقرب خاں خطاب ہوا۔ ۳۲ جلوس مطابق ۱۱۰۰ھ میں سنبھاجی کے استیصال کے لئے مقرر ہوئے۔ مقرب خاں نے کولاپور پہنچکر قیام کیا یہاں اس کو خبر لگی کہ سنبھاجی دو تین ہزار سوار کے ساتھ سنگمیر میں مقیم ہے۔ یہ مقام کولاپور سے ۴۵ کوس تھا اور راستہ اس قدر دشوار گزار کہ خان کو اکثر پیدل چلنا پڑا۔ تاہم تیزی سے یلغار کرکے پہنچا اور سنبھاجی کو چھاپ لیا۔ مقرب خاں کی ہمت کو دیکھو صرف تین سو سوار ہمراہ تھے مگر حملہ کرکے کامیاب ہوگیا اور سنبھاجی مع بیوی بچوں کے گرفتار ہوگیا۔ اس نمایاں کام کے صلے میں ہفت ہزاری منصب مرحمت ہوکر علم و نقارہ اور خلعت عطا ہوا اور خطاب خان زماں فتح جنگ سے سرفراز کئے گئے۔ ان کے لڑکوں کے منصب میں ترقی ہوئی۔ بڑے لڑکے اخلاص خاں سے خان عالم ہوئے اور پنجہزاری منصب عطا ہوا دوسرے لڑکے شیخ میرن کو منور خاں کا خطاب اور شیخ عبداللہ کو اختصاص خاں کا مرحمت ہوا۔ خان زماں فتح جنگ بہادر نے ۱۱۰۱ھ میں رحلت فرمائی ۱۲ [3] ۵۳ پیچ دار اور دشوار گزار گھاٹیوں میں ستارہ سے

(بقیہ نوٹ بر صفحۂ آئندہ)

زمیندار[1] او باید نوشت و تاکید زود رفتن خان مذکور بر سرش دریں وقت کہ آں بدمست[2]

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ۷ کوس کے فاصلہ پر دریا کے کنارے واقع تھا اور اس زمانہ کے لحاظ سے دکھن کا دوسرا ناقابل فتح قلعہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ قلعہ سیواجی نے بیجاپور کی ریاست سے حاصل کیا اور مغلوں نے فتح کر کے قبضہ کر لیا۔ لیکن مرہٹوں نے پھر فتح کیا جب یہ خبر عالمگیر کو پہنچی تو فرمایا کہ پرنالہ رفت بلکہ بیجاپور رفت۔ اس قلعہ کی مہم پر نامی جرنیل تعینات رہے لیکن خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر بوڑھے بادشاہ نے مہم اپنے ذمہ لی اور قلعہ پر دھاوا کیا۔ وہ دن بھی قیامت کا دن تھا ایک طرف تو طوفانی بارش اور بادل اور بجلی کی کڑک دھمک اور دوسری طرف مغلیہ فوج کے حملوں کے نعرے۔ ایک طوفان برپا تھا قلعہ فتح ہو گیا بشاہان بیجاپور کی بنوائی ہوئی مسجد قابل افسوس حالت میں پائی گئی مرہٹوں نے مسجد کی بے حرمتی ہر طور پر کر کے بہت کچھ توڑ پھوڑ ڈالا تھا۔ از سر نو مرمت کرائی گئی اور قلعہ کا نام شاہ درک رکھا گیا غرہ محرم ۱۱۱۲ھ کو قلعہ فتح ہوا تھا۔

[1] و [2] سنبھاجی سے مراد ہے جو سیواجی بھونسلہ کا بیٹا تھا۔ باپ کے مرتے وقت قلعہ پرنالے میں تھا سیواجی کے بجائے ستارا کا راجہ ہوا اور اپنے سوتیلے بھائی راجہ رام کو قید کر لیا اور دیگر مخالفین کے ساتھ بری طرح پیش آیا وزیر پنڈت کلب ہنس (کب لاش ؟) کو تمام اختیارات سپرد کئے۔ اس وزیر سے ہندو رعایا بھی تنگ ہو گئی۔ سنبھاجی نے ہندو رعایا پر طرح طرح کے مظالم کئے۔ بیچارے مسلمان کس شمار میں تھے ان کی مسجدیں مسمار کرا دیں۔ نو سال تک اپنا وقت عیش و عشرت میں بسر کیا۔ جب مقرب خاں (فتح جنگ بہادر۔ خان زماں) تین سو آدمی لے کر سر پر پہنچ گیا اور ہرکاروں نے خبر دی تو ان کی زبانیں کٹوا لیں کہ مسلمان یہاں کہاں۔ مہاراجہ اپنے وزیر کے یہاں تفریح کے لئے گئے تھے اور کم بخت ہرکاروں نے منحوس خبر پہنچائی اور اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ جب مقرب خاں نے حملہ کر دیا تو مہاراجہ تین ہزار پیدل اور سواروں کو لے کر مقابلہ پر آئے لیکن شکست کھائی اور مع اہل و عیال کے زندہ گرفتار ہو گئے اور پردھان پنڈت کلب ہنس بھی گرفتار ہو گئے۔ چوں کہ سنبھاجی سخت سفاک اور ظالم تھا اور نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی اس کی سفاکیوں اور بے رحمانہ غارت گریوں سے نالاں تھے۔ اس لئے جب اس کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو ملک میں خوشی کے غلغلے بلند ہوئے۔ جب وہ پابہ زنجیر عالمگیر کے دربار میں روانہ کیا گیا

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آیندہ)

بادۂ غرور / جریدہ از راہیسٹری بنا بر نزاع بہ اقوام برگے

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) تو راہ میں جدھر گزرتا تھا شریف عورتیں تک گھروں سے نکل آتی تھیں اور خوشیاں کرتی تھیں (ملاحظہ ہو خافی خاں و مضامین عالمگیر صفحہ ۴۲) دربار میں پیش ہو کر سنبھاجی نے رد و در رو عالمگیر کو سخت گالیاں دیں۔ اس جرم میں اور بغاوت اور قتل کے الزامات میں عالمگیر نے اس کی زبان کاٹنے کا حکم دیا پھر آنکھیں نکلوا کر قتل کرا دیا۔ اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ عالمگیر کے پچاس برس کی حکومت کا صرف یہ ایک مستثنیٰ واقعہ ہے۔ ورنہ اس نے کبھی کسی کو اس قسم کی سزا نہیں دی۔ یہ بھی یاد رکھے گا کہ اس زمانہ میں یہ سزا وحشیانہ نہیں خیال کی جاتی تھی۔ عنایت اللہ خاں نے تاریخ گرفتاری لکھی :- ۵ بازن و فرزند سنبھا شد اسیر

جب اس کا بیٹا ساہوجی اور اس کی ماں بھی گرفتار ہوئی اس کے ساتھ عالمگیر کے فیاضانہ سلوک کی نظیر تاریخ میں کم مل سکتی ہے۔ ساہو ہفت سالہ کو ہفت ہزاری کا منصب اور راجہ کا خطاب دیا اور اس کی سرکار قائم کر کے دیوان اور بخشی مقرر کئے۔ اس کا خیمہ ہمیشہ شاہی خیمہ کے ساتھ ایستادہ کیا جاتا تھا۔ اس کے چھوٹے بھائی یعنی مدن سنگھ اور اودھ سنگھ کی بھی اسی طرح قدر افزائی کی۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ بے شبہ فیاضی کا کام کیا لیکن دور اندیشی سے دور (خافی خاں صفحہ ۳۸۹)

ہندوؤں کے مذہب میں قید کی حالت میں کھانا نہیں کھاتے۔ اس لئے ساہو صرف مٹھائی اور میوہ جات پر بسر کرتا تھا۔ عالمگیر نے حمید الدین خاں کے ذریعے سے کہلا بھیجا کہ جا کر ساہو سے کہو کہ تم قید میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں ہو۔ اس لئے بے تکلف کھانا چاہیے (مآثر عالمگیری صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ کلکتہ)

عالمگیر کا برتاؤ ساہو کے ساتھ مربیانہ اور فیاضانہ رہا۔ چنانچہ عالمگیر کے مرنے کے بعد گو ساہو نے خود مختاری کا علم بلند کیا لیکن عالمگیر کے احسان کا اتنا پاس کیا کہ سب سے پہلے قبر پر حاضر ہوا اور محتاجوں کو کھانا کھلوایا (مآثر الامرا ...) عالمگیر نے راجہ ساہوجی کی شادی ۱۱۱۵ھ میں صبیہ بہادر جی مرہٹہ کے ساتھ کر دی اور کمر بند مرصع مع سرپیچ مینا کار قیمتی دس ہزار مرحمت کیا۔ مرتے دم تک عالمگیر نے راجہ ساہو کے ساتھ پدرانہ برتاؤ رکھا بادشاہ کے مزار کی زیارت کے بعد راجہ ساہوجی ستارا گئے اور ان کی گدی نشینی عمل میں آئی پچاس سال تک حکومت کی اور مرنے کے بعد اس کا متبنیٰ لڑکا رام راجہ راجہ ہوا مگر اختیار پیشوا کے ہاتھ میں رہا۔ کولھاپور کی ریاست متبنیٰ لڑکے کے ہاتھ میں رہی اور دیگر ممالک کا پیشوا حاکم رہا۔ اس طرح سیواجی کا برائے نام خاندان کولھاپور میں محدود ہو گیا ۱۲

۱۵ راہیری۔ مرہٹوں کا مستحکم قلعہ تھا اس کو ابراہیم اعتبار خاں نے ذوالفقار خاں نصرت جنگ ...

(بقیہ نوٹ برصفحہ آئندہ)

به قلعهٔ کهلنا رفته بردزدی ترقیم باید نمود۔ غالب که بر دوست یابد وآن بے راہ رو مسلم آزار را یابد بمکافات کند، استغفر اللہ او چہ می کند ؟ ہر چہ می کند حق می کند و بجزاے کردار می رساند ـــــــ

(۳۴)

فرزند عالی جاه!

تفصیل مصائب بیاق ـ گھاٹ از نوشتۂ وکیل و اظہار جواسیس شنیدہ باشد ؟

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ۱۵ محرم ۱۱۰۲ھ کو فتح کیا اور صلہ میں ذو الفقار خاں ہوئے اور انعام سے مالا مال کئے گئے۔ اسیران جنگ میں مہاراجہ سیواجی کی بیویاں اور بوڑھی ماں بھی تھیں اور لڑکے لڑکیاں بھی۔ ان کے ساتھ جو کچھ برتاؤ کیا گیا وہ درج ہو چکا ہے۔ فتح کے قبل راجہ رام پسر سیواجی جوگیوں کے لباس میں چھپکر نکل گیا۔

۱؎ بالاگھاٹ کی دشوار گزار پہاڑیوں میں یہ قلعہ واقع تھا اور اس کا فتح کرنا کارے دارد تھا لیکن عالمگیر نے حملہ کرکے ۱۹ محرم ۱۱۱۳ھ کو فتح کیا اور قلعہ کا نام سخرلنا رکھا۔ فتح شد کھلنا تاریخ ہوئی راؤ ستر سال قلعہ دار مقرر ہوا دیکھئے ہندو افسروں پر کیسا بھروسا کرتا تھا۔

۲؎ مرہٹوں نے بمقام ستارہ سرنگ اڑائی اور فوج میں بربادی پھیلی۔ مگر بیاسی برس کا بوڑھا اورنگ زیب جھٹ گھوڑے پر چڑھکر مقام حادثہ پر پہنچا اور آدمیوں کی لاشوں کا ڈھیر لگوا کر چاہتا تھا کہ حملہ کی خود سرداری کرے لیکن بڑی دقت سے باز رکھا گیا۔ محاصرہ میں سختی کی گئی اور بالآخر قلعہ ۱۳ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ مطابق ۲۲ اپریل ۱۷۰۰ء کو فتح ہوا۔ عالمگیر نے قلعہ ستارہ فتح کیا تو اسی شب میں میر عبد الجلیل بلگرامی نے عربی۔ فارسی اور ہندی میں گیارہ تاریخیں لکھیں۔ اور رسالہ ترتیب دے کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا اور خسروانہ تحسین کے مورد ہوئے۔ رسالہ کا نام "گلزار فتح شاہ ہند"۔ طوسی نامہ فیروزی شاہ عالمگیر" رکھا اور ان دونوں سے تاریخ ۱۱۱۱ھ برآمد ہوتی ہے۔ فارسی اور عربی کی تاریخیں تقریباً ایک ہیں۔ ان کا اختراع صنعت تعمیہ کے عجائبات میں شمار ہوتا ہے۔ ذیل کی فارسی تاریخ جو انگلیوں کی شکل سے نکالی ہے ایک

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

حالت نادیدنی ومحنت ناکشیدنی براسلامیاں ولشکریاں گزشت، الحمدللہ کہ صعوبت
این سیاق سراپا مشاق بہ سر آمد وبخیر وصرا ومعاودت شد اگرچہ چنیں ایرادت
بہ تکاثر سیات کائنات می گویند، اما عمل والی درانقباع واضرار خلق اللہ تاثیرے
کلی دارد وآں اشارت برشامت ایں بیچارہ ناکارہ می رود قلعہ ستارہ باسم اعظم
تارہ موسوم شد، شادیانہ فتح بنوازند وحرف ایام طفولیت یاد دارند کہ بابا جی
دھوں دھوں۔ قلعہ پرنالہ باسم نول تارہ موسوم می شود، تفصیل پورش بارا
از کنیزان خود بہ پرسند۔۔۔۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)

جدت آفرینی کی ہے اور کمال طباعی دکھائی ہے ؎

چو شہ الہام زیر خنجر آورد | بود اسم اعظم در شمارہ
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال | ز تیغ او عدو شد پارہ پارہ
ز انگشتان شہ بر ید الہام | برابر چار الف کردم نظارہ
بعینہ بود شکل سال ہجری | پئے تاریخ تسخیر ستارہ

چنیں تاریخ گفتن اختراع ست
شد از عبدالجلیل ایں آشکارہ

لہ یہ بھی اُن ہی قلعوں میں ہے جن کی تسخیر کے لئے عالمگیر نے ضعیفی میں بیڑا اٹھایا تھا تاریخ فتح
۱۳ محرم ۱۱۱۳ھ ہے اس کی فتح کے لئے شاہزادہ محمد اعظم بہت بے چین تھے اور عالمگیر نے اُن کو وہ
مشہور خط لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔
"مردی در بہیاکی نیست بلکہ در خود شکنی ست۔"

(۳۵)

اسد خاں دلپرش بحضور نوشتہ اند کہ پادشاہزادہ بحمایت راناے[1] حربی کرشتہ اند
دمی خواہند کہ بقلعہ درآیند چنانچہ یک روز بہمیں ارادہ سوار شدہ تا پائے قلعہ رفتند

---

[1] راجہ رام سے مراد جو سیواجی کا لڑکا ہے سنبھاجی نے راجہ ہو کر اس کو قید کر دیا لیکن سنبھاجی کے قتل کے بعد اس نے راجہ ساہو کو راجہ بنا کر گدی پر بٹھایا۔ لیکن راجہ ساہو کی گرفتاری کے بعد قلعہ رائیڑی سے جوگیوں کے بھیس میں جان لے کر بھاگا (بیوی بچے سب قید ہو گئے لیکن قلعہ جنجی میں پناہ لے کر اپنی منتشر قوت فراہم کر کے پھر مقابلہ کے لئے آمادہ ہوا شہزادہ کام بخش تعینات ہوئے تو ان کو سلطنت کا سبز باغ دکھلا کر راجہ رام نے توڑنا چاہا۔ راؤ دلیپ سنگھ منصبدار (راجہ اورچھا) کو خبر ہوئی اور بادشاہ کے حکم سے شاہزادہ گرفتار کر کے دربار میں بھیج دیا گیا اور خان نصرت جنگ نے سختی کے ساتھ محاصرہ شروع کر دیا۔ بالآخر شعبان ۱۱۰۹ھ میں قلعہ فتح ہو گیا اور نصرت گڈھ نام رکھا گیا۔ اس کے فتح ہونے سے چھوٹے بڑے سو قلعے ملک کرناٹک کے اور بہت سے بندرگاہ قبضے میں آئے لیکن راجہ رام یہاں بھی ہاتھ نہ آیا نصرت جنگ اور سید عبداللہ بارہہ اس کوہستانی چوہے کی تاک میں لگے پھرتے تھے۔ آخرش دریائے تنگ بھدرا کے کنارے سجان گڈھ کے متصل مقابلہ ہوا اور گھمسان لڑائی کے بعد مغلوں کو فتح نصیب ہوئی مرہٹے افسر گرفتار ہوئے مگر راجہ رام جو تہ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ آخرش آوارگی اور صحرا نوردی کے نذر ہو کر بعارضہ چیچک ۱۱۱۱ھ میں قضا کر گیا یہ واقعہ ہے کہ راجہ رام نے متعدد بار شاہی فوج کو شکست دی اور اس کے دو نامی سردار سنتا اور دھنا دس دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ ملک لوٹتے پھرتے تھے اور ان کا اس قدر رعب چھا گیا تھا کہ شاہی افسران لڑائی سے جی چرانے لگے تھے لیکن جب بوڑھا بادشاہ تلوار لے کر کھڑا ہو گیا تو رنگت بدل گئی اور قلعہ پر قلعہ اور ملک پر ملک فتح ہونے لگا۔ راج گڈھ کا قلعہ سیواجی کا پایہ تخت تھا۔ جس کا دور ۱۲ میل کا تھا اور راستہ اس قدر خراب اور پہاڑی کہ کئی کئی دن میں ایک ایک طے ہوتا۔ عالمگیر نے اس کو فتح کر کے مرہٹہ قوت کا قلع قمع کر دیا

اما زمینداران مردود از خبرداری بندہاے بادشاہی نتوانست از قلعہ برآمد و ایشان را
برو. تا خیر فتح ہمیں سبب رت حسب الحکم درباب محافظت بادشاہزادہ و مفتوح ساختن
قلعہ تا بہا باید نوشت و نکرر بقلم آوردہ حوالۂ یار علی بیگ یاسا نمود کہ بڈاک فرستادہ نشود
کہ شل شاہزادہ مرحوم و مغفور بہ مخالفت پیوندد و کار بادشاہی برہم شود۵

حقوقِ خدمتِ صد سالہ لعبِ طفلان است

بہ کشورے کہ درو کودکاں خداوندند

(۳۶)

ہدایت اللہ زریں رقم بگوید کہ ایں رباعی در بیاضے کہ بہ یادِ شاہزادہ
کام بخش مرحمت می شود بہ خط خود بنویسد۵

گر بستم آتش بدو دستِ خویش در سوختہ خرمنِ خویش

من خود زدہ ام چہ نالم از دشمنِ خویش

کس دشمنِ من نیست منم دشمنِ خویش

اے وائے من و دستِ من و دامنِ خویش

---

۵ شاہزادہ محمد سلطان سے مراد ہے جو شجاع کے مقابلہ کے لئے تعینات ہوئے اور ان سے سازکر کے شاہی لشکر سے چلے گئے لیکن پھر خواستگار معافی ہو کر حاضر ہوئے۔ زندانِ تادیب گوالیار میں رکھے گئے اور تیس ۳۸ سال کی عمر میں ۷ شوال ۱۰۸۷ھ کو انتقال کیا اور قطب شاہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے ۱۲

(۳۷)

الحمد للہ جنجی[۱] فتح شد و راناے[۲] مردود گریخت اگرفتش ہم چنداں کار نبود اما اغراض کمینہ عملاں[۳] از دست رفت و چندے دیگر دوکان سرد شد نی شاں گرم ماند با آنہا باید گفت بخورید دینار ایش ازاں کہ شمارا بخورد

(۳۸)

راجہ رام کی فوج کے دو بڑے مرہٹہ سردار۔ سنتا اور دھنا تھے جو ملک لوٹتے پھرتے تھے۔ دھنا تو خانہ جنگی میں مارا گیا لیکن سنتا نے پراگندہ قوت جمع کرکے ۱۱۰۹ھ میں بہت سر اٹھایا اور مسلمان آبادی پر بلا ضرورت ناقابل برداشت مظالم کیے۔ بالآخر ۱۱۰۹ھ میں خان فیروز جنگ اس کی مہم پر مامور ہوئے اسی سال

ف۱ ملک کرناٹک میں پہاڑوں کی چوٹی پر واقع تھا۔ اس کا فتح کرنا بچوں کا کھیل نہ تھا۔ شاہزادہ کام بخش کی گرفتاری کے بعد خان نصرت جنگ نے ساز و سامان کے ساتھ حملہ کرکے شعبان ۱۱۰۹ھ میں فتح کیا۔ کرناٹک اور ساحلی مقامات کا یہ قلعہ کنجی تھا اس کے فتح ہونے پر سو قلعہ اور بندرگاہ ہاتھ آئے لیکن راجہ رام جوگیوں کے بھیس میں بھاگ گیا۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیے کہ لڑائی کے زمانہ اور محاصرہ کی حالت میں مذہبی فقیروں سے تعرض نہیں کیا جاتا تھا۔ جنجی کی فتح نے مرہٹہ قوت کو بالکل ہی پراگندہ کر دیا ۱۲ ف۲ راجہ رام سے مراد ہے ۱۲

ف۳ خان نصرت جنگ اور سید عبداللہ بارہہ سے مراد ہے۔ آخر الذکر آفیسر سے سجان گڑھ میں مقابلہ ہوا تھا راجہ رام خود نکل گیا۔ لیکن اس کے نامی سردار گرفتار ہو گئے ۱۲

سنتا مارا گیا۔ خواجہ بابا لطف اللہ نے اُس کا سر کاٹ کر خان فیروز جنگ کے سامنے
پیش کیا اور آن کے حکم سے دربار شاہی میں پیش ہوا۔ خواجہ بابا کو اس کے صلہ میں
خوش خبر خاں کا خطاب ملا۔

سنتا کی گرفتاری سے دکھن کی رعایا نے خوشی منائی، اس لئے کہ جہاں وہ
جاتا تھا، لوٹ مار کرنے، آگ لگا دینے اور قتل کرنے کے سوائے اس کا کوئی کام نہ تھا
اور یہ حرکات روپیہ حاصل کرنے کے لئے کرتا تھا نیز اس لئے کہ شاہی لشکر کو کوہستانی
علاقہ میں رسد نہ ملے۔

فرزند عالی جاہ! از وقایع نزد مفصل معروض بارگاہ والا گردید کہ امان اللہ بیگ
داروغہ توپ خانہ آں فرزند ارجمند سنتا نی شیطان تمبائے شقی بے حیا را شکست
درست دادہ جیرہ باق خانہ وقافلہ را بالسلامت آورد فی الواقع تلاش وجانفشانی او
در وقایش سزاوار تحسین و آفرین ست رعایتی کہ مناسب باشد نماید و بحضور ہم معروض دارند

(۳۹)

سید حسین علی و سید علی بادشاہ گر (سید عبداللہ خاں بارہہ عرف سید میاں کے لڑکے)
عہدِ عالمگیری میں خانی اور منصب ہشت صدی سے سرفراز تھے۔ دونوں بھائیوں نے
مرہٹوں کے مقابلہ میں نمایاں خدمات انجام دیں اور مورد تحسین رہے حسین علی خاں بدستور
دکھن میں خدمات انجام دیتے رہے اور سید حسن علی خاں شاہزادہ معزالدین کے ہمراہ
ملتان بھیجے گئے لیکن شاہزادہ سے مخالفت ہوگئی اور یہ لاہور چلے آئے جب معظم شاہ
بادشاہ ہو کر کابل سے واپس آئے تو حسن علی خاں کو منصب سہ ہزاری مرحمت فرما کر

صاحب طبل و علم کرکے بخشی گری فوج کے عہدہ پر سرفراز فرمایا اعظم شاہ کی لڑائی میں
سادات بارہہ نے جان پر کھیل کر مقابلہ کیا اور حسنِ خدمات کے صلہ میں سید حسن علی خاں
چہار ہزاری ذات اور چہار ہزار کے منصب پر فائز ہو کر اجمیر شریف کے اور پھر الہ آباد کے
صوبہ دار مقرر ہوئے اور اُن کے چھوٹے بھائی سید حسین علی خاں صوبہ دار بہار ہوئے
فرخ سیر کی تخت نشینی ان دونوں بھائیوں کی مدد سے ہوئی۔ خان نصرت جنگ کے
قتل اور اُن کے والد دستور معظم کے زوال کا باعث یہی دونوں بھائی تھے۔ فرخ سیر
بادشاہ نے ۱۱۲۵ھ میں تخت نشین ہو کر سید حسن علی خاں کو عبداللہ خاں قطب الملک
بہادر یار وفادار۔ ظفر جنگ کے خطابات مرحمت فرما کر قلمدانِ وزارت سپرد کیا اور
ہفت ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔ سید حسین علی خاں بھی امیر الامرا اور ہفت ہزاری
ہوئے۔ دونوں بھائیوں نے اپنی جاہ و حشمت کے لئے سلطنتِ مغلیہ کا بھرم کھو دیا
اور اپنی مدد کے لئے مرہٹوں کو شمالی ہندوستان میں لائے۔ یہ قوم ڈرتی ہوئی
دہلی میں آئی اور پھر جو کچھ مظالم اس نے کئے اُن کو معلوم کرنے کے لئے تاریخ ہند
ملاحظہ کیجئے۔ دونوں بھائیوں نے یکے بعد دیگرے کئی بادشاہ تخت طاؤسی پر بٹھلائے
اور تاریخ میں بادشاہ گر کہلائے۔ جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تو میر حیدر خاں نے
سید حسین علی خاں کو ۲۷ ذی قعدہ ۱۱۳۲ھ کو قتل کر دیا۔ ان کی قبر دہلی میں ہے۔
سید عبداللہ خاں نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ اجمیر شریف میں قید رہے۔ محرم الحرام
۱۱۳۵ھ کو بحالتِ قید انتقال کیا اور اجمیر شریف ہی میں دفن ہوئے۔

خلق محمدی، شجاعت حیدری اور سخاوت ہاشمی سادات عظام کی آبائی میراث
ہے حکمرانی کے پیچیدہ اور خاردار گتھیوں سے باہر اگر یہ دونوں بھائی وزن کے جال

تو اِن خوبیوں میں پورے اُتریں گے۔ دوست اور دشمن دونوں کو ماننا پڑے گا کہ
دونوں بھائی اخلاقِ مجسّم تھے۔ بہادری میں کلام نہیں اور سخاوت میں ضرب المثل تھے
خان نصرت جنگ کے خون سے ان دونوں بھائیوں کے ہاتھ ضرور رنگے ہوئے
پاؤ گے لیکن یہ ملک داری اور حکومت کے کرشمے تھے ان میں پڑ کر کوئی سلامت نہیں
نکلا کرتا ہے۔

علامہ عبد الجلیل بلگرامی واسطی سے دونوں بھائیوں کے خوب مراسم تھے
علامہ نے اُن کی مدح میں مثنوی لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو

"ارسطو فطرتے کا صف نشان ست
یمین الدولہ عبد اللہ خان ست
بدیوان چوں نشیند نوبہار ست
بمیداں چوں واید ذوالفقار ست"

جب سید حسن علی خاں بہادر نے ہنونت مرہٹہ کی لڑائی میں عمدہ خدمات
انجام دیں اور اُس کے برادر زادہ جاناجی کو گرفتار کیا تو ذوالفقار خاں بہادر
نصرتِ جنگ نے ان دونوں بھائیوں کے اضافہ مناصب کی درخواست کی
عالمگیر نے خلعت بیش بہا اور خنجر مرصع مرحمت فرما کر فرمانِ تحسین ارسال کیا
لیکن اضافہ منصب کے بابت خان نصرت جنگ کی درخواست پر حکم دیا:
تجویز اضافہ ازاں خانہ زاد فراج دان، بسیار بموقع شد، عدم استمالت
ارباب سیف از سرداران حیف ست کہ نہ شود لیکن قبول اضافہ یک دفعہ مشکل
محبت با سادات رفیع الدرجات جزو ایمان ست بلکہ عین عرفان و عداوت بایشاں

فرقہ مستوجب دخول نیران و تحط حضرت رحمان لیکن کارے نباید کرد کہ باعث ملامت دنیا و موجب شقاوت عقبیٰ گردد" ارخار عنان با سادات بارہ و خیم العاقبت است یعنی بد انجامی، ازیں راہ کہ ایں جماعت باندک ترفہ و ترقی لاف انا و لا غیری زدہ از جادہ صواب انحراف ورزیدہ منظر را بلند داشتہ باعث کشتگی می گرداند، اگر بہ تغافل بگزرد کار دنیا مشکل می شود و اگر بتدارک رسد در آخرت پایے درگل می گردد"

اس رقعہ کو پڑھئے اور سید صاحبان کے حالات ما بعد سے مطابقت کرکے نتیجہ نکالئے کہ عالمگیر مردم شناس تھا یا نہیں

(۴۰)

دوسرا رقعہ ملاحظہ ہو:

فدوی درگاہ (دستور معظم) حسن علی خاں با فرزند زادہ محمد معز الدین بہا در بہ ہمزدگی نمود و بے اجازت برخاستہ آمد، چنانچہ شاہزادہ گلہ او نوشتہ کمی منصب باید کرد و جاگیر ضبط نمود تا دیگراں را عبرت شود ؂

کند تحمل بسیار مرد ایں قدرے
کمان چو تن بہ کشیدن دہد کبادہ شود

اعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا

(۴۱)

بلخ اور بخارا کی مہم میں میر بہاء الدین نے شاہزادہ عالمگیر کی قابل قدر مدد کی

اس لئے جب اُن کے لڑکے محمد امینؒ ۱۰۹۸ھ مطابق سنہ ۳۱ جلوس میں ہندوستان آئے تو خدماتِ دیرینہ کے لحاظ سے اُن کی بڑی آؤ بھگت کی گئی اور منصبداروں میں داخل ہو گئے۔ چوں کہ علم اور قابلیت کے زیور سے آراستہ تھے اس لئے ترقی کرتے کرتے سہ ہزاری اور دو ہزار سوار کے اعلیٰ درجہ میں داخل ہو گئے طبل و نقارہ بھی مرحمت ہوا لیکن یہ ابھی قانع نہ تھے اور ان کو ملال تھا کہ ان کی قابلِ قدر خدمات کا واجبی اعتراف نہیں کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر جب حسنِ خدمات کے صلہ میں ان کو خلعت گراں بہا خنجر اور اسپ عالمگیر نے مرحمت فرمائے تو موقع مناسب دیکھ کر انھوں نے محرم خاں کی معرفت عرضی پیش کی جس میں بادشاہ پر ترکِ وطن کے بعد اپنی اور اپنے اجداد کی خدمات کا اعادہ کر کے درخواست کی تھی کہ دو نوں بخشی گری ایرانیوں کو دی گئی ہیں جو بد مذہب اور دیو سیرت ہیں۔ بربنائے خانہ زادگی اور قدیم الخدمتی ایک جگہ ان کو ملنا چاہیئے تھی۔ عالمگیر نے جو جواب دیا وہ ثابت کرتا ہے کہ اس نے مذہب اور سلطنت کو علٰحدہ ہی رکھا تھا اور امورِ سلطنت کے انصرام میں مذہب کو مطلق دخل نہ تھا لیکن آج عالمگیر پر اسکول کا ایک بچہ طعن کرتا ہے اور الزام لگاتا ہے کہ تعصب اور تنگ نظری کی کارفرمائی کی وجہ سے عالمگیر غیر مسلمانوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک نہیں کرتا تھا تم اسے تنگ نظری سمجھو یا بدقسمتی خیال کرو آج ہمارے مسلمان بھائی ہی اس الزام میں اُن کے ہم آہنگ ہیں۔

۱؎ محمد شاہ بادشاہ کے مشیرِ خاص ہوئے اور سادات بارہہ کے زوال کے بعد ۱۱۳۳ھ میں خلعت وزارت سے سرفراز کئے گئے اور خطاب اعتماد الدولہ مرحمت ہوا کچھ دنوں وزارت کی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۷ ربیع الاول ۱۱۳۳ھ کو انتقال کیا۔ میر بہاء الدین اور خواجہ عابد اور نظام الملک (حقیقی بھائی تھے۔

آنچه از قدیم خدمت خود نوشته بیان واقع است لیکن مقدمه در قدردانی به عمل می آید و آنچه از بدمذهب ایرانیان نوشته امور دنیا را با مذهب چه نسبت و کارهای مذهب را تعصب چه دخل؟ لکم دینکم ولی دین

اگر همین قاعده مقرر می بود سے بالیست که جمیع راجها و تبعه آنها را استیصال میکردم

افتیار تغیر قابلان نزد عقلا مذموم ست استدعای یک بخشی گری کرده لهذا التماس

آن فدوی بموقع بود که منصب لائق این خدمت دارند سببے که مانع است آنست که

جماعت تورانیان که برادران همشهری بزرگان ماند یعنی متعینان آن فدوی به مضمون

ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکه یعنی جیند از ید خود را بدست های خود در هلاکت

گیر دو آم مراجعت را معیوب نمی دانند. اگر دراو در دن کسے این حالت رو دهد چیدال

معنا ئقه نه دارد لیکن در عین کارزار سخت مشکل ست اگر عیاذاً بالله از همراهیان حضور

این صورت واقع شود در یک لحظه مقدمه تمام حکایت با نجام برسد اگر درین امر تجربه

آزموده انکاری داشته باشد مفصل معروض دارد و جماعت ایرانی خواه ولایت زا

خواه هندوستان زاکه بخیل مرکب مشهور اند لشبد بحر حله از یں حرکت دور اند

انصاف بده که جهل آن مردم زشت
بهتر ز هزار عقل روباه سرشت

(۲۶۲)

ماه جمادی الثانی ۴۳ سنہ جلوس میں حضرت عالم گیر فتح دکھن کے لیے اسلام پور عرف برہم پوری سے روانہ ہوئے اور مخلص خاں بخشی کو حکم دیا کہ روزانہ ۱۰ نفر

منصب داران حضور میں پیش کے جایا کریں. گفتگو ملاحظہ ہو ایک مطلق الفان بادشاہ اور اس کے امیروں کی:

مخلص خاں نے عرض کی کہ:

اگرچہ بموجب آیۃ کریمہ "تلک عشرۃ کاملۃ" حکم شدہ است کہ مثل دہ نفر ہر روز بگزارند خیر. والا اگر دوازدہ ہم باشند مضائقہ ندارد؟

حکم شد شما ہم بے دلیل عرض نہ کردید

ساعات زماں و برج افلاک نگر

روز و شب و آسمان ہم اثنا عشریست"

محمد امین خاں عرض کرد "بے صحبت را عجب اثریست امروز معلوم شد؟

چرا در عوض دوازدہ چہار نباشد؟

فرمودند (عالمگیر) کہ:

"چہار ہم داخل دوازدہ است"

بعدہ تبسم کردہ فرمودند کہ "چرا سہ نباشد؟ لیکن دوازدہ بابسہ نسبت سہ تین مضاعف دارد

شما اختیار دارید در ہرچہ رفاہ خلق اللہ زیادہ باشد باعمل بیارید"

(۴۳)

میر حسن روح اللہ خان دوم نے اسلام پوری سے کوچ کے قبل عرض کیا کہ حضور والا

لہ روح اللہ خان اول کے صاحبزادہ تھے پہلے ان کا خطاب خانہ زاد خان تھا باپ کے انتقال کے بعد

(بقیہ نوٹ برصفحہ آئندہ)

تخمینہ عمارات دکن کے مہم پر تشریف لے جاتے ہیں اور قلعہ اسلام پوری مضبوط نہیں ہے کیا حکم ہوتا ہے۔

حکم شد۔ استغفر اللہ در مقام ناحکمی لفظ اسلام پوری نوشتن بے موقع بود۔ نام اصل او کہ برہمپوری ست بایست نوشت۔ قلعہ بدن از آں ناحکم ترست او را چہ علاج۔

ما رشتۂ آب و گل برخویشتن پر دو ختیم۔
خانہ سازی با لخود سازی مبدل ساختیم۔

خان موصوف نے عرض کیا کہ ارشاد ہو تو سرکاری معمار کو قلعہ ملاحظہ کرا دیا جائے۔

حکم شد۔ باوجود تحفظ سابق اعادہ عرضی نمودن نوعے از بازی دادن ست۔

معمار خود شو کہ کنی خانہ ہا خراب۔

ویرانہ باش کز تو بنائے شود بلند۔
با خاک شو برابر و گردن بکش ز کس
شاید غبار از سر پائے شود بلند

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) دو ہزاری پانصدی ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد میر آتش کے عہدہ پر سرفراز کیے گئے اور سہ ہزاری منصب مرحمت ہوا۔ سنتا گھوڑپڑہ کی تنبیہ پر مامور ہوئے اور شکست کھا کر قید میں آئے جو کچھ پاس تھا وہ سنہ جریل کے نذر کر کے دربار واپس آئے۔ خدمت خانساماں پر مقرر ہو کر روح اللہ خاں ہو گئے۔ قلعہ ستارا، پرلی اور مخر لنا کی تسخیر میں یہ توپ کے موہڑ پر گئے اور جان توڑ کر غنیم کا مقابلہ کر کے کامیاب ہوئے۔ منصب اضافہ ہو کر سہ ہزاری ہوئے اور بخشی الملک مخلص خاں کے بجائے بخشی دوم کی خدمات ان کو سپرد ہوئے۔ عین جوانی میں ۱۱۱۴ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ ان کے بیٹے اعتقاد خاں کو روح اللہ خاں کا خطاب مرحمت ہوا۔ اور دوسرے صاحبزادے خلیل اللہ خاں ہو کر منصبدار ہوئے۔

اگر حیات باشد و مراجعت نمائیم۔ مرمت خود را خواہیم فہمید۔ اگر نوع دیگر شود چہ ضرور ہے کہ برائے آیتہ (انما اموالکم واولادکم عدو لکم) زر غازیاں را ضائع سازیم۔

(۴۴)

قلعہ اسلام پوری سے روانگی کے وقت ارشاد ہوا کہ۔

"خواہ صحت خواہ آزار غیر از جمعہ روز دیگر مقام نہ خواہد شد"

چنانچہ دوران سفر میں حضور کو ایک بار بخار آگیا اور دوسری مرتبہ اسہال کی شکایت ہوگئی لیکن غیر از جمعہ مقام نہیں فرمایا جب خواص پور پہنچے تو واقعہ شدنی کی وجہ سے شب جمعہ کو کوچ ہوا تو وحید الدین خاں نے عرض کیا کہ خلاف حکم سابق کوچ ہو۔ ہاہی حضرت عالمگیر نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اگر قدرے از علم منطق اطلاع می بود ایں عرض نمی کردید۔ سخن در مقام غیر جمعہ بود غرض اہتمام کوچ نہ ایں کہ جمعہ البتہ کوچ نہ شود، مفہوم مخالف معارض معنی اصل نمی شود"

آج کہا جاتا ہے کہ مطلق العنان بادشاہ کے یہاں اُس کے سامنے کسی کو مجال دم مارنے کی نہیں لیکن یہ تحریری شہادت ثابت کرتی ہے کہ عالمگیری سرکار کی مطلق العنانی بھی وہ مطلق العنانی نہیں تھی جس کی بُرائی بلند آہنگی کے ساتھ کی جاتی ہے۔

(۴۵)

دستور معظم جعفر خاں مرحوم کے صاحبزادے کامگار خاں کا عقد ۱۰۹۵ھ میں صبیہ سید مظفر حیدر آبادی کے ساتھ ہوا۔ یار لوگوں کو مذاق کی سوجھی

نعمت خاں عالی سے ہجو نامہ لکھوا دیا۔ اور ایسا انتقام کیا گیا کہ آناً فاناً جو نامشہور ہو گیا
کامگار خاں نے خفت اور ندامت میں بادشاہ کے یہاں عرضی بھیجی کہ خان عالی بد طینتی

لے عالی تخلص تھا اور مرزا محمد نام ان کے آبا و اجداد شیراز کے نامی طبیبوں میں تھے مرزا کے دادا حکیم فتح الدین ہندوستان آئے اور مرزا محمد ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ابھی بچہ ہی تھے کہ تعلیمی ضروریات کے لحاظ سے حکیم صاحب اپنے ہونہار لڑکے کو شیراز لے گئے اور شفائی یزدی المخاطب بہ دانشمند خاں کے سپرد کر دیا۔ ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد مرزا محمد نے قابلیت کا سکہ ہم سبقوں میں بٹھا دیا۔ فارسی ان کی مادری زبان تھی اس کا کہنا ہی کیا ہے لیکن عربی میں مختلف علوم و فنون پڑھے اور ایک عالمانہ قابلیت پیدا کرنے کے بعد اپنے آبائی پیشہ طب میں کمال حاصل کر لیا اس طرح زیور علم سے آراستہ ہو کر مرزا محمد ہندوستان آئے اور ہنر کے قدردان عالمگیر نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لے کر ملازمان خاصہ میں داخل کر لیا۔

حیدر آباد فتح ہوا تو مرزا صاحب نے حسب ذیل تاریخ کہکر پیش کی صلہ میں انعام و خلعت سے سرفراز کئے گئے ؎

از نصرت بادشاہ غازی — گردید دل جہانیاں شاد
آمد بقلم حساب تاریخ — شد فتح بجنگ حیدر آباد

سنہ ۱۱۰۰ھ میں مرزا صاحب کو خطاب "نعمت خاں" مرحمت ہو کر داروغگی باورچی خانہ کی خدمت سپرد ہوئی جو اس زمانہ میں معتبر امیر کو دی جایا کرتی تھی۔ آخر عہد عالمگیری میں خطاب مقرب خاں سے سرفراز ہو کر داروغہ جواہر خانہ ہو گئے تھے لیکن عالمگیر کی وفات اور شاہزادہ محمد اعظم کے مرنے کے بعد نعمت خاں عالی شاہ عالم بہادر شاہ کے دربار میں حاضر ہو کر "دانشمند خاں" ہو گئے۔ "وقائع نعمت خاں عالی"، "مثنوی عشق" اور "خوان نعمت" ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ وقائع نعمت خاں میں لطیف پیرایہ میں عالمگیر کی ہجو ہے۔ عالمگیر کے جانشین بہادر شاہ نے اس کتاب کو درس میں داخل کیا۔ اب مقابلہ کو مثلاً عبد القادر بدایونی نے نکتہ چینی کے ساتھ اکبر کے صحیح صحیح واقعات قلمبند کئے تو جہانگیر نے اپنے زمانہ میں اس کتاب کی اشاعت قطعی بند کر دی اور یہاں باپ کا ہجو نامہ درس میں داخل کیا جاتا ہے عالمگیر کی زندگی میں یہ ہجو نامہ لکھا گیا اور عالمگیر کو بھی علم ہو گیا لیکن عالمگیر اگر وہ عالمگیر ہوتا جس کا نقشہ آج کل اسکولوں میں کھینچا جاتا ہے تو خان عالی کو تو مفتوحہ ملک میں نفرت انگیز خیالات پھیلانے کے جرم میں عبرت ناک سزا دیتا

خان عالی نے سنہ ۱۱۲۲ھ میں حیدر آباد میں انتقال فرمایا اور حیدر آباد ہی میں دفن ہوئے

کلام ؎

شکر للہ کہ در ترک بت پرستیہا دل زارم — کہ چون سنگ سلیمانی ست مادر زاد زنارم
یار را در بر گرفتن سہل گر موشم شود — کہ زود از یاد کس چیزے کہ از بر می شود
گفتی اگر قرار بگیری رسی بکام — بارے ازیں قرار بہ بینم چہ می شود
بیا کہ شیشہ من در سبو دشنام شد است — جبیں کہ خانہ ما مسجد الحرام شد است
بجائے نامہ شمع روشنی دادیم قاصد را — کہ طومار شرح سوز جبینام زبانی رہم

کی وجہ سے رسوائی گوارا ہے ہیں یہ خانہ زاد منہ دکھلانے کے قابل نہیں رہا۔ اس لئے التماس ہے کہ ایسی تنبیہ ہونا چاہیئے کہ خان عالی ایسی حرکت آیندہ نہ کریں۔ خاتمہ پر لکھا "واجب بود بعرض رسانید" برلفظ واجب بود دستخط شد حرام بود و برسر عرضی دستخط شد

خانہ زاد سادہ لوح (کامگار خاں) می خواہد کہ ما را ہم دریں رسوائی شریک سازد کہ او ہرچہ خواہد در باب ما گوید (شنیدہ) و شہرۂ عالم سازد و بیشتر ہم در باب ما مقصر

سلہ فتح دکن کے بعد دستور معظم اسد خاں نے عالمگیر سے عرض کیا کہ اب ہندوستان تشریف لے چلئے دکن میں اب کام نہیں رہا اورنگزیب نے انکار کیا تو خان موصوف نے جل کر کہا کہ دکن میں بیٹھے رہتے سب کا جی بھر گیا تھا اور دہلی یاد آرہی تھی ؎

بہ نشستہ جہاں قوی کہ بر داشتش ؛ کارے دیگرے نیست خدا بردارد

عالمگیر نے سنا اور ہنسکر خاموش ہو گئے۔ زٹل کے اشعار بھی ہجو میں ہیں لیکن عالمگیر قدر دان تھا ان کو سنکر بھی چہرہ پر شکن نہیں پڑی اور کچھ دیر تذکرہ کے بعد اس مسئلہ کو یاد سے فراموش کر دیا ؎

فاعلاتن فاعلاتن فاعلات ؛ شعر در بحر رمل باشد بہ از آب حیات

چیست عنقا؟ روپیہ۔ کبریت احمر اشرفی ؛ کیمیا نوکر شدن یک ہفتہ پیش بو الحسن

فقرہ فاقہ عیلہ و عسرت صبوری انتظار ؛ آنچہ باشد نوکران بادشہ را در دکن

خیمہ چنبیر کہ منع بارش و تابش نکرد ؛ فرش داں سطح زمیں ملبوس چہ؟ جلد بدن

ان اشعار کو پڑھنے کے بعد یہ رائے نہ قائم کر لینا چاہیئے کہ خان عالی سلطنت کے بد خواہ تھے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ خان موصوف کا مذاق ہجو گوئی تھا اور عالمگیر مزاج شناس اور قابلیت کا پتلا وہ مزے لے کر سنتا تھا لیکن چشم پوشی سے کام لیتا تھا اور اس لئے کام لیتا تھا کہ خان موصوف کے بعد پھر اس رنگ کا دوسرا امیر میسر نہ تھا۔

خان موصوف نے ایک مرتبہ ہدایت اللہ خاں پسر شریف الملک حیدرآبادی کی ہجو لکھی انھوں نے فوراً برجستہ جواب دیا ؎

فرزند و زن و قبیلہ آں کس کش ؛ بر خوان جماع نعمت الوان ست

خان موصوف سن کر خاموش ہو گئے اور آیندہ کے لئے ہدایت اللہ خاں کی نوک قلم سے محفوظ رہے ۱۲

نبود۔ تلافی باضافۂ انعام شدہ کہ دیگر ارتکاب نکند۔ باوجود ایں از خود کلی نگرد
زبان بریدن وگردن زدن مقدور نیست۔ باید سوخت و باید ساخت۔ برفیق
لا یرا فقک ولا یفارقک۔

(۴۶)

فرزند عالی جاہ! روزے پیارا لال دیوان سرکار برادر ما مہربان (شاہزادہ
داراشکوہ) فردے از نظر اعلیٰ حضرت گزرانیدہ کہ دہ لک روپیہ
بابت طلب تفاوت ایام مابین از سرکار والا طلب ست۔ بہ تنخواہ آں فرمان شود
آں حضرت فرد حوالہ سعد اللہ خاں (دستور معظم۔ علامہ فہمی) فرمودند کہ از روے
سررشتہ و دفتر دیوانی تحقیق نمودہ بعرض رساند۔ خان مذکور فی الفور التماس نمود
کہ چنیں زرہا از خزانہ تنخواہ می شود۔ ثانی الحال در مطالبہ و تصرف حساب نقدی
محسوب می گردد۔ داراشکوہ بعد برخاست دربار بادیوان اعلیٰ (سعد اللہ خاں)
کلمات تند گفت۔ چوں از روے فرد مرسلہ مشرف غسل خانہ بمسامع علیا رسید
ہماں وقت شقہ بہ برادر نامہربان نوشتند و ایں فرد ہم بقلم آوردند

با صاف دل مجادلہ با خویش دشمنیست
ہر کس کشد بر آئینہ خنجر بخود کشد

دریافت صدق و بطلان خاصہ ابناے ملوک ست۔ پیارا لال کفایت خانہ شما و
سعد اللہ خاں بسیانت مال ما می خواہد۔ ہرگاہ ایں فرد از دفتر شما درست شدہ بود
بایستی تحقیق نمود کہ تنخواہ آں از سعد اللہ خاں ممکن الحصول ست یا نہ،

ملول ساختن بند ہائے بادشاہی خصوص سعد اللہ خاں بسیار بدست بدست اور دن
دلِ ایں ہر دم خوب مصالح کار آں صاحب شعور وواسطۂ افزایش مال وخوش نامی
صاحب معاملہ اند۔ آخر روز چہار تہان محمودی زردوزی یک لک و سہ ہزار دینار
نقد بہ سعد اللہ خاں انعام فرمودند

(۴۷)

فرزند عالی جاہ ! الحمد للہ کہ فرزند زادہ بہادر[1] خوب برآمد وکار دولتش ترقی
روز بہ دارد حالا از تربیت والا جاہ غافل نباید بود صوبۂ مالوا در صورت
اقبال جہم سنی وتنبیہ جاٹان بنام فرزند زادۂ بہادر بحال خود ماند فرمان صادر شد
کہ از راجپوتان عمدہ راجہ بشن سنگھ کچھواہ[2] ہمراہ خود دارد وتوپ خانہ وغیرہ اسباب

---

[1] فرزند زادہ بیدار بخت سے مراد ہے ۱۲ [2] اکبر آباد کے قریب جاٹوں کی ایک گڑھی کا نام ہے اب ریاست بھرت پور میں ہے) میر محمد آغر خاں پنجاب سے آرہے تھے جب اس گڑھی کے قریب پہونچے تو ان کو معلوم ہوا کہ جاٹوں نے ایک قافلہ پر دست درازی کرکے عورتوں کو پکڑ لیا ہے۔ آغر خاں نے حملہ کیا اور مارے گئے۔ جب دکن میں خبر پہونچی تو بادشاہ نے شاہزادہ بیدار بخت کو مامور کیا۔ انھوں نے ۱۳ رجمادی الاول ۱۱۰۰ھ کو قلع قمع کرکے پوری گوشمالی کر دی عالمگیر کے یہاں راستہ کا لوٹ لینا سخت جرم تھا۔ اس لئے اس مہم کے لئے پورا سامان کر دیا تھا کہ کوئی کسر باقی نہ رہے ۱۲ [3] مرزا راجہ رام سنگھ کا پوتا اور راجہ کشن سنگھ کا لڑکا تھا۔ ۵ ربیع الثانی ۱۰۹۳ھ کو منصبدار ہوا اور باپ کی وفات پر راجہ کا خطاب مرحمت ہو کر منصب میں اضافہ ہوا خلعت سے سرفراز کیا گیا راٹھوروں اور جاٹوں کی سرکوبی پر مامور ہو کر فوجداری اسلام آباد (متھرا) پر سرفراز کیا گیا ۱۱۱۱ھ میں وفات پائی۔ عالمگیر نے اس کے بیٹے راجہ بجے سنگھ کو راجہ جے سنگھ کا خطاب دے کر منصبدار بنایا یہی راجہ سوائی جے سنگھ کے نام سے مشہور ہے اور جے پور ان کا آباد کیا ہوا ہے۔ ۱۲

حسب مطلوبہ ایں مہم از قلعہ اراکبرآباد بگیرد و والد بزرگوار راآں روئے نربدہ دیدہ براہ راست باسلام آباد عرف متھرا برسد۔

(۴۸)

شاہزادہ بیدار بخت[1] کو کسی زمانہ میں اپنی بیگم شمس النسار صبیہ سید ممتاز خاں[2] کے ساتھ بہت عشق تھا۔ ایک مرتبہ شاہزادہ کو غصہ آگیا اور غصہ کی حالت میں بیگم سے کہہ ڈالا کہ باجی کی لڑکی کو شاہزادوں کے ساتھ بد دماغی زیب نہیں دیتی بیگم نے رنجیدہ ہوکر عہد کرلیا کہ شاہزادہ سے آیندہ بات نہ کرے گی۔ معاملہ نے طول کھینچا اور ناظر نے عالمگیر کے یہاں رپورٹ بھیجی حکم ہوتا ہے:

---

[1] شاہزادہ محمد اعظم کے خلف اکبر کا نام ہے۔ ان کی ماں کا نام بانو بیگم تھا جو شاہزادہ دارا شکوہ کی صاحبزادی تھیں۔ شاہزادہ ۱۷ ربیع الاول ۱۰۸۰ھ کو پیدا ہوا۔ ۱۵ محرم ۱۰۹۵ھ کو سید مختار خاں کی صاحبزادی ان کے عقد میں آئیں۔ یہ شاہزادہ دکن کی لڑائیوں میں شریک رہا اور شاہ عالم اور شاہزادہ محمد اعظم کی لڑائی میں بمقام جاجو ۱۷ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ کام آیا۔

[2] میر قمر الدین خاں کا خطاب تھا جو سید شمس الدین مختار خاں کے لڑکے تھے۔ قلعہ سنسنی ۱۱۰۸ھ ان کے ہاتھوں فتح ہوا جس کے صلہ میں عالمگیر نے ان کو سہ ہزاری یا نصدی منصب پر ترقی دے کر مراتب میں اضافہ کیا۔ نصرت خاں عالی کے حملہ سے یہ بھی محفوظ نہ رہ سکے:

ہیچ کس در خانہ مختار خاں بیکار نیست
ہر کرا دیدیم آنجا فاعل مختار بود (عالی)

"صبحدم مرغ چمن باگلِ نوخاستہ گفت
نازکم کن کہ دریں باغ بسے چوں تو شگفت
گل بخندید کہ از راست نہ رنجم، لیکن
ہیچ عاشق سخن تلخ بہ معشوق نہ گفت

بآں نور الابصار واضح باد کہ در ایام جوانی کہ با صطلاح یوّاج مصاحبان شما
جوانی دیوانی گویند، مارا ہم درآں ایام ایں تعلق با شخصے کہ بہایت تبختر داشت بہم
رسیدہ بود۔ تاحیات محبت اورا بانجام رسانیدیم وگاہے آزردہ نہ کردیم۔ دیگر
آں کہ باسادات لفظ باجی گفتن محض باجی گری ست۔ کسے اگر سید را باجی بگوید
البتہ باجی نہ خواہد شد، اگر از نوشتۂ محلدار و ناظر رضامندی آں سیدہ نہ شود
بعتاب بلا بعقاب گرفتار خواہید شد جزا بما کانوا یعملون

(۷۵)

شاہزادہ بیدار بخت گڈھی سنی (متصل اکبر آباد) کے مہم پر سنہ ۱۱۱۶ھ میں
مامور ہوئے اور حملہ ہائے دلیرانہ سے راجہ رام جاٹ کا زہرہ آب کردیا لیکن
دفعتاً زور شور میں کمی آگئی تو ناظر لشکر نے اطلاعی رپورٹ کے ساتھ یہ نوٹ
جما دیا کہ ایسا مشہور ہی کہ شاہزادہ اور راجہ رام سے یہ معاہدہ ہوگیا ہی کہ راجہ رام
اپنی برادرزادی شبستان عشرت میں داخل کردیں اور اس کے معاوضہ میں شاہزادہ
راجہ رام کو گڈھی خالی کرکے کسی طرف نکل جانے کا موقع دیدے۔
اللہ اکبر۔ دکھن میں یلغاریں کرکے ملک فتح کر رہا ہی۔ حکومت کی بساط نو

مفتوحہ ممالک میں جا رہا ہے۔ صوبۂ بنگال میں سڑک پر رہزنی ہوئی تو شاہزادہ کی گوشمالی ہو رہی ہے۔ دیگر امورِ سلطنت کو انجام دے رہا ہے۔

ان مشاغل کے ساتھ یہ دھن بندھی ہوئی ہے کہ راجہ رام نے بیکس عورتوں پر ڈاکہ ڈالا اور قافلہ لوٹ لیا اس کو سزا ہونا چاہیئے۔ یہی نہیں بلکہ شاہزادہ بیدار بخت مامور ہوتے ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں کرتا ہے۔ دل کے ایک کونہ میں اس مہم کی یاد تازہ ہے اور ناظرِ لشکر کو حکم ہے کہ دم دم کی خبر دے۔ جب خبر پہونچی کہ شاہزادہ اور راجہ رام میں سمجھوتہ ہو گیا ہے تو کس مزہ کا حکم دیتا ہے:۔

" مضائقہ ندارد، دختر دادن ہم علامت انقیاد ست، از قلعہ بیرون می رود از ملک شاہی کجا خواہد رفت"؟ (اس جملہ سے خود ہی نتیجہ نکال لو کہ عالمگیر کی سلطنت کے کیا حدود تھے اور کس دبدبہ کے ساتھ حکومت کرتا تھا وہ جانتا تھا کہ کسی راجہ کو راجہ رام کے پناہ دینے کی ہمت نہیں ہے) لیکن ؎

چہ مردے بود کم گر از زن بود

مطیعِ زناں بدتر از زن بود

تربیت فرزندان تعلق بآبا ردارد نہ باجداد۔ شاہ عالی جاہ (شاہزادہ محمد اعظم) از مساہلہ و محبت والدہ مرحومہ الشان (بیدار بخت) کار بانیجا رسانیدند، حقیق حال کہ تعزیر یمال ست برائے عاقلانِ اعظم وبال و نکال ست، یکسال جاگیر نصف منصب تغیر۔

ف بانو بیگم صبیہ نادرہ بیگم سے مراد ہے ۱۲

آں فدوی (دستور معظم اسداللہ خاں) بخان جہان بہادر[۱] می نویسد کہ سوداگران

سپاہیاں وغیرہ استغاثہ می نمایند و خبر صحیح ست الظلم ظلمات یوم القیامۃ

از چہ رو منظور نہ داشت؟ و یاد موت کہ قریب تر از شہ رگ اوست چرا گزاشت

از سخط الٰہی و غضب بادشاہی بترسید و آنہارا رضامند کنید ؏

عالم حق با تو مواسا بکند

چون کہ از حد بگزرد رسوا کند

درخانۂ خود دیوان کردہ بہ نشینید ؏

چند گوئی خانۂ وایں خوان من

---

[۱] میر ملک حسین نام تھا اور مرزا ابوالمعانی خوانی کے لڑکے اور حضرت عالمگیر کے کوکہ تھے۔ خان جہان بہادر ظفر جنگ کوکہ خطابات تھے اور ہفت ہزاری منصب تھا۔ مختلف صوبوں میں دبدبہ کے ساتھ صوبہ داری کی قلم اور تلوار کے دھنی تھے ۱۰۸۰ھ کے پرآشوب زمانہ میں دکھن میں صوبہ دار مقرر ہو کر مامور ہوئے اور عالمگیری جھنڈا یہاں بھی اونچا کیا۔ حیدرآباد کی مہم میں بھی شریک تھے یہاں بھی خوب کام کیے ۱۱۰۸ھ میں بیمار پڑے تو حضرت عالمگیر عیادت کے لیے گئے، خان موصوف قدمبوسی کے بعد بہت روئے اور عرض کیا کہ خانہ زادگی آرزو تھی کہ کسی معرکہ میں جان نثار کرتا لیکن موت اس طرح لکھی ہوئی ہے۔ ارشاد ہوا کہ تمام عمر اخلاص اور بندگی میں جاں نثاری کی اٹھی تک آرزو باقی ہے۔ خان جہان بہادر نے ۱۹ جمادی الاول ۱۱۰۸ھ کو بمقام شولاپور انتقال کیا اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔ بڑے دبدبہ کے امیر تھے جو چاہتے تھے وہ کرتے تھے کسی کو چون و چرا کی مجال نہ تھی۔ تاریخ آسام ان کی تصنیف ہے۔ ان کے ایک بھائی کا نام مظفر حسین اور فدائی خاں خطاب تھا۔ دوسرے اعظم خاں کوکہ کہلاتے تھے ۱۲

آں فدوی از نصرت جنگ رسیدہ لطیفہ کہ نگین زمرد با و مرحمت می شود
لیکن بہ تمام خطاب وفا نمی کند۔ اگر بگویند نصرت جنگ فقط کندہ و منقش کردہ
عنایت کنیم ؎

دانی کہ بر نگین سلیمان چہ نقش بود
خطے بزر نوشتہ کہ ایں نیز بگزرد۔

(۵۱)

میر خاں کابل کے صوبہ دار تھے اور وہیں ۲۷ رشوال ۱۰۹ھ کو سفر آخرت
اختیار کیا۔ بخشی خلیل اللہ خاں کے صاحبزادے اور عالم گیر کے خالہ زاد بھائی تھے
ان کا اصل نام میر میران تھا مگر عالم گیری سرکار سے میر خاں کا خطاب تھا اور
پنجہزاری منصب سے سرفراز تھے۔ ہندوستان میں مختلف خدمات انجام دینے کے
بعد کابل کی صوبہ داری کے لئے منتخب ہوئے اور اپنا کام وفا شعاری کے ساتھ
انجام دیا۔ جب ان کے مرنے کی خبر آئی تو عالم گیر بار بار ان کی وفا پرستی کو
یاد کرتے اور افسوس کرتے رہے اور اُن کی جگہ شاہزادہ معظم کو صوبہ دار کابل
مقرر کیا۔ یہ سب کچھ تھا لیکن عام قاعدہ کے ماتحت میر خاں کی وفات کے بعد
ان کے اموال و متاع کے لئے معمولی حکم ہوا۔ قرابت داری اور خیر خواہی کو
معاملات ملکی میں کیا دخل؟ جب سلطان امیر قاعدہ سے مستثنیٰ نہ تھے اور
خالہ زاد بھائی کی جائداد کے لئے وہی حکم تھا جو معمولی امیر کے لئے تو پھر عالمگیر نے

لـ۱ نواب ذوالفقار خاں سے مراد ہے ۱۲

اگر کسی راجپوت راجہ کی وفات کے بعد یہی حکم دیا۔ تو کیوں مطعون کیا جاتا ہے ؟ شکایت کا اس وقت موقع تھا جب وہ مسلمانوں کے لئے ایک اور ہندوؤں کے لئے دوسرا حکم دیتا۔

میر خاں کی وفات کے بعد جو رقعہ لکھا ہے وہ زبردست اور ناقابلِ تردید شہادت اس امر کی ہے کہ عالمگیر میں جا ہے دو کمزوریاں ہوں لیکن وہ قواعد کا سخت پابند تھا اور معاملہ میں کسی کی خاطر و مروت کو پاس نہیں پھٹکنے دیتا تھا۔

آں فدوی (نواب اسد خاں) را عزا (اس لئے کہ عزیز قریب تھے)

امیر خاں درگذشت اگرچہ مارا ہم باید گذشت

تا نفس باقی ست راہِ زندگی ہموار نیست

آں فدوی بدیوان دار السلطنت لاہور کہ برادر او ست بنویسد کہ اموال آں میر در بجد و کد تمام کہ نقیر و قطمیر در دائے در رشتے بلکہ پرکاہے فرو گذاشت نہ شود ضبط نماید داز خوارج تیز بتقید ہرچہ تمام تر خبر گرفتہ و از تبعہ و تحفہ بامید و بیم استفسار کردہ ہرجا ہرچہ باید در قید خود آرد کہ ایں حق عباد است بہ شخصے را کہ خلیفۂ وقت بصلاح یا فساد رعایتے افزوں از حدِ شرع نماید حق مومنین پائمال کردہ باشد در ایامِ حیات او برائے پاس خاطرش ایں معصیت بر خود گرفتہ بودیم۔ اکنوں چرا باز نہ گیریم ؟

گفتگو بسیار شد خامش شدم

مسئلہ بسیار گفتم دم زدم

٭

(۵۲)

امیر خاں صوبہ دار کابل نے عرضداشت گزاری۔ تھانہ دار ایران کو دو کوس ہندوستانی سرحد کی طرف چوکی قائم کرنے کی اجازت دی جائے اور اس کے معاوضہ میں وہ سالانہ سو گھوڑے عربی پیش کرے گا۔ بعد ملاحظہ حکم ہوا کہ

تھانہ دار ایران را آب و رنگ آوردن و صوبہ داری خود را بے آبرو ساختن کار عقلا نیست لیکن ؎

طمع را سہ حرف ست و ہر سہ تہی

دو کروہ ایں طرف رخصت دادن چہ معنی دارد کہ دو قدم رخصت نیست؟ مسئلہ فقہی در ہمہ مذہب بنا است کہ اصرار بر صغائر عین کبائر ست عجب ست از آں خانہ زاد مزاج دان کہ از سنِ ہفت سالگی در حضور تربیت شدہ از تدبیر ایرانیاں غافل ست خود تصور کنید کہ برائے ایں کار سہل کہ دو کروہ ایں طرف نشانیدن تھانہ باشد چگونہ بصد اسپ عراقی کہ قیمت آں عمدہ تعی شود راضی شدہ اند؟ ہماں مثل ست کہ ؎

سر انگشت گیرد بہ چنگل شکست | بیک بار جرأت نماید بدست
تو از فکر دشمن بہ غفلت مباش | ہمیشہ بہ رخ تیرہ اش را خراش

مثل مشہور ست کہ عقل و دولت قرین یک دیگر اند، ہر کرا عقل نیست دولت نیست عوام کالانعام فہمیدہ اند کہ ہر کہ دولت مند باشد البتہ باید عاقل باشد و ایں غلط ست معنی آنست کہ ہر کہ عقل ندارد دولتِ او پایدار نیست پس گویا نیست۔

طول کلام دریں مقام آہن سرد کوفتن و جامۂ کہنہ و دوختن ست۔

(۵۳)

خواجہ میر عابد کے لڑکے شہاب الدین ولایت سے آئے اور سہ صدی ہوکر بادشاہ کی ہمرکابی میں اجمیر شریف روانہ ہوگئے۔

شاہزادہ اکبر راجپوتوں کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے اور ان کے نقل و حرکت کی خبر نہ تھی اور نہ کوئی خبر لانے کے لئے آمادہ معلوم ہوتا تھا۔ میر شہاب الدین نے عرض کیا کہ غلام کو اس خدمت پر مامور کیا جائے۔ بادشاہ نے خوش ہوکر خلعت مرحمت کیا اور دو صدی منصب میں اضافہ کرکے پنج صدی منصب داری سے سرفراز فرماکر روانگی کی اجازت دی۔ میر شہاب الدین چودھویں روز خبر لے کر آئے اور لشکر میں داخلہ کی درخواست کی جو منظور ہوئی۔ حاضر ہوکر خبریں عرض کیں۔ بادشاہ کے دل پر اُن کی اطاعت شعاری اور خیر خواہی کا اثر پڑا اور حالات سن کر فرمایا ؎

چوں لعل ہر کہ خون جگر خورد و صبر کرد
زیب کلاہ افسر اقبال می شود

یہی شہاب الدین اپنی کارگزاریوں کے صلہ میں غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے خطابات سے سرفراز کئے گئے اور عالم گیری دور میں ہفت ہزاری منصب دار ہوئے۔ سنہ ۳۰ جلوس میں طاعون نے قیامت مچا دی۔ جو ضرب میں آیا موت کے گھاٹ اترا۔ کسی شاعر نے تاریخ کہی ہے ؎

"قیامت بود یا شود یا بود"

۱۰۹۹ھ

میر شہاب الدین فیروز جنگ بھی مبتلائے مرض ہوئے اور بصارت و سماعت کھو بیٹھے۔ قدردان بادشاہ نے بہت ہمدردی کی اور محبت کے ساتھ علاج کرایا۔ اطبائے یونان نے انگور کے استعمال کی ممانعت کی تھی بادشاہ نے بھی استعمال چھوڑ دیا۔ چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں:

خان فیروز جنگ یک رنگ من میخواستم برائے عیادت آں دولت خواہ خود بیایم اما بچہ رو دکرام نظر مشاہدہ نمایم؟ لہذا سعادت خاں را نیابۃً فرستادم تا بچشم ما بیند و اظہار ما فی الضمیر کند۔ از میوہائے نورس آنچہ اینجا ہم رسید انگورست اما اطبائے یونانی برائے آں عمدہ مخلصان مزاج دان مضرمی گویند لہذا بر خود ہم ناگوار کردیم، انشاء اللہ تعالیٰ بعد صحت کامل و شفائے عاجل یک جا میخوریم[۵]

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش ست
تو بدیں آرزو مرا برساں

(۵۴)

وقائع نگار نے اطلاع دی کہ خان فیروز جنگ احکام میں لکھتے ہیں، "حسب الارشاد کرامت بنیاد" بیں بلاحظہ حکم ہوا:

---

[۵] محمد راج پسر مہاراجہ جسونت سنگھ، عمدۃ الملک فضائل خاں اور اودے پوری محل اسی مرض موذی کے شکار ہوئے

(کرامات) مصائقہ ندارد۔ بزرگان ایشاں درویش و خانقاہ نشین بودند افغان

فیروز جنگ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے ۔ فقط

حسب الارشا د را قبول کردیم ہفت ہزاری کرامت می دارد۔"

جب خان فیروز جنگ کو خبر ہوئی تو انھوں نے لکھا:

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ والمعترف بالتقصیر

فقد عفی اللہ عنہ القلیل والکثیر

بر عرضداشت دستخط شد

من عفی واصلح فاجرہ علی اللہ ومن عاد فینتقم اللہ منہ

ترجمہ۔ ہر کہ عفو و ملامت باصلاح آرد پس اجر او بر خداست و ہر کہ بہ تقصیر خود معاودت کند

خدائے تعالیٰ از وانتقام می گیرد۔

(۵۳)

۱۱۱۳ھ میں عالم گیر نے منصب داروں کی فوج کا جائزہ لیا اور خان فیروز جنگ کے

یہاں مقررہ تعداد سے زیادہ فوج پا کر شاہزادہ بیدار بخت کو تہدید نامہ بھیجا:۔

فرزند زادۂ بہادر! محارہ (جائزہ) ہمراہیان خود کہ خان فیروز جنگ نمودہ

زیادہ از ضابطۂ منصب و تنخواہ او بنظر آمد۔ از توپ در تنگہ و بان در ام جنگی و

جزایر و کھٹر نال و شتر نال و گجنال و سواران با یراق و اسپان و فیلان

با برگستوانہائے یراق و دیگر لوازمہ طمطراق آں قدر کہ باید بلکہ نباید ملاحظہ شد

چنانچہ اکثرے از آن لبسر کار والا در آمد۔ شما کہ مضاعف ادمی بابید چرا

زرہا ضائع می کنید و بے مصرف صرف می نمائید؟ انچہ درکار بود ساختنش ضرورست ودیگر ہمہ خودسازی ست ہے۔

خان فیروزجنگ رنجیدہ ہوئے لیکن ضابطہ ضابطہ ہی رہا دوسرے طریقے اضافہ منظور ہوا، مگر جس طور سے خان فیروزجنگ نے لوازمہ رکھ چھوڑا تھا وہ جائز نہیں قرار دیا گیا۔

(۵۴)

جب خان فیروزجنگ زیادہ ملول ہوئے تو اُن کو رقعہ بھیجا:

خان فیروزجنگ۔ تفریق فوج لاعلاجی ست فدوی زادہ را زود بہ حضور کرامت گنجور بفرستید کہ بانعامات وادرارات امتیاز یافتہ باز بپیش آں دولت خواہ خواہد رسید۔

خبردار ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ زاسرار غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور ہے رشید

قمرالدین خاں نام تھا میر شہاب الدین فیروزجنگ غازی الدین خاں ہفت ہزاری کے صاحبزادے ۱۰۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ عالمگیری سرکار سے قلیج خاں کا خطاب اور پنجہزاری منصب تھا۔ بہادر شاہ بادشاہ نے خان دوراں خاں کا خطاب مرحمت فرمایا۔ فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں فتح جنگ نظام الملک کے خطابات سے سرفراز ہو کر صوبہ داری دکن مرحمت ہوئی اور محمد شاہ نے خلعت وزارت اور خطاب آصف جاہ سے سرفراز فرما کر صوبہ داری مالوہ کا اضافہ ۔۔۔ نواب کو شاعری سے ذوق تھا اپنا دیوان یادگار چھوڑا یہ نہایت دلیر شجاع اور سیر چشم تھے (قاموس المشاہیر) مفصل حالات کتاب کے آخر میں درج ہیں

خوف صدر سی گیا

انچہ دل از فکرِ آں می سوخت ہم ہجر بود ؎
آخر از بیمہریٔ گردوں بآں ہم ساختیم

(۵۵)

وقائع نگار متعینہ لشکر خان فیروز جنگ نے اطلاع دی کہ محمد عاقل کو بعلت راہزنی

خان نے قتل کرادیا۔ حکم ہوا:۔

عمدۃ الملک مدار المہام بخان فیروز جنگ بے فرہنگ بنویسد کہ برقتل کہ عبارت

از ہدم بنیان الٰہی ست بغیر از حجت شرعی اقدام نمودہ۔ ولے برآں روز کہ

وارث بہم رسد و دیت طلب کند، ایں سخیف را بغیر از حکم قصاص چہ چارہ کہ

ترحم در حدود ممنوع نص کلام اللہ است ولا تاخذکم بہما رأفۃ فی دین اللہ

(۵۶)

خان فیروز جنگ یک رنگ من۔ الحمد للہ دوری قلبی نیست ؎

گر در یمنی و با منی پیش منی

ور پیش منی و بے منی در یمنی

از احوالِ شما روزی اکثر اطلاع می دادہ باشند تا کہ مواصلت صوری

دست دہد خانہ زاد عنایت اللہ خاں را ندیدہ ایم جاے او خالی ست ؎

شاخِ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست

(۵۷)

خان فیروز جنگ کار خود را ناتمام گذاشت، با وجودیکہ فرزند زادہ[1]
از برہان پور آمدہ بدیدنش نرفتہ روانۂ برار شد و لفظ سپہ سالار کہ می نویسد
از نوشتۂ وکیل معلوم شدہ یا خبر غیبی[2] است دریں مادہ نہ فرمان رفتہ و نہ گفتہ ایم
بنماید کہ منصب سپہ سالاری از کجا پیدا کرد؟

(۵۸)

ذو الفقار خاں نصرت جنگ جس پایہ کے امیر اور جس دبدبہ کے جرنیل تھے وہ
اس کتاب کے آخر میں مذکور ہے۔ ان کی جاں بازانہ خدمات نے مرہٹوں کی قوت کا
دکھن میں قلع قمع کر دیا تھا۔ دکھن کے بڑے بڑے سردار ان کی جبروت اور بہادری کا
لوہا مانتے تھے اور سچ تو یوں ہے کہ خان نصرت جنگ اور فیروز جنگ پر عالمگیر کو
ناز تھا اور بجا طور پر ناز تھا۔ لیکن ان کی یہ مجال نہ تھی کہ قاعدہ کے خلاف کریں
اور جب کبھی ایسا موقع آیا تو عالمگیر نے مواخذہ کے شکنجہ میں ان کو خوب ہی
کسا اور حسب موقعہ سزائیں دیں۔ لیکن امیروں نے اطاعت شعاری اپنا شعار

ف۱ امیر الامرا غازی الدین خاں سے مراد ہے۔ جو نظام الملک آصف جاہ خان دوراں خان فتح جنگ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ باپ کے انتقال کی خبر سن کر دار السلطنت سے دکھن روانہ ہوئے لیکن اورنگ آباد پہنچ کر ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۱۶۵ھ کو انتقال ہوگیا اور نعش دہلی لائی گئی اور وہیں دفن ہوئے ۱۲

ف۲ فرمان جاری کرنے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ یہ حسن طلب ہے اور سنہ ۴۸ جلوس میں منصب سپہ سالاری سے سرفراز فرما دیا

قرار دے لیا تھا۔ اُس سے کبھی منحرف نہ ہوئے۔ جنجی کا نامی قلعہ اور کرناٹک کے
تنو چھوٹے بڑے قلعے اور ساحلی مقامات فتح کرنے کے بعد خان نصرت جنگ
خوشی خوشی دربار کو روانہ ہوئے۔ لیکن راستہ میں ایک اور مہم پر تعیناتی کا
حکم پہنچا۔ خان نے خیال کیا کہ سلام اور قدم بوسی کے بعد چلے جائیں گے بغریب کو
کیا خبر تھی کہ اس عدول حکمی کی یاداش میں روز بد دیکھنا نصیب ہوگا اور رسوائی
اُٹھانا پڑے گی۔ لشکر شاہی پرنالہ پر تھا۔ اُنھوں نے حسب قاعدہ لشکر میں داخل
ہونے کی اجازت طلب کی۔ عالمگیر نے داخلہ کی اجازت نہیں دی اور خان نصرت جنگ
کے وکیل یار علی بیگ کو حکم دیا کہ صورتِ حال سے خان نصرت کو آگاہ کیا جائے
اطلاع کے بعد بھی خان نصرت جنگ بلا اجازت کیمپ میں آ گئے اور دیوان
خاص میں حاضری کے طالب ہوئے۔ عالمگیر نے ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ
حکم دیا کہ بہتر ہے آئیں۔ ہمیشہ پالکی دیوان خاص کی جالی کے برابر آیا کرتی تھی۔ اس
موقع پر پالکی جالی کے اندر آئے اور دونوں روایتوں کے درمیان
میں رکھی جائے اور خان نصرت جنگ ترکش و کمان کندھے پر رکھکر اور بندوق
ہاتھ میں لئے حضورِ معلیٰ میں حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کریں۔ یار علی بیگ نے
ان عتاب آمیز سرفرازیوں کا حال مفصل لکھ کر بھیجدیا۔ خان سناٹے میں
آ گئے اور تمام اسلحہ جسم سے علیحدہ کر کے گلال باری سے دیوان خاص تک،
پا پیادہ گئے اور وہاں ٹھیر کر حکم کا انتظار کیا۔ بادشاہ کو خبر دی گئی تو
دو گھنٹے کے بعد حاضری کا حکم دیا۔ کوئی اور بادشاہ ہوتا تو گھبرا جاتا اور
فوراً یہ نتیجہ نکالتا کہ پیہم فتوحات کی وجہ سے خان کا دماغ خراب ہو گیا اور وہ

سرکش ہوگئے ہیں اور نہ معلوم کیا سے کیا ہونے لگتا۔ لیکن عالمگیر دوسرے ہی دن دماغ کا تھا۔ دیکھئے کس دبدبہ کے ساتھ اُس نے گرفت کی اور یہ بھی دیکھئے کہ خان نصرت جنگ بھی اپنی غلطی پر کس قدر متاسف ہوئے

خان نصرت جنگ نے حاضر ہو کر قدمبوس ہونا چاہا تو عالمگیر نے داہنا پیر پھیلا دیا۔ گھبراہٹ میں خان کا پہلو مسند پر آگیا جو باعثِ تکدر ہوا لیکن بادشاہ نے خان نصرت جنگ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا:- (۵۸) برقعہ نصرت جنگ

چوں مدتے در بیرون ہا بود ید ضوابطِ حضور فراموش کردید ؎

زاغ دُم سوئے شہر و سر سوئے دہ

دُم آں زاغ از سرِ او بہ

بعد ازاں رو بطرف بہرہ مند خاں[1] کردہ فرمودند کہ چہ معنی دارد کہ خانہ زاداں بہ سبب رفتن بیرون آداب را فراموش کنند؟ ظاہراً در باصرۂ خانِ مذکور تفاوت شدہ است

---

[1] عزیزالدین نام، میرزا ابراہیم کے لڑکے اور عمدۃ الملک جعفر خاں کے برادرزادہ تھے۔ ۲۸ سنہ جلوس میں عالمگیر نے عزیزالدین کو بہرہ مند کا خطاب مرحمت فرمایا۔ دکن کی لڑائیوں میں قابل قدر خدمات کے صلہ میں ترقی کرتے کرتے چہار ہزاری اور دو ہزار سوار کے منصب دار ہو گئے اور ۴۵ سنہ جلوس میں بجائے بخشی الملک روح اللہ خاں کے میر بخشی فوج مقرر ہوئے اور ۵ ارجمادی الثانی ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی۔ وصیت کے مطابق بہادر گڈھ (دکن) میں دفن ہوئے۔ بہرہ مند بہت ہی باوقار امیر تھے کریم الصفات اور مہذب الاخلاق۔ ہمیشہ آرزو کرتے رہتے تھے کہ اگر بادشاہ عالمگیر ایک سال کے لئے دہلی بھیج دیں تو ایک لاکھ نذرانہ حاضر کریں۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا بادشاہ کی صحبت سے دہلی جانا افضل ہے۔ بہرہ مند خاں نے جواب دیا کہ دولت اور منصب کا مزہ تو جب ہے کہ وطن والے جنھوں نے میرا ابتدائی زمانہ دیکھا ہے وہ عروج بھی دیکھیں۔ یہ آرزو

رم خاں را حکم شد کہ عینک آوردہ بدست خود بہ بیگی خان مذکور بگزارد و تاکید شد کہ
بیں طور بخانہ رود و ازیں راہ کہ عنایت حضور ست تا سہ روز ماند کہ عینک گزاشتہ
بتور خلعت بدربار می آمدہ باشد

حکم کی تعمیل ہوئی۔ لیکن امیر خان دار وغہ خواصان کے ذریعے سے خان تنہائی میں
حاضر ہو کر خواستگار معافی ہوئے۔ عالمگیر نے قصور معاف کیا اور خان نصرت جنگ رات
ہی کو مہم پر روانہ ہو گئے۔

(۵۹)

خان نصرت جنگ کی فوج میں زنداں خاں دکھنی چار ہزار منصب دار خیر خواہی کے ساتھ
کام کرتا تھا۔ اس لئے خان نے سفارش کی کہ جانفشانی کے ساتھ کام کرتا ہے اگر کچھ
مرحمت ہو جائے تو مناسب ہے۔

"لفظ جانفشانی محض عبارت و انشا ست۔ مقرر اگر جانفشاں می بود تا حال
چرا زندہ می بود؟ و رعایت ایں جماعت عقرب در دست گرفتن و مار در بغل
داشتن ست۔ الکوفی لا یوفی"

(۶۰)

خان نصرت جنگ سیونت کی گرفتاری کے لئے مامور ہوئے اتفاقاً لشکر
معلی سے دو میل پر اُس نے دریا عبور کیا اور خان نصرت جنگ تعاقب کرتے ہوئے
پہنچے تو وہ دریا عبور کر چکا تھا خان نے استدعا کی کہ اس قدر قریب آ کر قدمبوسی

عرض کرنا گوارا نہیں ہوتا۔ اگر اجازت ہو سلام کرنے کے بعد تعاقب میں روانہ ہوں

حکم ہوا:۔

دو امر خلافِ ادب بظہور رسیدہ۔ یکے آنکہ چرا چنیں کرد کہ اشقیا، از نزدیک معسکر معلیٰ عبور کردند؟ ایں خالی از سوءِ ادب نبود بلکہ احتمالِ بحریک بود۔ دوم آنکہ بکارِ مامور نہ پرداختن و برخلافِ آں عرض کردن بخلافِ اطاعت بعمل آمدہ۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۔

(۶۱)

خان نصرت جنگ، راؤ دلیپ[1] وغیرہ متعینانِ خود را سوائے ملتفت خاں پیش شاہزادہ عالی جاہ بگزارد کہ آنجا ہم کار بسیار ست دست آنہا اگر کوتاہ باشد و در کار خللے نہ شود چہا کہ بعضیہا بار اناے بیحیا بیک کمان تیر می انداز ند نمی فہمند کہ خود را نشانۂ تیر وبال آخرت می سازند

گندم از گندم بروید جو ز جو

از مکافاتِ عمل غافل مشو

اے صبا بلطف بگو آں غزالِ رعنا را   کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادہ ما را

العافیۃ بالعافیۃ۔

---

[1] راؤ دلیپ سنگھ راجہ لوجہاں دیگم گڑھ کا نام ہے جن کو عالمگیر نے خدا کے بیٹے ہیں راجہ کے خطاب سے سرفراز کرکے سہ ہزاری ذات اور سہ ہزار کے منصب جلیلہ پر ترقی دی تھی ۱۱۱۶ھ میں علم و نقارہ مرحمت ہوا اور وفات کے قبل پنجہزاری ہو گئے تھے۔ راجہ دلیپ سنگھ راؤ بھگونت سنگھ کے لڑکے تھے جو عالمگیر کے بچپن کا دوست تھا۔

(۶۲)

خان نصرت جنگ من! ارباب کارِ تیمارِ حال مردم متدین کم می کنند۔ زیراکہ از ینہا تواضع آنہا از اول تا آخر نمی آید و سفاکان در گرفتن و دادن باک ندارند یعنی آب از دریا بخشیدن بخل نمی خواہد۔ خلاف امریست دشوار۔ نمی دانم روز جزا بر من چہ خواہد گزشت؟ و بعد ازیں بر سر بندہائے خدا چہ مصیبت خواہد شد

فکرِ شنبہ تلخ دارد جمعۂ اطفال را
عشرتِ امروز بے اندیشۂ فردا خوش ست

بہر حال ارباب کار ذوی الاعتبار را در ہمہ حال ہراسان و ترسان باید بود ہر لحظہ الحفیظ و الامان باید گفت

(۶۳)

فدوی درگاہ! شجاعت خاں[۱] درگزشت اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُون

---

[۱] قافلہ سالار کی رحلت کے بعد جو مصائب بندگان پر پڑیں اور جس طرح نامی گرامی امیر اور فوجی آفیسر خانہ جنگیوں میں تباہ اور برباد ہوئے ان کے معلوم کرنے کے لئے عہد بہادر شاہ سے سلطنت مغلیہ کی تاریخ کو ملاحظہ فرمایئے ۱۲ [۲] محمد بیگ نام تھا اور شاہزادہ کام بخش کی سرکار میں مصاحب تھے۔ جب بھائیوں میں جھگڑا شروع ہوا تو یہ صوبہ گجرات چلے گئے حضرت دارا شکوہ سموگڑھ کی شکست کے بعد گجرات آئے اور ان کو قزلباش خاں کا خطاب دے کر ہمراہ لیا لیکن جب اُن کو نواح اجمیر شریف میں شکست ہوئی تو محمد بیگ عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے۔ قصور معاف ہو کر صوبہ دار گجرات مقرر ہوئے اور پھر کار طلب خان کا خطاب

(بقیہ نوٹ بر صفحۂ آئندہ)

آدمِ کاردان بود و در گجرات عمل درست داشت صوبہ داری جہت آں ملک تجویز باید کرد۔ دو سہ کس بجائے خود بخدمت عرض نمود۔ عالی جاہ (شاہزادہ محمد اعظم) ہم رغبت دارند۔ اگر بادشاہ زادگی را کار نفرمایند و بہتر از دیگراں سرانجام تواند کرد می تواں داد۔ باللہ التوفیق والیہ الرشاد۔ و دریں مقدمہ بہتر از خیر اندیش خاں دیگر کسے نیست۔ اما می گویند کہ خیمانش از کار رفتہ بارے او را یا دیگرے را مقرر نمایند عتیق اللہ خاں ہم بدنیست و مقدمۂ ابراہیم خاں و کشمیر بان حفیظ اللہ خاں خوب نوشتہ و مآل اندیشی را دخل نداده ؂

حیف برین دانش و آئین او
کور شده دیدهٔ حق بین او

درباب دینداری تحقیق حق از دست دادن چہ معنی دارد؟ وازیں جاست کہ گفتہ اند قاضی وامین تحقیقات متعصب باید کرد کہ بیک اقرار و انکار مقدمہ تمام نہ کند و در انفصال قضایا اصلا کوتاہی نزود و اعتبار جہت غالب را منظور ندارد =

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) مرحمت ہوا اور منصدی گری سورت مرحمت ہوئی اس زمانہ میں یہ معزز عہدہ تھا کچھ دنوں بعد صوبہ داری الہ آباد پر ترقی پائی اور خطاب شجاعت خاں مرحمت ہوا چھوٹے درجے سے منصب چہار ہزاری تک اپنی قابلیت کی بدولت پہنچے تھے۔ ۲۰ محرم ۱۱۱۳ھ ۴۵ جلوس میں انتقال ہوا اور احمد آباد میں دفن ہوئے خلیق و منکسر المزاج اور صوفی منش تھے احمد آباد کے لوگ ولی سمجھتے ہیں اور آج بھی چادریں چڑھاتے ہیں، شجاعت خاں کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی لیکن ایک لے پالک چھوڑا اس کو نذر علی خاں کا خطاب مرحمت ہوا لیکن کچھ نکلا نہیں دو لڑکیاں تھیں جو معصوم بیگ اور حیدر قلی خاں کو بیاہی گئیں۔

ل شخصی سلطنت تھی لیکن مدار المہام کو افسران کے انتخاب کرنے کا حق تھا اور ان کی سفارش پر صوبہ داریوں کا انتظام ہوا کرتا تھا لیکن ہم اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ یہ نعمت متمدن یورپ کی ایجاد ہے اور شخصی سلطنت میں کوئی اس سے ...

ازیں قسم مردم بیشتر هم کم بودند و دریں وقت که ایمان ضعیف و شیطان قوی ست خود کجا؟

(۶۴)

خان جهان بهادر درگذشت انا لله و انا الیه راجعون سبحان الله آدمی چه قدر غافل ست؟ و نفس تا کجا بر و غالب! دریں ایام صوبه داری دکهن میخواست و بچه دل گرمی آرزوی آن میکرد؟ آری کار نفس بد تر ازین ست ۵

کشتن این کار عقل و هوش نیست	شیر باطن سخرهٔ خرگوش نیست
عالمی را لقمه کرد و در کشید	معده اش نعره زنان هل من مزید
دوزخ ست این نفس و دوزخ اژدهاست	کو بدریا ها نه گردد کم و کاست
هفت دریا را در آشامد هنوز	کم نه گردد سوزش این خلق سوز
سنگها و کافران سنگ دل	اندر آیند اندران خوار و خجل
هم نه گردد ساکن از چندیں غذا	تا ز حق آید مرا ورا ایں ندا
سیر گشتی سیر؟ گوید نے هنوز	ایں ست آتش ایں ست تابش ایں ست سوز
حق قدم بر وے نهد از لا مکاں	آنکه او ساکن شود از کن فکاں
چونکه جزو دوزخ ست ایں نفس ما	طبع کل دارد همیشه جزو ها
ایں قدم را حق بود کو را کشد	غیر حق خود کے کماں او را کشد؟

سله میر ملک حسن خان جهان بهادر ظفر جنگ کو کلتاش سے مراد ہے۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو فٹ نوٹ سابقه ۱۹ رجادی الاولی ۱۰۸۸ھ مطابق ۲۱ جلوس میں انتقال ہوا ۱۲

تو سنے خواہم زحق دریا شگاف   تا بسوزن بر کنم این کوہ قاف

او تعالیٰ توفیق کرامت کند و ازیں تیرہ روزی رہائی بخشد۔ بحرمۃ محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام

(۶۵)

فدوی درگاہ! امیر الامرا[1] در گزشت از مردم قدیم ہمیں یک کس ماندہ بود

---

[1] مرزا ابو طالب نام تھا اور شمس الدولہ آصف خاں شاہجہانی کے بیٹے، عالمگیر اور امیر الامرا ذوالفقار خاں کے ماموں تھے۔ جس روز پیدا ہوئے شائستہ خاں کا خطاب مرحمت ہو کر منصب پنجہزاری عطا ہوا۔ جوان ہو کر معرکوں میں شریک ہوئے۔ عالمگیری عہد میں ہفت ہزاری منصب سے سرفراز ہو کر صوبۂ بنگال، دکن اور اکبرآباد میں صوبہ دار رہے۔ مرہٹوں نے جس امیر کی تلوار سے پناہ مانگی وہ یہی شائستہ خاں تھے جن کے عہد میں جب کھلے میدان لڑنے کی قوت باقی نہیں رہی تو راتوں میں ڈاکہ زنی کرنے لگے۔ شائستہ خاں کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی ہمت نہ رہی تو رات میں چھپ کر بھیس بدل کر زنانہ لباس پہن کر محلسرا میں داخل ہو گئے اور شامل ہونے والوں پر حملہ کیا۔ محلسرا میں خوب تلوار چلی۔ حملہ کرنے والے جان سے مارے گئے لیکن شائستہ خاں بھی زخمی ہوئے۔ عالمگیر کے یہاں یہ انتہائی غفلت تھی۔ شائستہ خاں کو چشم نمائی کی گئی اور بنگالہ کی صوبہ داری پر تبادلہ کر دیا گیا۔ عہد شاہجہانی میں گجرات اور مالوہ کی صوبہ داری کر چکے تھے اور شاہزادہ معظم کے اتالیق بھی رہ چکے تھے اور مہم گولکنڈہ میں شریک رہے تھے۔ آخر زمانہ میں صوبہ دار اکبرآباد تھے اور اسی شہر میں ۱۶ شوال ۱۱۰۵ھ کو ۹۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ جمنا کے کنارے اپنے باغ میں دفن ہوئے۔ الٰہ آباد کے قلعہ کے پیچھے دریائے جمنا کے کنارے ان کی بنوائی ہوئی مسجد آج بھی موجود ہے۔ اس کی بنیاد عہد شاہجہانی میں رکھی گئی تھی اور ۱۰۶۵ھ میں تکمیل کو پہنچی۔ حسب روایت منٹگمری ۱۸۰۰ء میں کرنل کیٹ نے اس کو تغیر دے کر اپنی بود و باش کا مکان بنا لیا تھا۔ لیکن ۱۸۱۱ء میں سرکار کمپنی کے حکم سے مسجد پھر اپنی اصلی صورت میں تبدیل کر دی گئی۔ بشپ ہیبر نے بھی اس مسجد جامع کو

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آیندہ)

انا للہ وانا الیہ راجعون. مطالبہ ہم دارد بدیوان بیوتات آں صوبہ برائے
اموال باید نوشت کہ تبقید تمام بضبط آرند وازعدم او بزودر دگر فتگی ہر قسم کہ میرآید

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) دیکھا تھا وہ اس کی بڑی تعریف کرتا ہے اور اس کی خوبی موقع، بلندی، حسن منظر قرب دریا کی تحسین کرتا ہے۔ مدت تک جمعہ و عیدین کی نماز یہاں ہوتی رہی آخر یہ حالت بھی انقلاب حکومت و شدائد غدر سے قائم نہ رہی اب لوگ جگہ بھی نہیں بتلا سکتے کہ مسجد کہاں تھی (مولوی مقبول احمد صمدنی) شہر الہ آباد کی تعیناتی کے زمانہ میں مؤلف کو موضع دیوری تھانہ گھورپور ضلع آباد جانے کا اتفاق ہوا تو دریا کے اندر ایک سر بفلک برج دیکھا۔ دوسرا برج منہدم ہو چکا ہے اور عمارت کا باقی حصہ پتھروں کا ڈھیر ہے۔ دریافت کرنے پر ملاحوں نے بتلایا کہ سوجان دیوتا کا مندر ہے جہاں سال میں دو مرتبہ پھاگن اور کاتک میں میلہ ہوتا ہے اور دور دور سے زائرین درشن کرنے آتے ہیں۔ میں خاموش تھا کہ میرے اردلی نے بتلایا کہ مندر تو ہے لیکن عمارت میں فارسی اشعار کندہ ہیں۔ یہ سن کر مجھے زیادہ اشتیاق پیدا ہوا اور میں اپنی کشتی عمارت کے نیچے لے گیا اور بیسیوں سیڑھیاں طے کرنے کے بعد اوپر پہونچا تو واقعی فارسی اشعار کندہ تھے اور برج کے درمیان میں سوجان دیوتا کا استھان بنا ہوا تھا۔ بدقت فارسی اشعار پڑھنے میں آئے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوا۔ میری آرزو ہے کہ کوئی اہل دل اس موقع پر پہونچکر فارسی اشعار کی مدد سے پتا لگائے کہ یہ کیا عمارت ہے۔ اشعار فارسی یہ ہیں ؎

چو تختِ سلیماں بر وے ہوا — بفرمانِ شائستہ خاں شد بنا
بشد ایں بنا در سرائے سپنج — بسال ہزار و پنجاہ و پنج (۱۰۵۵)
چو فکر بلند اندریں طرفہ جائے — بنائے بلند و عجب دلکشا ؎
رہ از ارتفاعش نیابد نظر — بجز قصد تیمر آہی راہبر
بنائے عجیب و رفیع و لطیف — شد از اہتمام محمد شریف

اس عمارت کا تذکرہ گزیٹر الہ آباد میں اس طرح ہے کہ یہ سوجان دیوتا کا مندر تھا اور امیر الامراء شائستہ خاں صوبہ دار نے منہدم کر کے موجودہ عمارت بنوائی تھی

فارسی اشعار ثابت کرتے ہیں کہ یہ عمارت ۱۰۵۵ھ میں تعمیر ہوئی جب کہ شاہزادہ دارا شکوہ کا اقبال ترقی پر تھا۔ اسی زمانہ میں شائستہ خاں کا یہ فعل اس لئے زیادہ تعجب انگیز ہے کہ وہ سزا سے کیونکر بچے اگر اورنگ زیب کا زمانہ ہوتا تو آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیا جاتا کہ گزیٹر میں جو کچھ لکھا گیا وہ بجا اور بالکل درست ہے

امیر الامراء بڑی خوبیوں کے متواضع اور منکسر المزاج بزرگ تھے اگر معمولی دل و دماغ کے امیر ہوتے تو ان کا

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

مبلغہائے بادشاہی بگیرد و دیوان مرحوم را فہمیدہ می گویند کہ بشرطیکہ خدمتی رعایتہا کردہ خواہد شد و حقیقت پسران مغفور بعرض باید رسانید۔ بدیگرے ہم دریں باب گفتہ ایم۔ بگمان رعایت قبیلہ داری او نوبت ثانی آں فدوی باین امر مامور گردیدہ یقین کہ پردیہ عرضیہ خود بہ راستی و درستی ظاہر خواہد کرد۔ امان اللہ خاں ہم برائے ایں کار بدنسبت متعین باید کرد و مراتب بعرض رسانید کہ اضافہ دادہ شود و یک رعایت ہم بخاطر است نسبت باو بعمل می آید۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) عشر عشیر عروج ہوتا تو اس کا دماغ آسمان سے باتیں کرتا۔ مگر نواب شائستہ خاں امیر الامراء ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ خندہ پیشانی اور اخلاق سے پیش آتے تھے اور حتی المقدور سوال رد نہ کرتے تھے یہ تو منصب اور رعروج تھا اور مرنے کے بعد ضابطہ کی کارروائی کی گئی۔ جب اپنے ماموں کے لئے عالمگیر نے قاعدہ نہیں توڑا تو پھر مہاراجہ جسونت سنگھ تو شاہجہاں کے ماموں زاد بھائی کے لڑکے تھے اُن کے لئے اگر قاعدہ نہیں توڑا گیا تو عالمگیر کیوں ہدف ملامت بنایا جاتا ہے اگر شائستہ خاں کی اولاد عدول حکمی کرتی تو اُن کو بھی سزا دی جاتی۔

لہ (۱) خدابندہ خاں۔ بہرائچ (اودھ) کرناٹک اور مندرسور وغیرہ کے صوبہ دار رہے روح اللہ خاں ثانی کی وفات کے بعد منصب دو ہزاری ہوئے اور محلات شاہی کی داروغگی کی خدمت پر آخر عمر میں سرفراز رہے

(۲) بزرگ اللہ خاں دوسرے صاحبزادے کا نام ہے جو ایک ذی رتبہ افسر تھے اور ۱۱۰۰ھ میں صوبہ داری بہار کی خدمت پر مامور ہوئے۔ ۱۱۰۹ھ میں بمقام حاجی پور (کٹک اڑیسہ) مسجد بنوائی ان کا اصلی نام ابو المظفر تھا۔

(۳) ابو طالب نام اور عقیدت خاں خطاب تھا ۳۲ جلوس میں فوت ہوئے

(۴) ابو الفتح خاں سیواجی کے شبخون میں کام آئے ۱۲

سوانح نگار و زبردست خاں[۱] درباب سید میرک چیزہا نوشتہ اند۔ اصلی[۲] دارد
یا نہ؟ او خود را در اصحاب تدوین می کشد۔ از عنایت اللہ خاں[۳] بپرسد۔ از صالح خاں

---

۱ امیر الامرا علی مردان خاں ہفت ہزاری کے پوتے اور ابراہیم خاں پنجہزاری کے بیٹے تھے۔ مختلف خدمات انجام دینے کے بعد سنہ ۴۹ جلوس میں چہار ہزاری منصب پر ترقی پاکر صوبۂ اجمیر کی صوبہ داری پر سرفراز کئے گئے اور فوجداری لکھی جنگل کے صوبہ میں شاہزادہ جہاندار شاہ بجائے ان کے صوبہ دار ہوئے ۱۲

۲ سید جمال نیشاپوری کی اولاد میں تھے۔ ان کے آبا و اجداد کشمیر سے آئے اور اسی ملک میں سکونت اختیار کرلی۔ عنایت اللہ خاں کے پدر بزرگوار کا نام شکر اللہ تھا عنایت اللہ خاں کی ماں حافظہ تھیں اور زیب النساء بیگم کی تعلیم ان کے سپرد تھی جب شاہزادی حفظ مصحف مجید کی عزت حاصل کر چکیں تو ماں نے شاہزادی کے ذریعے سے عنایت اللہ خاں کی سفارش کرائی۔ چہار صدی منصب عطا ہوکر شاہزادی کے سرکار میں خانسامانی کے عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ ان کے مزاج میں جدت تھی اور بات میں بات پیدا کر کے محنت کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیتے تھے اس لئے قدردان بادشاہ نے خطاب خانی اور منصب دو ہزاری سے سربلند کرکے دیوان تن خالصہ کے عہدہ پر سرفراز فرمایا۔ اعتبار کا یہ عالم تھا کہ جب نواب عمدۃ الملک بیمار ہوئے تو اُن کے بجائے عنایت اللہ خاں خدمت وزارت انجام دیتے تھے۔ عالمگیری دور کے بعد ان کے کام کی قدر ہوتی رہی ہفت ہزاری منصب پر ترقی پائی۔ چھ لڑکے چھوڑے۔ کتاب احکام عالمگیری ان کی مرتب کی ہوئی ہے۔ بادشاہ کے دستخطی احکام جمع کر کے اُن کا نام کلمات طیبہ رکھا۔ عنایت اللہ خاں خوش صورت اور نیک سیرت متین اور متدین تھے اور فقیروں سے اعتقاد تھا۔ عالمگیر ان کے املا و انشا پر فریفتہ تھا ۱۲

۳ فدائی خاں محمد اعظم کا بڑا لڑکا۔ فدائی خاں عالمگیر کے کوکہ اور خان جہان بہادر کوکلتاش ظفر جنگ کے بڑے بھائی تھے فدائی خاں کی وفات پر صالح خاں کو فدائی خاں کا خطاب عنایت ہوا ۱۲

صوبہ داری اکبرآباد خوب سرانجام شدہ است گوپال سنگ[1] را ہم درباب اعانت او باید نوشت
وبخان مذکور تسلی نامہ قلمی ساخت ؎

چیار تا بکجا عیب مفلسی پوشد

(۶۷)

مکرم خاں[2] درچہ کارست ؟ باوجود اشتیاق زیارت حرمین شریفین توقف
ازچہ راہ ؟ اولیٰ ترازیں چیست ؟ ؎

حج ربِّ البیت مردانہ بود
حج زیارت کردن خانہ بود

اللّٰھم ارزقنا خیرا۔

---

[1] راجہ مہا سنگھ بھدوریہ۔ سہ ہزاری عالمگیری کے لڑکے کا نام ہے راجہ مہا سنگھ قلعہ دار سنجر ناجی تھے اُن کی وفات کے بعد گوپال سنگھ راجہ ہو کر شاہی خدمات انجام دیتے رہے۔ آگرہ کے قریب ان کا آباد کیا ہوا گوپال پورہ ہے۔ گڑھی کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ مرہٹوں کے عروج میں ریاست کی شان جاتی رہی لیکن گورنمنٹ انگلشیہ نے ایک لاکھ منافع کی جائداد قائم رکھکر ریاست کے نام کو باقی رکھا ہے۔ نوگنواں تحصیل باہ (آگرہ) میں راجہ رہتے ہیں، بھنڈ (گوالیار) پناہٹ اور کچورہ (آگرہ) میں راجگان بہادر کے تعمیر کئے ہوئے عالی شان مکانات اب بھی موجود ہیں، راجہ بہادر کا اب بھی کافی اثر ضلع آگرہ کے اور گوالیار کے بھدوریہ ٹھاکروں پر ہے اور وہ راجہ بہادر کی عزت اور عظمت کرتے ہیں ۱۲

[2] سید صحیح النسب اور شیخ میر خوافی کے بیٹے تھے جو حضرت عالمگیر کے بچپن کے دوستوں میں تھے اور جنگ دوم دارا شکوہ میں کام آئے۔ مکرم خاں کا اصلی نام میر محمد اسحاق تھا اور اپنے بھائی شمشیر خاں کے ساتھ افغانہ کی لڑائی میں موجود تھے ۱۲

(۶۸)

فدوی درگاہ! وزارت خاں عبدالرحمٰن درگزشت برائے دیوانی مالوہ چند اسم نوشتہ بفرستد کہ خدمت کردہ باشند. رگھوناتھ[1] سعد اللہ خانی در اجیا نیکہ راتق مہمات دیوانی بود می گفت کہ "کار سرکار والا بہ کسے باید فرمود کہ جوہر کاردانی و دماغ معاملہ آرائی داشتہ باشد. نہ علیل غرض"!

(۶۹)

۱۷ ذی حجہ ۱۰۹۱ھ ۲۴ جلوس میں عالمگیر قلعہ راج گڈھ کی فتح کے لئے روانہ ہوا اور شاہی لشکر نے بینی کے مقام پر خیمہ ڈالا. عنایت اللہ خاں ناظم خالصہ تن کا خیمہ اونچے مقام پر نصب ہوا اور محلسرا کا احاطہ قائم کیا گیا. امیرالامرا نواب اسد خاں کے خواجہ سرا مسمّٰی لبنت نے خان عنایت اللہ خاں کے آدمیوں کو حکم دیا کہ یہاں سے خیمہ اکھاڑ دو. نواب کے قیام کے لئے اس جگہ انتظام ہوگا. خان نے مہلت طلب کی تو خواجہ سرا نے سختی کے ساتھ جواب دیا خان نے مجبوراً اپنا خیمہ اکھڑوا دیا

---

[1] میرک معین الدین امانت خاں عالمگیری خوافی کے لڑکے اور ملک خراسان کے سادات عظام میں سے تھے. بادشاہ کو ان پر بڑا بھروسا تھا. میرک کے انتقال کے بعد عبدالرحمٰن خان کو وزارت خان کا خطاب دے کر صوبہ مالوہ اور بیجاپور کی دیوانی کی خدمت سپرد ہوئی. شاعری سے ذوق تھا. بکرمی تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے. میر عبدالحی خاں صمصام الدولہ صمصام جنگ پسر شاہ نواز خاں حیدر آبادی مصنف مآثرالامرا تیموریہ اسی خاندان کے تھے ۱۲

[2] ملاحظہ ہو ضمیمہ کتاب ہذا ۱۲

اقدام کیش پرچہ نویس نے معاملہ کی اطلاع دی۔ خان حمیدالدین خاں کو حکم دیا کہ باہمی طور پر معاملہ کردو نتیجہ یہ نکلا کہ نواب امیرالامراکو خان عنایت اللہ خاں کے گھر جا کر معافی مانگنی پڑی اور معاملہ رفت وگزشت ہوگیا لیکن عالمگیر نے اپنے دستور معظم کو چشم نمائی ان الفاظ میں فرمائی:

قدوی قدیم الخدمت! باآنکہ عمرے در حضور تربیت یافتہ و خدمت کردہ وگمان ضابطہ دانی و شرائف انسانی در حق او بیشتر ست، باوجود ایں ہمہ اہانت منصبداران بادشاہی روا میدارد و قول سعدیؒ یاد نمی آرد ؎

من تو ہر دو خواجہ تاشانیم
بندۂ بارگاہِ سلطانیم

بعد ازیں احتیاط لازم داند و باعتقاد خود نوکر درگاہ والا را نیز ہم چشم خود شمارد و امتیازے کہ می باید مراعات آں را نامرعی ندارد۔

(۷۰)

فرزند عالی جاہ! مندسور[1] عمدہ ترین محال صوبۂ مالوہ در جاگیر الشیام رحمت شدہ سابق سربلند خاں[2]

---

[1] ریاست اندور میں ضلع کا صدر مقام ہے ۱۲

[2] خواجہ رحمت اللہ نام تھا۔ نجابت خاں مرزا شجاع کے بھانجے اور مرزا شاہ رخ کے نواسے تھے۔ سربلند خاں ان کا خطاب تھا۔ عہد عالمگیری میں چہار ہزاری دسہ ہزار سوار کے منصب پر سربلند ہوئے اور بخشی الملک کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ ایک طویل عرصہ کے بعد ۱۱۵۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا ۱۲

وحسن علی خاں وکم منصبیان مثل نوازش خاں روحی فوجدار آنجا بوده اند۔ آں
نورالابصار عامل کار آگاہ امانت دستگاہ شجاعت پناہ آنجا بفرستند

(۱۷)

روزے بحضور اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) مذکور شد کہ رونق خانہ وافزائش مال
وآبادی محالات جاگیر سعد اللہ خاں راعبد النبی دیوان خاں موصوف کردہ خود ش

۱؎ الہ وردی خاں کے فرزند دوم تھے۔ عالمگیری عہد میں جب گوکلا جاٹ نے بغاوت پر کمر باندھی اور شاہی امیر کافی سے زیادہ رسوا ہو چکے تو عالمگیر نے ان کو تعینات کیا۔ انھوں نے گوکلا کو گرفتار کر کے شاہی حکم سے راجہ نرسنگ دیو کا بنوایا ہوا مندر برباد کیا۔ اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد مختلف صوبوں میں خدمات انجام دے کر دکھن گئے اور ۲۵ ذی قعدہ ۱۰۹۷ھ کو بیجاپور کے فتح کے دوسرے دن انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے ۱۲

۲؎ یہاں بھی مسلمان ہونے کی شرط نہیں ہے اگر ملکی معاملات میں تعصب کی کارفرمائی ہوتی تو اس موقع پر گمان غالب ہے کہ دیندار وغیرہ کے الفاظ ضرور حوالہ قلم کیے جاتے ۱۲

۳؎ ملاحظہ ہو نوٹ شامل آخر کتاب ۱۲

۴؎ بادشاہ سکندر لودی کے زمانہ میں متھرا کے باشندے شاہی لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ تادیبی فوج سرکوبی کے لیے مامور ہوئی جس نے شہر کو خوب لوٹا اور گویا گدھے کا ہل چلا دیا۔ باشندگان متھرا ترک وطن کر کے چلے گئے اور متھرا ویران ہو گیا۔ جب اکبری دور شروع ہوا تو جہاں پناہ بندرابن تشریف لے گئے اور بندرابن میں تجلیات الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے بعد متاثر ہو کر حکم دیا کہ مندر تعمیر کیے جائیں۔ گوبند دیو۔ گوپی ناتھ اور جوگل کشور وغیرہ مندر بندرابن اور متھرا میں تعمیر ہوئے۔ حضرت کلیم کو کوہ طور پر جلوہ ہوا تو تاب نہ لا سکے اور کوہ طور جل کر خاک سیاہ ہو گیا مگر واہ رے چنگیز خانی خون۔ خود اکبر نہ تو بیہوش ہوا اور نہ بندرابن کا شہر کوہ طور ایسا ہوا۔ اور کیوں ہوتا۔ یہ ڈپلومیسی کا کرشمہ تھا۔ جب جہانگیر کا زمانہ آیا تو بادشاہ کی اجازت سے راجہ نرسنگ دیو بوندیلہ نے اُس ۳۲ لاکھ کی لاگت سے جو علامہ ابوالفضل مرحوم پر ہاتھ صاف کر کے لوٹ لیا تھا

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

معروف بجان و دل در امور سرکار روالاست۔ وقتے کنایۃً با خان مذکور فرمودند ما شنیدہ ایم کہ شما سنگ پارس دارید؟ از نظر بگزرانید۔ عرض کرد کہ فلانے را بصورت انسانی در وصف زر افشانی دارم آں حضرت الحمد للہ خواندہ بر زبانِ دُر افشان آوردند کہ بایں وصف خود شما را ہم موصوف دانیم۔ اور ابشما ارزانی داشتیم۔

آدم ہوشیار امانت دار، خدا ترس آبادان کار کمیاب ہے

انچہ بر جستیم دکم دیدیم و بسیار ست و نیست
نیست جز آدم دریں عالم کہ بسیار ست و نیست

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) متھرا میں ایک شاندار مندر بنوایا۔ حضرت شاہجہاں کے عہد میں متھرا والوں نے پھر شوخیاں شروع کر دیں جو فوجدار بھی گیا وہ بدنام ہوا۔ اعظم خاں، مرزا عیسی خاں اور دوسرے نامی گرامی امیر مامور ہو کر گئے اور اس لئے ذلیل ہوئے کہ شاہزادہ دارا شکوہ کی وجہ سے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ تھی اس طرح متھرا والوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ امیروں نے تعیناتی سے جی چرانا شروع کر دیا تو متھرا والوں کے دماغ اور بھی آسمان سے باتیں کرنے لگے عالمگیر کے زمانہ میں بھی امیر تعینات ہوئے اور انھوں نے رواداری کے ساتھ انتظام شروع کیا لیکن خمیر کو کیا کیجئے کہ اس طرف سے رواداری اور دوسری جانب سے بدتمیزی اور شوخی تھی عالمگیر نے سید عبدالنبی خاں فوجدار سرہند کو متھرا کی فوجداری کے لئے منتخب کر کے تعینات کیا اور گمان غالب تھا کہ سید کی حرنجان مرنج پالیسی کامیاب ہوگی لیکن من چلے گوکلا جاٹ نے کچھ پروا نہیں کی اور بغاوت کر بیٹھا۔ سید عبدالنبی خاں نے متھرا میں مسجد بنوائی تھی جو آج بھی موجود ہے باغیوں نے بسر کر دی گوکلا جاٹ مسجد کو بے حرمت کر کے مسلمانوں پر خوب ہاتھ صاف کئے۔ لڑائی ہوئی اور بیچارے سید اس لڑائی میں کام آئے۔ یہ واقعات ۱۰۸۰ھ کے ہیں۔ جب اطلاع پہنچی تو عالمگیر خود گئے اور سیف شکن خاں کو فوجدار کر کے بھیجا لیکن کسی وجہ سے وہ ہٹا دئے گئے اور حسن علی خاں پسر اللہ وردی خاں فوجدار مقرر ہو کر متھرا آئے گوکلا جاٹ نے پھر ہاتھ پیر نکالے لور خان نے اس کی قرار واقعی گوشمالی کر دی۔ متھرا والے اکبری عہد سے بہکے ہوئے تھے ان کو گمان بھی نہ تھا کہ جن بغاوتوں اور قتل کے لئے ان سے کبھی بازپرس نہیں ہوئی اس مرتبہ وہ سختی کے ساتھ دبائے جائینگے چنانچہ حسن علی خاں نے گوکلا جاٹ کو شکست دیکر گرفتار کر لیا۔ قتل اور بغاوت کے الزام میں اس کو پھانسی کی سزا ہوئی متھرا کا نام اسلام آباد رکھا گیا۔ اس کے بعد متھرا والوں نے عالمگیر کے زمانہ میں سر نہیں اٹھایا ۱۲

(۷۴)

فدوی با اخلاص زاد نواب اسدخان، که بنده‌زادهٔ او فرستادم و جهت تنبیه
پدر و پسر اعتبار او را افزودیم، ظاهراً بر نخوت و پندار افزوده و قدر خود را گم کرده
استغفرالله لازم آنست که لوازم اعتذار را دستخط بر خود واجب شمرده بنده
نصرت جنگ برده و عذرها بخواهد و خود را از زمرهٔ پیش دستان پدرش انگاشته
زیاده گوئیم که این را فراموش نسازد

بیت

هیچ دانی که شیر مردی چیست
شیر مرد زمانه دانی کیست؟
آنکه با دشمنان تواند ساخت
وانکه با دوستان تواند زیست

(۷۵)

فدوی با اخلاص! اگر نان نمی‌خوریم، ای کاش در خانه هم بدست دیگری گرفت
و آب را در خانه هم آب و تاب نیست. هوشیاری و هنرمندی در دولت آنست که هم
وقت همه جا کارخانجات همه خود مرتب آراسته دارند تا وقت کار در این
آنها که میشود نشست، فرش و فرش نیز در همه چیز آنها برپا و مهیا گردد و ترتیب خدم
بینندگان شان را دولت خداداد ما معلوم کنند و رونق و شکوه او معاینه نموده
ناتوان جنبان بیعت کردند. هیبت تنبیه است دعوت تقریر همه جا است!!!

حقا کہ بے حساب نا صواب ورب الارباب

عاقل خاں جواب حسب الحکم در باب بنا نمودن قلعہ دار الخلافہ مہابت خاں[۲] صادر شدہ خوب نوشتہ ۔ نوکر ہمچو باید ۔ الشکر للہ والمنۃ ۔

(۷۴)

فدوی با اخلاص ! مرشد قلی خاں[۳] ضابطہ است و خالی از مدبری ہم نیست

---

[۱] میر عسکری نام تھا اور خواف کے رہنے والے تھے ۔ شاہزادہ اورنگ زیب کے سرکار میں بخشی دوم کی خدمت پر مامور ہوئے ۔ شاہزادہ نے سریر آرائے سلطنت ہو کر ان کو عاقل خاں کا خطاب دے کر دو آبہ کی صوبہ داری پر سرفراز کیا ۔ مگر عاقل خاں کچھ دنوں کے بعد خانہ نشین ہو گئے لیکن پھر دربار میں آئے اور سہ ہزاری منصب مرحمت فرما کر صوبہ دار اکبر آباد کئے گئے ۲۴ جلوس سے ۱۰۸۷ھ جلوس تک صوبہ دار رہے ۔ شاعری سے ذوق اور حضرت برہان الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے اعتقاد تھا ۔ اس لئے رازی تخلص کرتے تھے ۔ کریم الصفات منکسر اور فقیر دوست تھے لیکن مزاج میں تمکنت زیادہ تھی ۔ عالم یہ تھا کہ جہاں آرا نے قلعہ کی سیر کرنا چاہی تو عاقل خاں نے جواب دیا کہ شاہی چیزیں سیر کے لئے نہیں ہوا کرتی ہیں اور قلعہ نہ کھلایا ۔ لیکن اس میں تمکنت کی جھلک تو کم البتہ دور اندیشی کا پہلو زیادہ تھا ۔ عاقل خاں نے اکبر آباد میں ۱۱۰۸ھ میں انتقال کیا ۔ صاحب دیوان تھے اور مثنوی شریف پر اچھا عبور تھا ۱۲

[۲] محمد ابراہیم نام تھا ۔ ولایت سے آکر سید ابو الحسن والی حیدر آباد کی سرکار میں ملازم ہو گئے اور ترقی کرتے کرتے فوج کے اعلیٰ عہدہ دار ہوئے ۔ پنڈت مادنا وزیر اعظم کا دربار میں بڑا رسوخ تھا ۔ نام سید ابو الحسن کا تھا لیکن حکومت کی باگ پنڈت کے ہاتھ میں تھی ۔ محمد ابراہیم زمانہ ساز اور موقع پرست تھے اس لئے وزیر کے یہاں ان کی بڑی قدر ہوئی اور خلیل اللہ خاں کا خطاب مرحمت ہوا لیکن آخر زمانہ میں وزیر سے جنگ ہو گئی اور محمد ابراہیم خلیل اللہ خاں دل برداشتہ وہاں سے چل کر عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے اور چھ ہزاری منصب عطا ہو کر خطاب مہابت خاں مرحمت فرمایا گیا ۔ صوبہ داری برار اور پھر پنجاب کی خدمات انجام دینے کے بعد ۳۲ جلوس میں انتقال ہوا ۔ ان کے پوتے محمد منصور ایران سے آکر قدمبوس ہوئے اور مردم شناس بادشاہ نے منصب پانصدی فرما کر مکرمت خاں کا خطاب مرحمت فرمایا ۔ [۳] محمد ہادی خاں نام تھا اور مرشد قلی خاں (بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

ایں کار اگر باو گفتہ شود شاید کہ بہتر از دیگراں سرانجام نماید از طرف خود بر سر مقدمہ کہ بر فضل علی خان گزشت آں قدیم الخدمت شنیدہ باشید. فوج برلے تنبیہ قزلباشان او باش تعین باید کرد. خان بہادر حمید چہ طور ست؟ ایں عاصی میخواہد کہ مرتکب ہیچ گناہ معصیتے خاصہ ظلمے نہ شود. اما از آں جا کہ ملک بے سیاست نمی ماند در ریاست بے سیاست راست نمی آید، بعضے جاہا احکام موافق آں وقت بغلبۂ نفس بے اختیار صادر می شود. الحمد للہ کہ نیت خود بخیر ست شاید کہ نگیرد؟ انما الاعمال بالنیات حدیث صحیح ست و بحد تواتر رسیدہ

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) موتمن الملک علی الدولہ جعفر خاں ناصری ناصر جنگ خطاب تھے. جب دکھن فتح ہوا تو صوبۂ حیدرآباد کے دیوان مقرر ہوئے. ملک کی پیمائش کے بعد تشخیص مال گزاری کی خدمت سپرد ہوئی تو انھوں نے رعایا اور بادشاہ کے حقوق کی پوری نگہداشت کرکے خدمت کو انجام دیا. شاہزادہ عظیم الدین کے نائب صوبہ دار ہو کر صوبۂ بنگال، بہار، اڑیسہ تعینات کیے گئے. عالمگیر کی آنکھ دیکھے ہوئے تھے. اس لئے اپنے صوبہ میں ویسی ہی باطرحداری اور ہنر پرور بادشاہ نے اظہار خوشنودی فرمایا. ان کے کام پر عالمگیر کو بھروسا تھا اور قدر کرتا تھا. ۱۱۱۸ھ میں مستقل صوبہ دار ہو گئے اور بڑی آن کے ساتھ حکومت کرکے ۱۱۳۸ھ میں وفات پائی. مرشد آباد کا شہر انھیں کا آباد کیا ہوا ہے اور وہیں دفن ہوئے. صوبۂ بنگال و بہار میں انھوں نے ملکی اور مالی اصلاحیں جاری کیں اور مالگزاری کی تشخیص اور وصولی کے قوانین مقرر کیے. مرنے کے بعد ان کے داماد شجاع الدین نے بھی مدبرانہ حکومت کرکے کوچ بہار وغیرہ فتح کئے اور تیموری دبدبہ صوبہ بنگال اور بہار میں قائم رکھا. لیکن شجاع الدین کا لڑکا نااہل ثابت ہوا اور سلطنت علی وردی خاں کے ہاتھ آئی. رفتہ رفتہ تنزل ہوتا رہا. آخرش آخری نواب ناظم بنگالہ (نواب فریدوں جاہ) نے استعفادے دیا اور صوبۂ بنگال، بہار، اڑلیسہ پر انگریزی قبضہ بلا شرکت غیرے ہو گیا ۱۲

(۷۵)

القاب

(بنام امیر الامرا نواب شائستہ خاں صوبہ دار اکبر آباد) یار وفادار خجستہ اطوار ما
در حفظ ایزد متعال بودہ مشتاق داند. روز تحریر یکشنبہ پنجم ربیع الاول[۱] حالات
(ربیع الثانی ؟) شجاع[۲] ہزیمت روزے با لشکر ظفر اثر کہ در رکاب نصرت نصاب
ایں نیاز مند تریں حضرت عزاسمہ بود مقابلہ نمودہ سزائے کردار ناہنجار در کنار بتمام
ادبار خویش دیدہ ؎

از دست و زبان کہ بر آید ؟
کز عہدہ شکرش بدر آید
(سعدی)

تفصیل ایں فتح بزرگ بعد ازیں نوشتہ خواہد شد. جسونت سنگھ[۳] ناحق دیش از جنگ
دہی شب کہ نزدیک غنیم آمدہ منزل کردیم گریختہ بطرف اکبر آباد رفت ظاہرا بوطن خود برود
خسر الدنیا والآخرۃ. ذٰلک ہو الخسران المبین.
باید کہ آں عضد الخلافۃ بمجرد اطلاع بر مضمون ایں منشور والا، لوازم سرور و شادمانی

---

۱ کھجوا کے مقام پر یہ لڑائی ہوئی۔ یہ جگہ اب ضلع فتح پور میں ہے اور تحصیل کا ہیڈ کوارٹر ہے اور رہندکی ریلوے اسٹیشن (E-I-R) سے دو میل جنوب و مشرق واقع ہے۔ دریائے گنگا اس مقام سے ۱۰ میل دکھن ہے اور اس مقام سے کوڑا جہان آباد کا مشہور قصبہ دو میل ہے۔ ۳ مئی سنہ ۱۷۶۵ء کو پوری ایک صدی کے بعد جنرل کارنک نے مرہٹوں کو کوڑا جہاں آباد کے مقام پر شکست دی تھی۔ اب یہ قصبہ ویران حالت میں ہے لیکن شریفوں کی بستی ہے۔

۲ مہاراجہ گج سنگھ والی جودھپور (شاہجہان کے ماموں زاد بھائی) کے چھوٹے بیٹے تھے۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ در آخر کتاب۔

بتقدیم رسانیدہ باداۓ شکر منعم حقیقی قیام نماید و بضبط آں صوبہ متعلقہ او قرار واقع پرداز د۔ بالفعل فرزند بجان پیوند محمد سلطان بہادر را متعاقب آں ناحق شناس تعین فرمودیم وما عنقریب باکبر آباد می آئیم۔

(۷۶)

سید سعد اللہ عالم متبحر اور خلوت میں سامنے بیٹھنے والے تھے۔ عالمگیر پر ان کے تقدس کا یہ اثر تھا کہ سید صاحب کو اپنے ہی ہاتھ سے خط لکھتا تھا اور سید صاحب اہلِ حاجت کی کاربرآری کے لئے بے خوف وخطر جرأت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ امیروں کی سفارش فرمائی عالمگیر نے سفارش منظور کرلی لیکن آگاہ کردیا کہ آپ اللہ والے بزرگ ہیں، علم دوست اور فاضل اجل بہتر ہو تا کہ آیندہ اپنے ہی طبقے کی سفارش فرمایا کریں نہ کہ ایسی جماعت کی جو ظلم پیشہ ہوں۔ کہاں تو وہ آداب حکمت کہاں یہ خشک جواب جو ذیل میں درج ہے اور یہ جواب اس لئے تھا کہ عالمگیر کی سرکار میں ظالم کو اس کے کیفر کردار کی پوری سزا ملتی تھی۔ رقعہ میں آپ یہ ذکر جا بجا پائینگے کہ انصاف کے مقابلہ میں کسی کی مروت روا نہیں اور یہ عیب ہے جو آئین ملک داری کے منافی ہے۔ اسی اصول کے ماتحت سید سعد اللہ صاحب کے سفارشی خطوط آ گئے اور سید صاحب نے آیندہ کے لئے جرأت کرنا چھوڑ دیا۔ سید صاحب صوفی منش تھے اور اپنے ایک معزز عقیدت مند کو بجائے القاب کے لکھا کرتے تھے: ؎

"بنام آنکہ او نامے ندارد
بہر نامش کہ خواہی سر برآرد"

اس پر علمائے دین نے اعتراض کیا کہ شریعت کے خلاف ہے لیکن عالمگیر ہنس کر
خاموش ہو گیا اور سر بمہر دلی سزا ان کو نہیں دی۔ سید صاحب کا انتقال دکن میں ہوا

فدوی با اخلاص! سید سلمہ اللہ مکرر خطوط بما فرستادہ و اظہار چیزہائے بسیار
نمودہ کہ سوانح نگار بندر سورت[1] را تغیر باید کرد و خلف حکیم اشرف متوفی را خدمت دار الشفا
مقرر نمودہ باضافۂ یومیہ قوت دل بخشید۔ بسید باید نوشت کہ بعد ازیں در مقدمات
اہل خدمات بفتوائے آیۂ کریمہ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا الخ در حقیقت
ظالم اند دخل نہ نمودہ باشند۔ ہر چند ایں طائفہ بر غیر ظالم نباشند بر نفس خود ظالم اند
در ہر ورق مستدعی بودن خود بدعائے موت فی اللہ والنمودہ اند حق ست "تحفہ
هذه الموت حیوۃ" ایں نیازمند درگاہ بے نیاز ہم ہمیشہ ایں آیہ کریمہ
اللّٰهم فاطر السموات والارض انت ولیی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما و
الحقنی بالصالحین۔ ورد دارد۔ در معنی یلقی قبل لقائہ الانبیاء
والاولیاء اجمعین صورتہا بجامی آرد۔ اگرچہ فضلائے حضور نکات عمدہ
گفتہ اند اما چنانچہ باید تشفی نمی شود۔ آں معرفت آگاہ بہ تحقیق خود بر نگارد
والسلام

---

[1] سورت نامی بندرگاہ رہا ہے اور ممالک غیر سے تجارت زیادہ تر اسی بندرگاہ سے ہوا کرتی تھی اور حج
بیت اللہ کے لیے حجاج اسی بندرگاہ سے جایا کرتے تھے۔ انگریزوں کی تجارتی کوٹھیاں قائم تھیں سیواجی
مہاراج نے میدان خالی پاکر دو مرتبہ اس بندرگاہ پر حملہ کیا اور عام غارت گری کے ساتھ غیر مسلح حجاج کے
جہازوں کو لوٹ کر تباہ اور برباد کر دیا۔ تجارتی کوٹھیوں پر ڈاکہ ڈالنا چاہا لیکن انگریز مقابلہ پر آگئے اور مہاراج
غنیم کو آمادہ پاکر بھاگ کھڑے ہوئے ۱۲

(۷۷)

خبر مرگ مخلص خاںؒ شنیدہ باشد۔ از شرائف انسانی و جوہر خدا دانی و ہمہ دانی او ظاہر مید اشتیم رضی اللہ عنہ۔ این دار مرگ زار شدائد بسیار دارد و فوائدش ناپائدار دل دانا و چشم بینا کو۔ شخصے شکایت گونہ پیش ما گفتہ بود کہ این مرد کسے را بہتر از خود نمی داند۔ جواب دادیم کہ بہتر از خود کسے را نمی یابد۔

(۷۸)

فدوی با اخلاص! فقرے کہ امروز روح اللہ خاںؒ آوردہ بود دیدیم مطور

۱؎ میر بخشی فوج اور چار ہزاری منصب دار تھے شاہی لشکر قلعہ پرلی کے محاصرہ کے سلسلہ میں بمقام قصبہ مرتضیٰ آباد قیام کئے ہوئے تھا۔ اسی قصبہ میں ایک طویل علالت کے بعد مخلص خاں نے ۴ شعبان ۱۱۱۲ھ ۴۴ جلوس میں انتقال کیا اور زبدۃ الغربا سید شمس الدین کے مقبرہ میں دفن ہوئے خاندانی شرافت اور قابلیت جیرہ پیدا تھی، مزاج میں استغنا تھا اور صاف گوئی ان کا شعار تھا۔ ان کے مرنے کے بعد حضرت عالمگیر افسوس فرمایا کرتے تھے کہ خلیفہ سلطان کے خاندان لے ایک جیز دی تھی جو نہ رہی سنہ ۴۴ جلوس میں آنھوں نے دیوان صائب پیش کیا جس میں ایک لاکھ اشعار تھے۔ خدا معلوم یہ دیوان اب کہیں موجود ہے یا زمانہ نے ناپید کر دیا دیوان کے کچھ اشعار درج ذیل ہیں: ؎

خم چو گردد قدت افراختہ می باید رفت	پل بریں آب چو شد ساختہ می باید رفت
ہر چہ در کار بود ساختنش خود سازی ست	گو مشو کار جہاں ساختہ می باید رفت
ایں سفر ہیچو سفرہائے دگر صائب نیست	رخت ہستی ز خود انداختہ می باید رفت ۱۲

۲؎ عمدۃ الملک خلیل اللہ خاں کے لڑکے اور حضرت عالمگیر کے خالہ زاد بھائی تھے۔ صبح امیر الامراء شائستہ خاں

(البقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

اخلاف نہ بشنو ، اسلاف بزرگ چنیں کس نیند میاں عبداللطیف قدس سرہ الشریف بیاد آمد
کہ روزے باایں عاصی فرمودند شما فقرا را نمیدیدہ باشید؟ گفتیم ما دنیا داران غریق

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ان کے عقد میں تھیں۔ عمدۃ الملک نواب اسد خاں کی سالی کے لڑکے تھے
ان خصوصیات خاندانی کے علاوہ ان کی صاحبزادی عائشہ بیگم شاہزادہ محمد اعظم کے عقد میں تھیں۔ اگر
بے موقع نہ خیال کیا جائے تو میں یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ منجملہ اور بڑے بڑے افسروں کے یہ بھی اثنا عشری
تھے۔ حیدرآباد اور گولکنڈہ کے سلطنتوں کے الحاق کے وجوہات میں جو مذہبی تعصب کا الزام عالمگیر پر ہے
وہ شاید اس ذکر سے وزن میں کچھ کم ہو جائے۔

عالمگیری دربار میں انھوں نے چھوٹے منصب سے خدمات انجام دیں۔ اپنی قابلیت، بہادری اور مزاج دانی
کی بدولت بڑے منصب داروں میں ہوئے وہ کون ایسا معرکہ ہوا جس میں خان کی تلوار نے کام نہ کیا ہو
پنجہزاری منصب دار ہوئے علم و نقارہ مرحمت ہوا۔ یہی روح اللہ فاتح حیدرآباد ہیں اور اس وقت بخشی الملک کے
عہدہ پر سرفراز تھے خان کے طرز بیان میں ایسی سحر آفرینی تھی کہ جو کام چاہتے تھے کرا لیتے تھے۔ روح اللہ خاں
۲۶ ذی حجہ ۱۱۰۳ھ کو بمقام قطب آباد راہی ملک بقا ہوئے۔ تاریخ وفات (روح در تن ملک نماند) ہے
روح اللہ خاں فیاضی اور شگفتہ روئی میں فرد تھے اور مخلوق کی کاربرآری ان کے ذریعے سے
خوب ہوتی تھی۔ جب روح اللہ خاں کی حالت خراب ہوئی تو عالمگیر عیادت کے لئے تشریف لے گئے اس وقت
غشی کی حالت تھی جب ہوش میں آئے تو سلام علیک کے بعد عرض کیا ؎

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیازمندے ❊ کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

حضرت عالمگیر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ کسی حال میں فضل الٰہی سے ناامید نہ ہونا چاہئے کوئی
بات اس کے رحم و کرم سے دور نہیں ہے۔ جو کچھ دل میں ہو کہہ ڈالو۔ خان نے عرض کیا کہ ان قدموں کی بدولت
کوئی آرزو باقی نہیں رہی البتہ لڑکوں کی پرورش فرمائیے گا۔ جو جس قابل ہو وہ منصب عطا فرمایا جائے
اگر لڑکے ناقابل ہوں تو ان کے آباؤ اجداد کے خدمات کا لحاظ فرما کر پرورش فرمائی جائے۔ ارشاد ہوا

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

عصیان اگر لحظہ ہم بدیدن فقرائے صاحب کمال مشغول بحق نشویم حال ما چہ باشد و بکجا رسد؟ گفتند نہی برائے آنست کہ درویشان حال بر روش بزرگان ماضی نماندہ اند چون ایشان را بہ بینید بد باطن تر شوید و این خوب نیست. نعوذ باللہ منہ. آن فدوی بآن عزیز بگوید کہ حکم شدہ است استغناءً لوجہ اللہ تعالیٰ العظیم و امتثالاً لرتبۃ الکریم. ہرجا کہ باشد اختیار دارد و بعد ازیں مارا و خود را از ملاقات نیازارد. وظیفہ آنچہ مقرر شدہ خواہد رسید

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) دل و جان سے منظور. انتقال کے بعد ان کا بڑا لڑکا سیف اللہ خاں جلد مر گیا. دوسرے لڑکے میر حسن خانہ زاد خاں کو روح اللہ خاں کا خطاب مرحمت ہوا اور تیسرے صاحبزادے بہرام خاں بھی منصب دار ہوئے.

فتح حیدرآباد کے بعد بخشی الملک روح اللہ خاں صوبہ دار ہوئے اور ان کی درخواست پر جاں نثار خاں اُن کے نائب کئے گئے لیکن کچھ دنوں کے بعد جاں نثار خاں نے بخشی الملک کی شکایت شروع کی اور لکھا کہ بخشی الملک کا مزاج مثل مار کے ہے ہمیشہ آزار کی فکر میں رہتے ہیں. اس درخواست کے جواب میں عالمگیر نے مذاقیہ جواب لکھدیا :-

"بر بالائے مار (ح) دستخط شد یعنی حمار. بیچارہ کہ بالحاق "ح" درست شدہ بے آزار است لیکن خوئے بد را چہ چارہ؟ نیابت بتجویز او شدہ. در باب عزل چہ اختیار دارد! ہماں مثل ست کہ دزد را نگفتہ روستا می بندند و نگفتہ او دالمی کنند؟ اگر شکوہ کند تغیری خدمت تن بخشی گری "

روح اللہ خاں نے مرنے کے قبل اپنے مذہبی عقائد کے متعلق کچھ کہا تو عالمگیر نے مسکرا کر فرمایا کہ لڑکوں کے بہبود کی وجہ سے ایسا کہتے ہو لیکن لڑکے دنیاوی عزت و جاہ کے لئے یہ ذلت ہرگز گوارا نہ کرینگے اور اسی سلسلہ میں فرمایا "مارا بہ مذہب کسے چہ کارست؟ عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود" عالمگیر کا یہی مسلک رہا. لیکن اب تو بادشاہانِ ہند میں عالمگیر سے زیادہ مفسد متعصب وغیرہ وغیرہ دوسرا بادشاہ تاریخ ہند میں دکھلائی نہیں دیتا ۱۲

(۷۹)

میر حسن روح اللہ خاں دوم بخشی گری و تن خانسامانی کے عہدہ پہ سرفراز تھے اور باوجودیکہ سہ ہزاری منصب تھا لیکن تو ادھی کی خدمت بھی ان کے متعلق تھی جب عالمگیر عدالت میں بیٹھتا تھا تو یہ بائیں کھڑے ہوتے تھے لیکن فیض اللہ خاں ہفت صدی اپنے عہدہ کے لحاظ سے سرہانے کھڑے ہوتے تھے۔ میر حسن نے عمدۃ الملک مدار المہام کے ذریعے سے درخواست کی :

" ازیں راہ کہ منصب من سہ ہزاری ست و منصب فیض اللہ خاں سربازی کہ نیابت داروغگی دارد ہفت صدی۔ اگر سربازی نائب داروغہ من شوم از فضل وکرم خانہ زاد نوازی بعید نیست "۔ حکم شد:

" بشرط تغیری ہر دو خدمت کہ دارد و مقرر شدن ہفت صدی منصب چہ مضائقہ؟ سربازی باشد؟ " بعدہٗ اسد خاں عرض کرد پس کجا استادہ شود۔ حکم شد: بالائے خود جائے نیست مگر بر سر من۔ دیگر ارشاد شد کہ در برہم خوردن یک ضابطہ خلل بہمہ ضوابط می شود۔ باوجودیکہ ہیچ ضابطہ را برہم نزدہ ایم مردم ایں قدر جرأت پیدا کردہ اند کہ التماس برہم خوردن ضابطہ می کنند۔ ہر گاہ ایں راہ جاری شود بازمشکل خواہد شد

(۸۰)

عنایت اللہ خاں بخشی نے عرض کیا کہ روزانہ منصب عطا ہوتے ہیں اور حضور کی

جاگیر محدود ہے غیر محصور اور محدود چیز کا ساتھ کیسے ہو سکتا ہے، جکم ہوتا ہے: لکھا ہے

"استغفر اللہ کارخانہ بادشاہی نمونہ درگاہ الٰہی ست الخلق عیال اللہ الرزق علی اللہ۔ ایں راتبہ رسان بیچارہ ذلیل زیادہ از وکیل رب الجلیل نیست دربارگاہ الٰہی اعتقاد محصور و متناہی عین ضلالت و تباہی ست الحمد للہ ثم الحمد للہ اگرچہ پا شکستہ دل نشکستہ بعد از فتح قلعہ ستارہ بموجب عرضی ارشد خان جاگیر پنج ہفت ہزاری در تعلقہ ملک ایں فانی آمدہ۔ از ہمیں تنخواہ دہند۔ ہرگاہ ایں باتمام خواہد رسید حق تعالیٰ از روز نو روزی نو خواہد داد۔"

(۱۸)

فرزند عالی جاہ! قصبہ دوحد از مضافات صوبہ گجرات مولد ایں عاصی پر معاصی ست رعایت سکنہ آنجا واجب دانند و میر محی الدین را کہ از مدت فوجدار آنجا ہست مستمال و بحال دارند و حرف غرض کہ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا در شان آنہاست بحق او نشنوند۔

عنایت بر ضعیفاں گوشۂ چشم دگر دارد
بمہر کوچک نخ دلطف دیگر ہست سلطاں را

۱؎ اجین سے ۱۰۰ میل اور بڑودہ سے شمال مشرق ۷۰ میل ہے، صوبہ بمبئی میں ضلع پنج محل کا تحصیلی مقام ہے ۱۲

۲؎ مراد خاں ۱۲

(۸۲)

حسب التماس آن فدوی که عتیق الله خان بحال شده و درو شروط بسیار است اول آنکه جمع پرگنه هر سال زیاده کند (مزروعه اضافه کند) دویم آنکه بر احدے ظلم نرود و دیهی (موضع) ویران نگردد. سوم حدود فوجداری خود چنان از قطاع الطریق خالی دارد امن پیدا سازد که مسافرین و متردّدین و تاجر و بیوپاری بلا وسواس آمد و رفت کنند. اگر این مراتب قبول کند بعمل آوردنی باشد سند یابد و الا لا۔

خلیفهٔ ثانی در خلافت خود هر که امیر ناصحیه می کردند عهد نامهٔ چند چیز از وے می گرفتند یکے آنکه حاجب بر در نگاه ندارد تا مردم بے تکلف احتیاج خود با او رفع تواند نمود. و دوم آنکه اوقات خود مصروف بکار خدا و خلق خدا دارد. سوم آنکه مرکوب اختیار نکند. چهارم آنکه چیزے برای خود یا اطفال خود از بیت المال نگیرد. کسب کرده از وجه حلال قوت خود نماید احیاناً اگر بنابر کبر سن یا عارضه نتواند بمشورت مومنان از یک درم تا سه درم بگیرد. زیاده ازین جائز ندارد. دیگر هم شروط بسیار در کتب تواریخ و سیر مرقوم ست ماکه پیرو ایشانیم باید که بقدر طاقت خود بکوشیم اللّٰهم اهدنا الصراط المستقیم و السلام علی اهل الکریم

[illegible]

(۸۳)

انگشتری نگین زمرد که شب برائے قلیچ خان علیحده شده ساده است

سلہ نظام الملک آصفجاہ خان دوران خان سے مراد ہے ۱۲

اکنوں چنیں بخاطر می رسد کہ خطاب او چین قلیچ خاں ست بداروغہ جواہر خانہ بگوید کہ مہر کن طلبیدہ تمام خطاب اوکندہ بخان مذکور رساند

(۸۴)

خطے کہ روح اللہ خاں بآں فدوی فرستادہ بود با طومار بمطالعہ درآمد۔ اما صورت تشفی نشد نقشہ برطبق نوشتہ خود بفرستد واستدعائے بحالی کمکی عبداللہ خاں کردہ بے آنکہ کارے ازو ظہور آید برائی چہ حساب دارد؟ لیکن چوں خان مذکور بر سر کارست عرض او مقبول شد اِنَّ اللّٰہَ یَرزُقُ مَن یَشاءُ بِغَیرِ حِساب حالا ازو کار دست بستہ بگیرد تا ایں رعایت گرانی نہ کند و کارے کہ برائے

۱؎ سید عبداللہ بارہہ عرف سید میاں سے مراد ہے۔ ابتداءً شاہزادہ معظم کے سرکار میں تھے لیکن ۱۰۹۲ھ میں منصب ہزاری و متصدی پر ممتاز ہوکر شاہی ملازمان میں داخل ہوگئے۔ حیدرآباد کی لڑائی میں کارنمایاں کئے اور شاہزادہ معظم کے دیوان بابو بندرابن کو جان پر کھیل کر غنیم کے نرغہ سے بچا لائے شاہزادہ معظم کے مزاج میں ان کا رسوخ زیادہ تھا جب وہ زندان تادیب میں بھیجے گئے تو ان پر بھی عتاب نازل ہوا لیکن روح اللہ خاں نے وکالت کرکے ان کی بے گناہی ثابت کردی اور سید عبداللہ بیجاپور تعینات ہوئے۔ راجہ رام خان نصرت جنگ کے چنگل سے نکل کر صوبہ بیجاپور میں آیا اور سید نے ڈھونڈھ نکالا سبحان گڈھ میں مقابلہ ہوا۔ مرہٹوں کے سونامی سردار گرفتار ہوگئے لیکن راجہ رام نکل گیا۔ افسران فوج نے طریقۂ جنگ پر نکتہ چینی کی۔ اور سید عبداللہ خاں معتوب ہوکر ناندیر کی فوجداری پہ بجائے راجہ مان سنگھ کے مامور رکھے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

لڑکوں میں قطب الملک سید عبداللہ اور امیر الامرا سید حسن علی ہندوستان کی تاریخ میں "بادشاہ گر" کے نام سے مشہور رہے ۱۲

راؤدلیپ[1] درخواست کرده اگر پیش از رسیدن او راؤ ایں قلیچہ را می گرفت در جلدوے آں چنیں رعایت جا داشت۔ حالا کہ خود رسیدہ دلیپ را چہ رو باشد؟ مگر بجا طراد یا بہ تفضل محض۔

(۸۵)

فرزند عالی جاہ! آنچہ معلوم می شود مصطفےٰ قلی بیگ دیوان خاص آں فرزند کار ہا بجز رسی سر انجام مید ہد غنیمت ست۔ اضافہ منصب و خطاب خانی اگر بنویسند دادہ آید۔ آدم خوب مثل طلائے بیغش ست ؎

انچہ بر جستیم کم دیدیم دلبیار ست و نیست
نیست جز آدم دریں عالم کہ بسیارست و نیست

روزے سعد اللہ خاں مرحوم بعد فراغ از اوراد و وظائف تا دیرے دست بدعا بر داشتہ بود یکے از ندمائے گستاخ پرسید کدام آرزو باقی ست؟ گفت آدم خوب الحق حرف خوبی گفتہ۔ ہر چند جوہر دیانت و امانت در خلقت انسانی جبلی ست ہر کہ حق تعالے کرامت کردہ باشد۔ اما ہمت و الفاف آقا را نیز دخلے ہست کہ نوکر را مرفہ الحال و از وجہ معاش مقدار احوال فارغ البال دارد۔ تا ضروریات عالم تعلق خلل انداز

---

[1] سبھکرن سنگھ کے لڑکے کا نام ہے۔ راؤ اورچھ کے رئیس اور عالمگیر کے ارکین کے خاص دوست تھے اُن کے مرنے کے بعد راؤ دلیپ کو سہ ہزاری منصب اور خلعت مرحمت ہو کر راجہ کے خطاب سے سرفراز کیا اس رقعہ میں طلب و علم کی سفارش تھی اور ۱۱۰۶ھ میں وہ بھی مرحمت ہو گیا۔ ریاست اورچھ آج بھی نیک نام ریاست ہے ۱۲

خیال

اعتقادِ او نشود ــــہ
که فرد ورِ خوش دل کند کار بیش

(۸۶)

سنہ ۴۲ جلوس میں صدرالدین محمد خاں صفوی کی عرض بیجا کے الزام میں چالیس ہزار سالانہ پنشن ہوگئی اور خانہ نشین کردیئے گئے۔ ایک سال کے بعد بادشاہ کو اُن کے والد مرزا سلطان صفوی کی جانبازانہ خدمات کا خیال آیا اور مرزا صدرالدین کو فرمان بحالی مع خلعت کے روانہ کیا۔ خان نے فرمان کو بوسہ دیا اور خلعت پہن کر آداب بجالائے اور درخواست کی کہ بوجہ سقیم حالی جمعیت نہیں رکھتا ہوں اس لئے حاضری سے مجبوری۔ قافلۂ بنگالہ کا انتظار ہے۔

بوئے گل و بادِ سحری بر سرِ راہ اند — گر میروی از خود بہ ازیں قافلہ نیست
فریاد کہ اسباب گرفتاریِ دل را — چوں حلقۂ زنجیر ز ہم فاصلہ نیست

در ظاہر صورت عذر بجا و در حقیقت سستی دل و تنگی، حق سبحانہ تعالیٰ ہمہ سست قدماں را، راہ نماید۔

(۸۷)

حسب العرض آں فدوی خدمت بخشی گری دوم بصدرالدین محمد خاں صفوی

ل یہ خط ۴۸ سنہ ۱۱۱۵ھ جلوس میں لکھا گیا مگر عالمگیر پر اعتراض ہے کہ کسی پر اعتبار نہ کرتا تھا مشہور ہے کہ شخصی سلطنت میں جو کچھ کرتا تھا وہ بادشاہ تھا۔ معترض اس رقعہ کو دیکھیں اور اعلیٰ عہدوں پر ذمہ دار وزیر کی سفارش سے تقرر ہوتا تھا اور اس کو بغور پڑھیں اور دیکھیں کہ ملک کے آرام کا کس قدر لحاظ کیا جاتا تھا یوں الزام سے تو کوئی نہیں بچ سکتا۔ پھر سلطنتِ مغلیہ کے اس تاجدار ہی کو کیوں ہدفِ ملامت بنایا جائے ۱۲

مقرر شدہ حالا او را باید طلبید و بریں عطیہ آگہی بخشید۔ و تا آمدن او آں عزا ہداد
ازیں دفتر ہم خبر باید گرفت کہ محرران بشوم علی تلبیس نیابند و اہل مطلب نیز از انداد
تصدیع نہ کشند

ہر کس بضمیر خود صفا خواہد داد آئینۂ خویش را جلا خواہد داد
ہر جا کہ شکستہ بود دستش گیر بشنو کہ ہمیں کاسہ صدا خواہد داد

(۸۹)

میرزا بخشی! محمد ابراہیم خجالت ندیم بمنصب سہ ہزاری دو وصد و پانصد سوار و
خطاب عزا خانی و عطائے دو ہزار روپیہ بعرض بیگم سرمایۂ عز و افتخار اندوختہ حسب الحکم

۱۔ ۲۴ھ جلوس میں شاہزادہ اکبر کے ہمراہ مہم راجپوتانہ پر مامور ہوئے۔ جب شاہزادہ نے عالمگیر سے بغاوت کی تو ابراہیم خاں معتمد خاص ہو گئے۔ لیکن کھیل بگڑتا دیکھ کر شاہزادہ معظم کے ذریعے سے حاضر دربار ہوئے اور نظر بند کر دیئے گئے۔ بیگم زیب النسا نے سفارش کی منصب اور خطاب بحال ہوا اور فوجداری جونپور کی خدمت پر مامور ہوئے ۱۲

۲۔ شاہزادی زیب النسا بیگم سے مراد ہے جو دلرس بانو بیگم کے بطن سے تھیں اور مقام اورنگ آباد ۱۰۵۳ھ میں پیدا ہوئیں۔ حافظ کلام ربانی تھیں اور علوم متداولہ میں اچھی دستگاہ تھی۔ عالمگیر کو اپنی اس لڑکی کے ساتھ بہت انس تھا اور یہ بھی باپ کی خدمت سعادت مندی اور خلوص کے ساتھ کرتی تھیں اور بیگم کا خطاب پائے ہوئے تھیں۔ عالمگیر کی وفات کے بعد سلاطین مابعد ان کا بہت ادب کرتے تھے۔ دہلی میں زینت المساجد ان ہی کی بنوائی ہوئی ہے اور عرف عام میں کنواری مسجد اس لئے کہلاتی ہے کہ بیگم نے تمام عمر شادی نہیں کی تھی۔ ۱۱۸۱ھ میں انتقال کیا اور زینت المساجد میں دفن ہوئیں۔ لیکن غدر کے پرآشوب زمانہ میں انگریزی فوج نے مسجد پر قبضہ کر دیا اور قبر کا پتھر کسی دوسری جگہ ہٹا دیا گیا۔ اب قبر کا بھی نشان نہیں رہا ۱۲

مثعراین عطایا باو بزنگار دشمن عفاکو اصلح فاجرہ علی اللہ۔

(۸۹)

بنام حمید الدین خان بہادر۔ حرف چند روزست کہ شاہ عالی جاہ شاہزادہ محمد اعظم اعرض نمودند کہ سہ کس دشمن جانی من اند۔ حمید الدین خاں و امیر خاں و منعم خاں گفتند امیر خاں نیک ذات ست باکسے دشمن نیست و خان حمید ہم شاید نباشد و احوال منعم خاں بریں ظلوم جہول مجہول۔ بارے فکر خود کردید۔ از احوال خود چرا غافلید؟ و مقدمہ موت خود ہماں ست الموت قریب من شراک النعل و اقرب من حبل الورید ہائے ہائے۔ افسوس افسوس ؎

گہے از دست و گاہے از دل و گاہے زپا ماندم

بسرعت میروی اے عمر حیرت سخت کہ وا ماندم

؎ سردار خاں کے لڑکے اور قدیم خانہ زادوں میں تھے عالمگیر ان کو عزیز رکھتا تھا اور یہ بھی جی توڑ کر کام انجام دیتے تھے۔ دکھن کی لڑائیوں میں موجود رہکر انعام اور خلعت پاتے رہے۔ سرپیچ مرحمت ہوا کٹار اور خلعت انعام میں مرحمت ہوئی۔ ان کا منصب آخری دور عالمگیری میں سہ ہزاری پانصدی تھا۔ شفقت شاہانہ کا اندازہ اس واقعہ سے کر لینا چاہیئے کہ جو کلاہ مبارک بطور تبرک قدوۃ الاصفیا میاں عبداللطیف قدس سرہ کی سرکار سے عالمگیر کو عطا ہوئی تھی وہ مرنے کے قبل نکتہ نواز بادشاہ نے ان کو عطا فرمائی یہ وہ انمول دولت تھی جس کے مقابلہ میں منصب اور انعام و اکرام سب ہیچ ہیں۔ جو دبدبہ آپ کا تھا وہ کسی امیر کو حاصل نہ تھا عالمگیر کی وفات کے بعد خان حمید الدین فقیرانہ لباس پہنکر کچھ دنوں اپنے ولی نعمت اور پیر و مرشد کی مزار کی جاروب کشی کرتے رہے لیکن پھر دنیا نے ان کو کھینچا۔ مگر سوائے خبث اور ذلت کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ عالمگیر کے مزار کے قریب ایک حویلی بنوائی تھی۔ واللہ اعلم اب وہ موجود ہے یا نہیں ۱۲

(۹۰)

عالمگیر کے عہد میں یہ قاعدہ تھا کہ جدید جاگیردار کو اگر چھ مہینے تک جاگیر پر قبضہ نہ دیا جائے تو وہ مجاز تھا کہ وکیل سرکار[1] پر دعویٰ کر کے ششماہی آمدنی بذریعۂ عدالت وصول کرے یار علی بیگ داروغہ کچہری دیوانِ اعلیٰ نے اس قاعدے کی اس قدر ترمیم چاہی کہ جاگیر سے محروم کو دعویٰ کا حق نہ دیا جائے عالمگیر نے حکم دیا:۔

السؤال ثم السؤال۔ نظر بر کفایت فانی نمودن و وبال باقی را خریدن کار عقلا نیست چند روز صبر باید کرد کہ بعد انقضائے ایام تمام ظلام این غرق بحر معاصی و ایام فرزندان ناخردمند مجلکہائے نیافتن جاگیر تا قیامت خواہند گرفت شما کہ داروغۂ کچہری اید چرا سعی بے کیتہ از بارِ سنگین حقوق سبک بار گردد؟ و این کمینہ ذلیل کہ موجب نیک نامی دنیا و حسنات عقبیٰ گردد

افسوس کہ عمر گشت بیہودہ تلف
رنجید خدا و خلق راضی نشدند

دنیا بتعب گزشت و دین رفت ز کف
ضائع کردیم پارۂ آب و علف

(۹۱)

رضا بر نو مقیش

فرزند عالی جاہ! واقعہ نگار پرگنہ لونی بہ برادر خود می نویسد کہ پانزدہ شانزدہ

---

[1] یہ عہدہ عالمگیر کے زمانہ میں قائم ہوا تھا سلطنت پر جس کسی کو دعویٰ کرنا ہوتا تھا وہ وکیل سرکار پر استغاثہ کر کے دادرسی حاصل کرتا تھا سلطنتِ مغلیہ شخصی سلطنت تھی لیکن سلطنت کے مقابلہ میں ہر متنفس کو دعویٰ کا حق حاصل تھا۔۱۲

ہزار روپیہ ہر سال از راہ داری می آید و امین و فوجدار زیادہ از ہزار دو ہزار
داخل جمع نمی نمایند۔ فی الحقیقت این راہداری نیست راہزنی ست مال عوام محض
حرام ست۔ اگر از صد پنج و چہل یک می گرفتند مضائقہ نداشت چوں برین تعدیر
خیانت امین ظاہر می شود۔ اول بہ تحقیقات این فرمان بنام ناظم صوبہ و دیوان صادر
می شود۔ بعد اثبات تنبیہہ خواہند شد انچہ از زراعت پیدا می شود نصف آں بجاگیردار
گوارا ست و سوائے آں مال خالصہ شریفہ ست۔

(۹۲)

فرزند عالی جاہ! ظاہراً ایشاں یک ماہ طرف دریاے نل در صید کلنگ بسر برند
اگرچہ شکار شغلے ست کہ ہم تماشا دہم لذتِ غذا می دہد۔ اما در صورت فراغ از سر انجام
امور متعلقہ کہ بمنزلۂ فرائض تواں گفت، خوش نماد خوش آیندہ تر ست خصوصاً
ادائے حقوق ریاست کہ شرعاً و عرفاً واجب آمدہ و خبر باز پرس آں از احادیث معتبرہ
و تواریخ مشتہرہ و غیرہ کتب سیر ثابتہ می شود۔ بر جمیع کار ہا مقدم باید دانست شمارا
از تمشیت امور یک صوبہ اگر اطمینا سے حاصل شدہ باشد بہ تنظیم و تنسیق معاملات متعلقہ
خان جہان و عاقل خاں و شجاعت خاں و محمد بیگ حرا نمی پردازند؟
شمارا ذوق صید افگنی و مارا شوق قلاع شکنی و خرس بچگاں را گرفتنی
ہیہات معاش کجا و معاد کو
ہر یکے ناصح برائے دیگراں
ناصح خود یافتم کم در جہاں

عمر بہ لطائف می گزرد و کارے از دست نمی آید فرداانداز جواب باید داد
کہ تا بہ بخشائے بر حالِ ما

(۹۳)

وقائع نگار نے اطلاع دی کہ میر حبیب اللہ نے بیت المال کا روپیہ خرچ کر ڈالا ہے
اور عنایت اللہ خاں سے اقرار جرم بھی کر لیا ہے۔ خان موصوف نے سزا دل سخت گیر
مقرر کئے ہیں کہ روپیہ وصول کریں اور امیر حبیب اللہ لکھتے ہیں کہ جان حاضر ہے اور
کچھ مال و متاع نہیں رکھتا۔ حکم ہوا:۔
زر وصل شدہ را بازستی چرا باید کرد؟ قبل ازیں از سوانح برہان پور مکرر
بعرض رسیدہ بود کہ سید مسطور ہر چہ بہم میرساند بار باب استحقاق و مصارف خیر صرف
می کند۔ ہر گاہ از مال ایں عاصی غرق معاصی ہم بہ نیابت بمصرف خیر رسیدہ باشد
اعادہ بے فائدہ است۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا

(۹۴)

بنام عنایت اللہ خاں دیوان تن خالصہ
دی روز ابوالوفا حاضر بود کہ درویشے سادہ دل آمدہ چیزے برائے عیال
خواست گفتیم مقیر را بمبدء چہ کار؟ فقیر دل بریدہ دگر بیان دریدہ می باید مردم فقیر فقیر
می گویند و نمیدانند کہ فقیر چیست و چہ معنی دارد
جہان آئینہ وہم ست دریں صورت پرستش نفس پرداز تقلید ند و میگو یند للہی

(۹۵)

فدوی با خلاص زبانی محمد اخلاص عنایت اللہ خاں عرض نمود کہ ہمین پور خلافت معروض اند و طلب تنخواہ بسیار شدہ۔ جائے کہ ایں قدر مناصب نامناسب و مواجب بے مواجب بدون ملاحظہ لیاقت مردم مقرر شود و ایں ہمہ انعامات و رعایات بیجا بظہور رسد چرا نباشد؟ حافظ قرآن اند و فاصل بتقریر؟ ولا ابتدا تبذیراً ہم یاد دارند و تفسیر ایں گاہے سہواً ہم نمی خوانند؟ دیوان ہم مجہول ست و کشمیری وطن فکرے باید کرد و دیوانی تجویز نمود اسلم خاں بد نیت

(۹۶)

مسکرات کی آمدنی ناجائز تھی۔ شاہزادہ نے اپنے صوبہ میں اس کو ذریعہ افزونی محاصل بنانا چاہا تو عالمگیر نے فوراً باز پرس کی اور لکھا:

فرزند زادہ عظیم[۱]۔ اگرچہ ادات تاڑی محال سری بدرد سر زر اندوزی دارد لیکن معنی ایں محال مفہوم نمی شود کہ کدام مفتی مفت خور فتویٰ او دادہ؟ ایں قسم

---

[۱] شاہزادہ محمد معظم کا منجھلا لڑکا جو ۲۰ جمادی الاول ۱۰۷۵ھ کو صبیہ راجہ روپ سنگھ راٹھور کے بطن سے پیدا ہوا اور ۱۰۹۸ھ میں صبیہ کیسر سنگھ کے ساتھ نکاح ہوا بہت ہی خلیق اور متواضع تھا عالمگیر کی زندگی میں صوبۂ بنگال و بہار اور اڑیسہ کا صوبہ دار رہا اور عظیم آباد اسی شاہزادہ کا آباد کیا ہوا ہے معظم شاہ کی وفات کے وقت موجود تھا لیکن خان نصرت جنگ کے جوڑ توڑ کی وجہ سے جہاندار شاہ کے مقابلہ میں محرم ۱۱۲۴ھ کو میدان جنگ میں کام آیا۔ فرخ سیر ان کا لڑکا تھا ۱۲

اصلاح اندیشان خان مذکور را ان برانداز از دشمن جانی و مالی و بدخواه جانی و مالی دانند و شکر نعمت حق سبحانہ تعالیٰ بجا آرند کہ سہ صوبہ زرخیز و زرریز و ہمہ چیز ارزان و فراوان عطا کردہ۔ رعیت پروری را سرمایہ دولت دنیوی و اخروی شمارند۔

(۹۷)

آں فدوی مدار المہام حسب الحکم قضا جریان بعرض والا جاہ قلمی نماید کہ از نوشتہ نیک نام خاں (برچہ نویس) بعرض رسید کہ شما ہر سہ پسر دیوان قدیم خود را برادر دیدہ فہم و ذکاے رسا دارید مختار ید حالا با فضائل خاں و میر ہادی فرزند نمانند عنایت اللہ خاں را واسطے مطالب ایشاں کردیم۔ بیاد داشتہ باشند کہ کو کلتاش خاں در حین نظامت دکھن و روح اللہ خاں ہنگام صوبہ داری حیدر آباد مصدر بعض ادا ہاے ناسب شدہ بودند مصلحتاً چندے معاتب داشتیم و آخر نظر بر قدیم خدمت بآنہا در ساختیم از زبان اعلیٰ حضرت شنیدہ ایم کہ عرش آشیانی اکبر بادشاہ روزے می فرمودند کہ ٹوڈرمل[۱] براے تقریر و تحریر امور ملک و مال شعور تیز دارد۔ اما غرورش

---

[۱] ذات کے کھتری اور لاہور کے رہنے والے تھے اکبری دور میں دیوان اور صوبہ دار بنگالہ رہے اور خطاب راجگی سے مفتخر تھے حساب کتاب کے معاملے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اہل سیف اور قلم تھے۔ ۱۱ محرم ۹۹۸ھ میں مقام لاہور انتقال کیا۔ علامہ ابو الفضل لکھتے ہیں کہ باوجود ہر کام میں یگانہ روزگار ہونے کے کینہ ور تھے۔ یہ بھی کچھ نہ تھا کاش بدلہ لینے میں تیز دستی نہ کیا کرتے۔ یہ بھی جانے دو اگر تعصب کے رنگ میں ڈوبے نہ ہوتے تو موتیوں میں تولنے کے قابل تھے۔ ان کے بعد حساب کتاب کے کام میں مرشد قلی خاں نے ان کے نام کو روشن کیا۔ (ملاحظہ ہو مآثر الامرا صفحہ ۱۲۳ جلد دوم و دربار اکبری مرتبہ مولانا آزاد مرحوم)

خوش نمی آید۔ ابوالفضل باو بد بود شکایت گونہ آغاز کرد جواب یافت کہ نواختہ را کہ سرفراز ساختہ
نمی تواں برانداخت۔ لہٰذا با آدم کار چار ناچار باید ساخت ؎
خدائے ریاست مسلّم بزرگی والطاف کہ جرم بیند و نان برقرار می دارد

۱؎ نورتن اکبری کا یہ درخشندہ گوہر شیخ مبارک ناگوری کا دوسرا بیٹا ہے اور ۹۹۸ھ میں پیدا ہوا۔ تبحر اور خدا داد قابلیت نے دربار اکبری میں پہنچا دیا۔ وہاں جاکر چمکے اور خوب چمکے۔ شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک سلطانپوری سے ان کی نوک جھوک برابر رہتی تھی اور آخر میں پالا شیخ کے ہاتھ رہا اور شیخ عبدالنبی اور مخدوم کو نیچا دیکھنا پڑا۔ شیخ ابوالفضل کو علمی ذوق تھا اور تصنیف و تالیف میں ہمیشہ منہمک رہتے تھے۔ ایک بڑا علمی ذخیرہ یادگار چھوڑا لیکن ان کی مشہور تصانیف اکبر نامہ، آئین اکبری اور مکتوبات علامی ہیں۔ اکبر کے مذہبی عقائد میں جو خرابیاں ظاہر ہوگئی تھیں اس کے بانی شیخ ابوالفضل قرار دیئے جاتے ہیں لیکن شیخ کا یہ عالم تھا کہ دربار میں تو دین الٰہی کے خلیفہ اعظم تھے لیکن مکان پر ہر وقت۔ ہم زبردست عالم شیخ ابوالفضل کی لکھی ہوئی تفسیر کو صاف کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اکبر نے سنا تو فرمایا کہ ہم سے تو یہ باتیں اور خلوت میں یہ ہوتا ہے۔ خلوت میں بیٹھنے والے شیخ پر اعتراض کرتے تھے تو شیخ دونوں ہاتھ زانو پر مار کر کہتا تھا "آہ آہ چہ تواں کرد"۔ چونکہ اکبر اعظم پر شیخ کا کافی اثر تھا اور شیخ کی بابت یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی تھی کہ اکبر کے مذہبی عقاید میں تغیر عظیم پیدا کر کے ان کو مصلح اعظم ثابت کرنے والا یہی ہے۔ اس لئے شاہزادہ جہانگیر شیخ ابوالفضل سے کبیدہ خاطر تھے تو زک جہانگیری میں خود لکھتے ہیں کہ "چونکہ اس نے اکبر اعظم کے مذہبی عقائد خراب کر دیئے تھے اس لئے تنگ ہو کر راجہ نرسنگہ دیو کو حکم دیا اور اس نے حملہ کر کے ۴ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو بمقام انتری (ریاست گوالیار کے ضلع کا صدر مقام اور جہانسی و گوالیار کے درمیان جی۔ آئی۔ پی۔ پر واقع ہے) شیخ کا کام تمام کر دیا۔ شیخ اس وقت دکھن سے آگرہ واپس آرہے تھے۔ شیخ نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ رائے رایان راجہ سورج سنگہ کافی جمعیت کے ساتھ خاص انتری میں موجود تھے لیکن شیخ نے ان کو بھی خبر نہ بھیجی اور نہ انتری تک بھاگنے کی ذلت کو گوارا کیا۔ جب اکبر نے سنا تو بہت ہی رنجیدہ ہوا اور کہنے لگا قصور میرا ہے۔ شیخو جی (جہانگیر) نے شیخ کو کیوں سزا دی اور یہ شعر پڑھا ؎ شیخ ما از شوق بے حد چوں سوئے ما آمدہ ٭ ز اشتیاق پائے بوسی بے سر و پا آمدہ
مزار انتری میں ہے ۱۲

(۹۸)

فدوی با خلاص ! لیفرزند عزیز بہادر بابو یسد کہ دنیا رفت وآخرت آمدنی شد چیزے کہ یادگار خواہد ماند بکار خواہد آمد و ہمراہ جنازہ گور خواہد رفت ہمیں امور خیر کہ عبارت از باقیات صالحات ست امروز خود را از فردائے رفتگان باید دانست و عاقل آنست کہ وقت حال راکہ بین الماضی والاستقبال ست غنیمت داند و امر خیر و صلاح انچہ تواند فوراً بعمل آرد وحال را رفتہ وآیندہ را شدہ پندارد زیراکہ حال روئے در رفتن ست وآیندہ را روئے در آمدن ے

سعدی ہمہ روزہ پند مردم
می گوید و خود نمی کند گوش

(۹۹)

فرزند عالی جاہ عرضداشت کند کہ ایشان استشفاع تقصیر اعتبار خاں کردہ اند احتمال قوی کہ سید سعداللہ درویش نوشتہ باشد بنویسد کہ عبدالقادر بیدل دریں مقام دو مصراع دلچسپ گفتہ اند ے

بتریں از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

لہ محمد بیدار بخت پسر محمد اعظم شاہ سے مراد ہے ۱۲

(۱۰)

حضرت عالمگیر ۹ اشعبان ۵۰ جلوس مطابق ۱۱۱۷ھ میں دکھن کے تمامی قلعہ وغیرہ فتح کرکے احمد نگر تشریف لائے اور حکم دیا کہ " احمد نگر را ختم السفر بنویسید" چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی لیکن منصور خاں ناظم خجستہ بنیاد اورنگ آباد کو آرزو تھی کہ جہاں پناہ اُن کے صوبہ کو رونق بخشیں اور انھوں نے عرضداشت کی کہ حضور معلیٰ احمد نگر میں رونق افروز ہیں اور قلعہ خجستہ بنیاد قابل مرمت ہے اگر ارشاد ہو تو درست کرالیا جائے تاکہ جہاں پناہ کی رونق افروزی کے وقت دقت نہ ہو۔ حکم ہوا :

در لحد خاک کشادہ ست لبِ بہر طلب — خواجہ از بیخبری رنگ سرامی ریزد

زود باشد کہ دریں غفلت و حرص و طلبش — استخوانہاش جدا۔ گوشت جدا می ریزد

عجب از آں خانہ زاد مزاج داں باوجود آنکہ روزے باحمد نگر رسیدیم مقرر فرمودیم احمد نگر را ختم السفر بنویسید۔ پس ہر گاہ احمد نگر را ختم السفر گفتہ باشیم آمدن بخجستہ بنیاد چہ صورت دارد؟ در چند روز حیات گزشتہ در سخن تفاوت نشدہ انشاء اللہ المستعان تا روز انتقال بسرائے جاوداں در اقوال و افعال تفاوت نخواہد شد۔[۱]

*

۱؎ ملاحظہ فرمایئے کہ یہ دل شکستہ اور شکست خوردہ بادشاہ نے لکھا ہے یا اس خط کے ہر لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمگیر میں وہی ہمت تھی اور وہی استقلال تھا اور وہی اولوالعزمی تھی جو روانگی کے وقت ظاہر ہوتی تھی۔ لیکن خدا بھلا کرے انگریزی مورخین کا وہ یہی کہتے ہیں کہ تھکا ماندہ آیا تھا اور مرہٹہ فوج نے ناک میں دم کر دیا تھا ۱۲

ذیل میں درج کئے ہوئے خطوں کو غور کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے انہی خطوط کی بنیاد پر انگریزی مورخین لکھتے ہیں کہ عالمگیر مرنے سے ڈرتا تھا اور زندگی میں جو کچھ بدنظمیاں اور بے عنوانیاں کی تھیں مرنے کے وقت اُن کی تصویر عالمگیر کے سامنے تھی اس لئے وہ کانپتا تھا اور مایوسانہ کلمات آخر وقت میں اپنے لڑکوں کو لکھے۔ اسلامی تعلیم کی عدم واقفیت کی وجہ سے ان مورخین کو علم ہی نہیں ہے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ باوجود زہد اور ریاضت کے احکم الحاکمین کے سامنے جاتے ہوئے ڈرنا چاہیئے اور ہمہ وقت توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہیئے۔ اگر مورخین کو اس کا علم ہوتا تو وہ یہ غلط استنباط نہ کرتے۔

بخطِ انور درحالت نزع بنام شاہزادہ محمد اعظم صادر شد۔

سلام علیکم و علی من لدیکم پیری رسید و ضعف قوی شد۔ قوت از اعضا رفت یگانہ آمدم و بیگانہ می روم۔ خبر از خود ندارم کہ کیستم؟ و چہ کارہ ام؟ نفسے کہ بے ریاضت رفت " افسوس آں باقی ماند کہ ملک داری و رعیت پروری ہیچ از من نیامد۔ عمر عزیز مفت رفت۔ خداوند در خانہ دارم و روشنائی آں در چشم تاریک خود نمی بینم حیات پایدار نیست و از نقش رفتہ نشانے پدیدار نے و از استقبال توقع معقودیت مفارقت کرد و جرم و پوست تنہا گذاشت۔ فرزند کام بخش اگرچہ بہ بیجاپور رفت اما نزدیک است و آں عالی جاہ از آں ہم نزدیک تر۔ عزیز القدر شاہ عالم از ہمہ دور تر۔ فرزندزادہ محمد عظیم بحکم اللہ العظیم نزدیک ہندوستان رسیدہ۔ لشکریان ہمہ بے دست و پا و سراسیمہ

ہمچو من مضطرب کہ از خداوند خود تنہائی گزیدہ درحالت اضطراب ست وچوں سیماب بے قرار نمی فہمند کہ صاحب نعمتے دارم و ہیچ باد خود نیاوردم و ثمرہ گناہان ہمراہ می برم بلی دانم کہ درچہ عقوبت گرفتار خواہم شد؟ ہر چند نظر بر الطاف و رحمت اُمید قوی ست اما نظر بر اعمال و افعال تفکر نمی گزارد۔ چوں از خود گزشتم دیگرے کجا ماند؟ ؎

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

صیانت بندگان اگرچہ پروردگار خواہد کرد لیکن نظر بر عالم ظاہر بر فرزندان ہم ضرورست کہ خلق و مسلمین ناحق کشتہ نشوند۔ فرزند زادہ بہادر را دعاے آخرین بگویند وقت رخصت ندیدم اشتیاق باقی ماند۔ بیگم اگرچہ بظاہر ملول ست لیکن مالکِ دلہا خدا ست۔ کوتاہ اندیشی مونثات جز ناکامی ثمرہ ندارد۔ الوداع، الوداع، الوداع

(۱۰۴)

فرمان بنام شاہزادہ سوم کام بخش کہ در وقت آخرین صادر شد۔ فرزند من جگر بند من: در عالم اختیار ہر چند بر رضائے الٰہی نصیحت کردم و زیادہ از امکان وصایا نمودم چوں خواست الٰہی نبود بگوش۔ رضا کسے نشنید کہ حالا از ہمہ بیگانہ می روم بر بے بضاعتی شما ترحم دارم اما چہ فائدہ؟ عذاب و گناہ ہر چہ کردم ثمرہ آں با خود می برم۔ عجب قدرت ست کہ آمدم تنہا و می روم با ایں قافلہ۔ نیے اگرچہ از دو از دہ روز مراتقت داشت لیکن تاب نیاوردہ گزاشت۔ ہر جا نظر می کنم جز خدا بنظر نمی آید۔ اندیشہ لشکریان و لشکر نظر بر وبال آخرت۔ موجبِ ملالتِ خاطر شد

از خود خبرم نیست. گناہ بسیار کردم. نمی دانم بچہ عذاب گرفتار خواہم شد؟ در بیت
بندگان اگرچہ رب العالمین خواہد کرد الا بر مسلمانان و فرزندان ہم اہم ست حفظ و
احتیاط بندہا بحسب ظاہر ضرور. عالی جاہ ہم نزدیک ست. آنچہ لازم بود درحق شما
گفتہ ام او ہم بجان و دل قبول داشتہ. نشود کہ مسلمانان کشتہ شوند و وبال برگردن
ایں ناکارہ بماند. شمارا و فرزندان شمارا بخدای سپارم و خود رخصت می خواہم.
حالت اضطراب ست. بیادرشاہ در جائے کہ بود ہست و فرزندزادۂ عظیم الشان
نزدیک بہ ہندوستان آمدہ و فرزندزادۂ بہادر در نواحی گجرات. حیواۃ النسا ر
چیزے از روزگار ندیدہ ملول ست و احوال بیگم بیگم دانند. اودے پوری[1] والدۂ شما
در بیماری با من بودہ ارادۂ رفاقت دارد. خانہ زادان و مردمان حضور ہرچند
گندم نمائے جو فروش اند. باید برفق و مدارا و بے پروائی کار گرفت و پاباندازۂ
ردائے دراز کشید. والسلام

(۱۰۴)

(وصایا در وقت آخر)

الحمد للہ والصلوۃ علی عبادہ الذین اصطفیٰ و رضا۔
اول آنکہ. ایں عاصی غرق معاصی را تلحیف و تفریش تربت مطہرہ مقدسہ

---

[1] عالمگیر کی چہیتی بیوی اور شاہزادہ کام بخش کی ماں کا خطاب ہے. جودھپور کے خاندان سیسودیہ سے تھیں
مورخین ان کے حالات کی بابت اختلاف کرتے ہیں. میں مسٹر بیل کی تحقیقات کو صحیح باور کرتا ہوں.
(ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۵ ڈکشنری بیل مرتبہ ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۹۴ء)

حسنیہ علیہ السلام نمایند کہ مغفرت ان بکار عصیان را بغیر از التجا باں درگاہ رحمت و غفران پناہ نیست و مصالح ایں سعادت عظمیٰ نزد فرزند ارجمند بادشاہزادۂ عالی جاہ است، بگیرند۔

دوم آنکہ۔ چہار روپیہ و دو آنہ از وجہ کلاہ دوزی نزد آیہ بیگم محلدار ست بگیرند و صرف کفن ایں بیچارہ نمایند و سہ صد و پنج روپیہ از وجہ کتابت قرآن در صرف خاص ست۔ روز وفات لفقرا بدہند۔ ازیں راہ کہ زر کتابت قرآن نزد فرقۂ شیعہ حرمت دارد بکفن و ما یحتاج آں صرف نکنند

سوم آنکہ۔ باقی ما یحتاج از وکیل بادشاہزادۂ عالی جاہ بگیرند کہ وارث قریب در اولاد ایشانند و حلت و حرمت بر ذمۂ ایشان ست۔ بریں بیچارہ باز پرس نیست کہ مردہ بدست زندہ۔

چہارم آنکہ۔ ایں سرگشتۂ وادی گمراہی را سر برہنہ دفن کنند کہ ہر گنہگار تبہ روزگار را کہ سر برہنہ نزد بادشاہ عظیم الشان میبرند البتہ محل ترحم خواہد گردید۔

پنجم آنکہ بر بالائے صندوق تابوت پارچہ سفید گندہ کہ گزی گویند پوشش نمایند و از شامیانہ و بدعت مغنیان و مولودی احتراز کنند

ششم آنکہ۔ بر والی ملک واجب باد کہ با خانہ زادان بے سر و پا کہ ہمراہ ایں عاصی در ارجیا در دشت و صحرا گشتہ اند، مدارات نمایند و اگر بتصریح تقصیرے ازینہا واقع شود لعفو جمیل و صفح جزیل مکافات فرمایند۔

۱؎ خیالات تو یہ تھے اور عمل بھی یہی تھا، لیکن بعض مورخین کا بھلا ہو وہ کہتے ہیں کہ اہل ہند کے ساتھ برتاؤ اچھا نہ تھا ۱۲

هفتم آنکہ - بہتر ز ایرانی برائے متصدی گری دیگرے نیست و در جنگ ہم از عہد حضرت جنت آشیانی تا حال احدے ازیں فرقہ از معرکہ رو گردان نہ شدہ و پائے استقامت اینہا نہ لغزیدہ۔ مع ہذا گاہے خودسری و حرام نمکی نکردہ اند لیکن چوں بسیار عزت طلب اند با اینہا ساختن بسیار مشکل۔ بہر حال باید ساخت و کجدار مریز باید کرد۔

ہشتم آنکہ - فرقہ تورانی سپاہی متفرد اند۔ برائے تاخت و تاراج و شبخون و بندی کردن خوب اند۔ اند بر گشتن در عین جنگ کہ ترجمہ تیر باز کشی ست، وسواس و ہراس و خجالت ندارند و از جہل حرکت ہندوستان زایان کہ سر برود لیکن جا نرود بصد مرحلہ دور اند۔ بہر حال ایں جماعت را محل رعایت باید داشت کہ اکثر جا ہا ایں مردم بکار می آیند کہ دیگرے بکار نمی آید۔

نہم آنکہ - با سادات[1] لازم السعادات بارہہ بموجب آیہ وآت ذا القربٰی حقہ عمل باید نمود۔ در احترام در رعایت فرو گزاشت نباید کرد۔ ازیں راہ کہ بموجب آیہ کریمہ قل لا اسألکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ محبت ایں جماعت اجر نبوت ست ہرگز مقصر نباید بود کہ مثمر خیر دنیا و آخرت ست لیکن با سادات بارہہ بکمال احتیاط باید نمود۔ در محبت باطنی قصور نباید کرد و بحسب ظاہر مرتبہ اینہا نباید افزود کہ شریک غالب بلکہ طالب ملک اند اگر اندک استرخائے عنان شود ندامت خواہد شد۔

---

[1] اولاد نے ان وصیتوں کا کچھ بھی خیال نہ کیا اور قطب الملک اور امیر الامرا سادات عظام نے جو کچھ کیا وہ تاریخی واقعات ہیں اگر مفاد پر عمل کرتے تو کاہے کو بُرا دن دیکھتے۔ افسوس ۱۲

دہم آنکہ - تا مقدور والی ملک خود را از حرکت معاف ندارد و از نشستن در یک مکان کہ در ظاہر صورت آرام و در واقع منجر بہ ازمصیبت و آلام ست محترز باشد۔

یازدہم بر پسران ہرگز اعتماد نکند و طورِ مصاحبت در زندگی نہ نماید کہ اگر اعلیٰ حضرت با دارا شکوہ چنیں سلوک نمی کردند کار باینجا نمی رسید و کلمہ الملک عقیمۃ ہمیشہ مدِ نظر باید داشت

دوازدہم - عمدہ رکن السلطنت اطلاع اخبار ملکی ست و غفلت یک لحظہ باعثِ ندامت سالہائے دراز می گردد کہ مقدمۂ گریختن سیوائے مقہور از غفلت شد تا آخر عمر ہماں سرگردانی باقی بود۔ تبارک اثنا عشر باختتام بر دوازدہ وصیت کردہ شد

اگر دریافتی بردانشت بوس
وگر غافل شدی افسوس افسوس

(۱۰۴)

اس زمانہ میں ایسی ہستیاں نادرالوجود ہیں جو شاہانِ مغلیہ اور خصوصاً عالمگیر کے عطیہ کو اپنے لئے مایۂ ناز و افتخار سمجھتے ہوں لیکن راجہ بہادر راجہ برج نرائن سنگہ صاحب رئیس پڈرونہ (گورکھپور) کے دفتر میں عالمگیری اور شاہجہانی احکام موجود ہیں راجہ بہادر اور اُن کے قوت بازو رائے بہادر جگدیش نرائن صاحب اُن احکام کو ذریعۂ افتخار سمجھتے ہیں۔ میں اپنے محترم خاں صاحب محمد اکرم صاحب منیجر کی کرم نوازی سے من جملہ بہت سے احکام کے صرف ظلِ سبحانی حضرت عالمگیر کا

ایک فرمان مع اُن حالات کے جن کے ماتحت یہ فرمان صادر ہوا تھا اس کتاب میں شکر کے ساتھ درج کرتا ہوں۔

چودھری ناتھ رائے راجہ بہادر پڈرونہ کے مورث تھے جن کو ناظم صوبہ معظم آباد (گورکھپور) زبدۃ الاقران چودھری ناتھ رائے کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ خیر خواہانہ خدمات کے صلے میں اُن کو نانکار وغیرہ برابر عطا ہوتے رہے قدر شناسی اور عزت افزائی نے چودھری کے دل میں ولولہ پیدا کیا کہ بادشاہ عالمگیر کی زیارت کرنا چاہیئے اور یہ منصوبہ باندھکر روانہ ہوئے ظل سبحانی نے ان کو شرف باریابی کی عزت بمقام اجمیر شریف مرحمت فرماکر چودھری موصوف کو فرمان مشعر عطائے نان کار بمقام اجمیر مرحمت فرمایا۔ یہ فرمان ذریعۂ فخر خاندان ہے۔

چودھری ناتھ رائے اپنا دھرم اور فرمان لے کر واپس آئے۔ ہندو مذہب لے کر گئے تھے اور ہندو مذہب پر قدمبوسی کے وقت قائم رہے اور ہندو ہی مذہب پر مرے۔ عالمگیر نے ان کو زبردستی مسلمان نہیں کرلیا اور نہ چودھری ناتھ رائے نے عزت افزائی کی خوشی میں اپنا مذہب ترک کیا۔ راجہ منجھولی (گورکھپور) بھی دربار شاہی میں حاضر ہوئے لیکن مسلمان ہوکر خالی ہاتھ واپس آئے اور کوئی صلہ بھی نہ لائے۔ عالمگیر پر الزام ہے کہ راجہ بودھ مل کو زبردستی مسلمان کرلیا۔ لیکن کیوں چودھری ناتھ عطیۂ شاہی سے سرفراز کیے گئے اور عالمگیر نے ان کو کیوں ہندو رہنے دیا اور کس وجہ سے ان کے مذہبی عقائد کی بازپرس نہیں کی اور کیا وجہ ہے کہ ان کے خاندان کی عزت افزائیاں ہوتی رہیں۔

مذہب ایک عقیدہ ہے۔ راجہ صاحب منجھولی کو عالمگیر کی سادہ وضع پسند آئی

اسلامی مساوات اور رواداری نے راجہ کے دل پر اثر پیدا کیا اور وہ خدا کے لئے
مسلمان ہو گئے۔ کوئی لالچ نہ تھا، کسی قسم کی کوئی ترغیب و تحریص بھی نہ تھی لیکن
وقت گذرنے کے بعد اب طبع آزمائیاں ہو رہی ہیں کہ راجہ کو مجبوراً مذہب تبدیل
کرنا پڑا ؎

اپنی منقاروں سے خود کٹتے ہیں پھندا جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

عالمگیر پر یہی الزام کیا کم ہے کہ اکبر اعظم کی پالیسی کا مقلد نہیں تھا۔
عالمگیر کا دروازۂ دولت ہند و خیر خواہوں کے لئے بند نہ تھا۔ ایسے اسناد
دیگر ریاستوں میں بھی ہیں مگر راجہ پڈرونہ والا احسان مندِ دل نہیں ہے اس لئے
اسناد پردۂ راز میں ہیں

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

دریں وقت فرمان والا شان شرف صدور یافت کہ مبلغ پنجہزار پانصد روپیہ
جمع موضع کھلیا وغیرہ سی و سہ موضع در لبست معمولہ پرگنہ سادھونہ سرکار جون پور
مضاف صوبہ الہ آباد در وجہ انعام نان کار رنا تھو زمیندار پرگنہ کہ مال گزار است و
شیوۂ رعیت گری را شعار خود ساختہ در جیدترۂ عمال و جاگیر داران حاضری باشد
از فصل خریف یونت پیل حسب الضمن مقرر باشد کہ حاصلات مواضع مذکورہ را
با متعلقان صرف معیشت نمودہ بدعائے بقائے دولت روز افزون اشتغال نماید
و در سربراہی و آبادی و آبادانی مقید باشد باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران کرورپان

حال و استقبال مواضع مذکوره را بتصرف او واگذارند. اصلاً و مطلقاً تغیر و تبدیل
بداں راه ندهند و بعلت مالوجهات و سائر جهات و اخراجات مثل قبله و جریانه و
ضابطه و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحم نشوند. بفراغ خاطر در آبادانی
پرگنه متقید باشد.

بتاریخ نهم شهر شعبان المعظم سنه ۲۷ جلوس معلی تحریر یافت

(۱۰۳)

خلاصه مضمون عرضداشت (عالمگیر)

بنام

حضرت شاهجهان بعد مراجعت دکن

آنکه دریں ایام زمام مهام سلطنت و دارائی و عنان امور ملکی و مالی از قبضهٔ اختیار
حضرت بیرون رفته و اعلام تغلب و اقتدار شاهزادهٔ کلاں در قبض و بسط امور سلطنت و
فرماندهی بغایتے ارتفاع پذیرفته که اندازهٔ آں را حوصلهٔ تحریر و تقریر نمی یابد و او
بنا بر قدرت و مکنت خویش همت باستیصال نهال وجود اخوان مقصور گردانیده
روز بروز سعی و اجتهادش دریں باب سمت تزاید می پذیرد. چنانچه سلیمان شکوه را
با فوجے بر سر شاه شجاع که پسر رشید آں حضرت است تعیین کرده ناموس و نام سی و دو ساله
او بباد فنا در داده و آں جناب چه مایهٔ مذلت و خفت از نوایهٔ پرویز کشیده در پیش
اهل جهان خجل و شرمسار گردید و همچنیں بمقتضاے هواے نفس و خواهش طبع خویش
بناے کار نهاده پیوسته در تفحص و تفتیش احوال و تشنیع و تخریب مهام ایں نیازمند

بدل جهد می نماید و همیشه کارها مباین دین و ملت صانع و مستلزم فساد امور بلاد و عباد
از و بظهور می رسد و ابواب منافع و مداخل بر روی روزگار این خیرخواه مسدود
گردانیده و انواع منقصت و اقسام مضرت رسانیده در آیامیکه حسب الاشارهٔ اقدس
بر ولایت بیجاپور لشکر کشیده به تسخیر بعضے اقطاع آن ولایت می پرداخت و امرا و سپاه
بمحاصره اشتغال ورزیده داد جانفشانی می دادند و مخالفان از اطراف و جوانب
هجوم آورده ورسد و ممانعت و مدافعت بودند و اخبار موحشه بیماری اقدس شیوع یافته
باعث تحیر و تفکر اولیا و خیرگی و شوخی اعدا شده بود و محصوران گلبرگه که جا نبازان
موکب اقبال بعد از تسخیر قلعهٔ بیدر و کلیانی بمحاصره بلدهٔ مذکوره پرداخته بودند در مضیق
محاصره دل تنگ تر از غنچه شده کار بدان قریب گشته بود که صورت افتتاح نماید و
مسند آرای حکومت بیجاپور از ترکتاز بهادران اقلیم سلیمان تخت به ستوه آمده در فکر آن
ضرور افتاده بود که پیشکش لائق سرانجام داده ولایت خود را از صدمه سپاه
فیروزی دستگاه مصون گرداند و الا تهم آن داشت که دلاوران کتیبهٔ اقبال او را
عنقریب مستاصل ساخته ولایتش را ضمیمهٔ ممالک محروسه گردانند در اخلال این حال
شاهزادهٔ کلان ملازمان خود در طلب امرای بادشاهی و تسلی استمالت حاکم بیجاپور تعین نمود
سوا آنها پنهانی پیغام هائے عنایت آمیز و مهربانی به والی بیجاپور رسانیده او را در دوادی
لجاج دعنا و نسبت بایں مرید دلیر تر ساخته و سرداران بادشاهی را بالمبالغه و اهتمام
تمام از پیرامن بلدهٔ گلبرگه که کار نزدیک بگشایش رسیده بود بر داشته در روان کردن آنها
بدان جانب مراتب تاکید و اجتهاد بظهور رسانیدند که فرصت رخصت و مجال وداع نیافته
و این خیرخواه را نادیده بر جناح استعجال عازم درگاه جهان پناه شدند و ازین جهت

میدان قافیہ وقت بایں نیاز مند تنگ گشتہ بود تحریر و تنگرو ر افتاد و بحکم ضرورکار صورت یافتہ و بانجام قریب شدہ را بر ہم زدہ محض بمین نیرد سے اقبال بے زوال خود را ازاں سیہ حال خطر برآورد و ہزاراں جرثقیل و اصابت تدابیر از میان غنیم برآمدہ سالماً بجا سے رسید. عیاذاً باللہ اگر چشم زخمے می رسید و در اکناف اطرافِ جہاں شہرت یافتہ اگر ایں بدنامی و حال ایں خفت و ذلت سالہا سے دراز بر روسے دولت پائدار می ماند و در جریدۂ روزگار ثبت می گردید پیدا است کہ تدارک و تلافی آں بواسطہ عدم و دربینی و ناعاقبت اندیشی شاہزادہ کلاں محض روسے کار خویش مطمح نظر داشت اگرچہ عالمے را آب بر دستے ندارد و از دائرۂ امکان و جرات بندہاسے با دشاہی بیروں بود و ایں مرید از بس جسارت در امر جانبازی و مہارت و فراولت در کار نبرد و پیکار و آشنائی باطرز و شیوہ ستیز دراں ایں دیار ہجوم و ازدحام اعدا حسابے نگرفتہ و بجاق تہور و جلادت فرق مخالفان کوفتہ بہ استظہار شعبہاسے اقبال بے زوال لشکر را ازاں گرداب شورش و فساد در میدانِ سلامت بیروں آورد غریب تر آنکہ بدیں سبے مددی و خسارت دکار شکنی و خصومت اکتفا نکردہ حال برار را بے سابقہ تقصیر و کوتاہی ازجاگیر ایں خیر خواہ رضا طلب کہ جز ارادت و اعتقاد و جانفشانی و اخلاص امر سے دیگر بخاطر راہ ندادہ تغیر کردہ بہ آنجہاں نا خلفے زیادہ سر سے کہ پا از حد خود بیروں نہادہ مرتکب انواع گستاخی و بے ادبی و مصدر تقصیراتِ عظیمہ گشتہ و لواسے بے اعتدالی و افساد در عرصۂ بغی و عناد برافراشتہ تنخواہ نمودہ و کیفیت حال ایں داعی خیر خواہ را بواسطۂ غرض و خواہشِ نفسِ خویش بخلافِ واقعہ بعرض اشرف رسانید بہ محض بہتان و محبت افزا وامانِ حال ایں

خیر اندیش را غبار آلود جرائم و لوث آمود آثام و انمود به التماس و الحاج جسونت سنگه را
با لشکر گران بر سر این داعی گماشت و مطمح نظر آن داشت که درین ضمن ولایت مختصر
که از پیشگاه عاطفت و احسان حضرت بایں مرید مرحمت شده بهر بهانه که میسر آید انتزاع
نماید و این فدوی را آواره تیاقی[1] بیکسی و غربت و سراسیمه صحرائے محن و کربت گرداند
ولیں دیدمهٔ دوستاں در مزاج اشرف تصرف کرده حضرت قول او را التصدیق فرموده
سائر فرزندان فدوی اخلاص طینت را دشمن فرا گرفته در حق این سرگردانان سرائے گاه
حضرت المعنی ذلت و ہوان) بر چه او تجویز می نماید حکم می فرمایند و قطعاً تفحص و تفتیش
حال این بے گناہان و توجه و غور در امور ملکی و مالی نفرموده زمام رتق و فتق مہام جزوی
و کلی بکف اختیار و قبضهٔ اقتدارش باز گذاشته اند و خود بے غائلهٔ شک و شائبهٔ ریب
تشنهٔ خون این بے گناہان ست چوں کار بدیں حد رسید و صورت حال بدیں منوال
انجامید حفظ جان و پاس ناموس خود از مہمات عالم عقل و نشار خرد دانسته عازم شده
سدرهٔ منزلت سپهر احتشام گردیده تا صورت حال و حقیقت معامله بے واسطهٔ بجج[2] و برایمن
معقوله در خدمت عاکفان پایهٔ اورنگ جہانداری مکشوف گرداند. عدل سلطان گر نپرسد
حال مظلومان عشق گوشه گیران را ز آسائش طمع باید برید و چوں این خیر خواه قطع
مسافت نموده بحوالی اُجین فائز گردید جسونت سنگه باشارهٔ شاہزادهٔ کلاں به ایذا
و آزار این خیر خواه مامور بود بسلسله جنبانی جہل و نادانی سنگ راه گشته بقدم
ممانعت پیش آمده چندانکه مردم ہوشمند سخندان فرستاده بعنوان معقول آن جہول را
بر ارادهٔ خود آگاہی بخشید و تصریح نمود که محرز سعادت حضور فائض النور و محرم طوف

---

[1] یعنی جنگل و صحرا ۱۲ [2] توڑ جوڑ ۱۲

کعبهٔ امانی و آمال بندگان نزدیک و دور است اصلاً معقولیت آشنا نشده بتکثیف
جهالت و غرور بیشتر در مراتب منع و ردع افزود لاجرم بنیهٔ جبلی بیدار بودیج از گوش
هوشش دور کردن و آن ظلوم و جهول را از پیش راه برداشتن بحکم ضرور به ذمه
همت واجب گردید. اگر غیر تحصیل سعادت زمین بوس اشرف امر دیگر مرکوز خاطر می بود
بر ضمیر خورشید تنویر روشن و هویدا است که اسیر کردن او در زر فتنهٔ انش که چنین شکست فاحش
یافته بحال منکر سراسیمه گرد وادی انهزام گشته بود چندان بعذرے نداشت و
اکنون شاهزاده کلان خود با سپاه گران تا دهول پور تشریف آورده معابرات
چنبل و مسالک راه مسدود ساخته جا بجا مردم را گماشته اند و باعتقاد خویش راه
عبور برین خیر اندیش بسته بودند. چون این مرید را غیر از ادراک دولت حضور پر نور
با هیچکس سر مقابله و پیکار نه بود و نیت از راه بهدا ور از آب چنبل عبور کرده عازم
زمین بوس اقدس گشته و چنان شنیده می شود که آن جناب حرمان این ارادت کیش
اخلاص سرشت از سعادت خاک بوسی همایون بجد برخواسته اشتعال نائرهٔ قتال
پیش نهاد همت دارند. چون آن جناب را با چون من مرید ارادت پرست بمقابله و
قتال پیش آمدن و هنگامه حرب و مصاف آراستن صرفه نخواهد کرد پسندیده عالم
صواب آنست که بزرگی را کار فرموده بساط کر و فر در نوردیده و بالفعل بصوب سجاب که
در جاگیر آن جناب مقرر است شتافته چندیں خدمت حضور همایون را به این خیر خواه
سراپا اعتقاد گزارند. بعد ازاں هر چه در مرآت رائے جهان نما جلوه فرماید شرف ظهور
خواهد یافت.

(۱۰۴)

انگلستان کے ایک مشہور مستشرق کرنل ڈی سی فاٹ نے ایک فرمان شائع کیا ہے جو حضرت عالمگیر کی طرف سے بنارس کے ناظم کے نام ہے اور جس میں صاف صاف حکم دیا گیا ہے:-

شریعت غرا کے مقدس قانون کے مطابق گو نئے مندر نہیں بنائے جا سکتے مگر پرانے مندروں کو توڑا بھی نہیں جا سکتا۔ ہمارے گوش گزار یہ خبر ہوئی ہے کہ بعض عمال از راہ جبر و تعدی قصبہ بنارس اور اس کے آس پاس کے دوسرے مقامات کے ہندوؤں اور برہمنوں پر جو قدیم بت خانوں کے پروہت ہیں تشدد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ برہمنوں کو ان کی پروہتی سے الگ کر دیں جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ بیچارے پریشان ہو کر مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔ اس لئے تم کو (ابوالحسن) حکم دیا جاتا ہے کہ اس فرمان کے پہنچتے ہی ایسا انتظام کرو کہ کوئی شخص تمہارے علاقے کے برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کرے اور ان کی تشویش کا باعث نہ ہو۔ تاکہ یہ جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے منصبوں پر قائم رہ کر اطمینان قلب کے ساتھ ہماری دولت خداداد کے حق میں مصروف دعا رہے۔ اس باب میں تاکید مزید جانو۔ ۱۵ رجمادی الثانی ۱۰۶۹ھ"

اصل فرمان فارسی میں ہے اس کو بھی ہم ذیل میں درج کرتے ہیں تاکہ جن اصحاب کو فارسی زبان سے دلچسپی ہو وہ اس شوق کو پورا کر سکیں۔

ماہ اکتوبر ۱۹۱۱ء میں انگلستان کے ایک مستشرق لفٹنٹ کرنل ڈی سی فلٹ کو

بنارس جانے کا اتفاق ہوا، جہاں انھیں اورنگ زیب کے ایک فرمان کی عکسی نقل ہاتھ آگئی یہ فرمان حاکم بنارس ابوالحسن کے نام تھا اور اس کے مضمون کی نوعیت ایسی نہ تھی کہ اس عام شہرت کے اعتبار سے جو اورنگ زیب کو ہندو حلقوں میں نسبت ہے بادی النظر میں اسے فرضی نہ سمجھ لیا جاتا۔ ہندوؤں نے مشہور کر رکھا ہے کہ اورنگ زیب ان کا جانی دشمن تھا۔ اس نے ان پر جزیہ لگایا اس نے ان کے بت توڑے اس نے ان کے مندر ڈھائے جب تک وہ سوا من زنار ہر روز جلا نہ لیتا تھا اُسے کھانا ہضم نہ ہوتا تھا، اس نے دوسرے مقامات کی طرح بنارس میں بھی ہنود کے بہت سے بت کدے برباد کر دیے اور ان کے کھنڈروں پر مسجدوں کو تعمیر کیا یہ کہانیاں کرنل فلٹ نے بھی ضرور سنی تھیں ایسی حالت میں مقام تعجب نہ تھا۔ اگر فرمانِ عکسی کی نقل پر جو اورنگ زیب کو کسی اور ہی رنگ میں پیش کر رہی تھی انھیں اعتبار نہ آئے اور جب تک اصل کو دیکھ کر سطمئن نہ ہولیں اپنی رائے اس باب میں محفوظ رکھیں۔ چنانچہ وہ دوبارہ بنارس گئے اور اس مرتبہ خان بہادر شیخ محمد طیب صاحب کوتوال شہر کی امداد سے آپ نے اصلی فرمان بھی دیکھ لیا۔

اس فرمان کی شانِ نفاذ پر خان بہادر محمد طیب نے جو تاریخی روشنی ڈالی وہ بہت ہی بصیرت افروز ہے اس کی لمعانی ملاحظہ ہو۔

بنارس کے محلہ سنگلا گوری میں گوپی اُپادھیا نامی ایک برہمن رہتا تھا جسے گزرے ہوئے پندرہ سال ہوتے ہیں۔ اس کی یادگار صرف ایک نواسہ مسمیٰ منگل پانڈے ہے اور وہ بھی محلہ سنگلا گوری میں رہتا ہے نانا کے انتقال پر دوسرے خاندانی کاغذات کے ساتھ شہنشاہ اورنگ زیب کا یہ فرمان بھی اسے ترکہ میں ملا۔

۵ ماہ اپریل ۱۹۰۵ء کو منگل پانڈے نے بنارس کے کلکٹر کی عدالت میں ایک استغاثہ دائر کیا اور میں کلکٹر صاحب کے حکم سے ابتدائی تحقیقات پر مامور تھا۔ منگل ایک گھاٹیا برہمن ہے جو دریا کے گھاٹ پر بیٹھا رہتا ہے اور پجاری کی خدمات انجام دیتا ہے جو جاتری اشنان کرنے کے لئے آتے ہیں انھیں پوجا کراتا ہے اور پوجا کی رسموں کے لئے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ انھیں خرید کر دیتا ہے۔ پچھلے دنوں گجرات کی بنانیاں اپنے ملک کی رسم کے مطابق گھاٹ پر دھرنا دے کر بیٹھ گئیں اور رونا اور بین کرنا شروع کر دیا اس سے دوسرے پجاریوں کی عبادت میں خلل پڑنے لگا۔ منگل پانڈے نے انھیں روکا کہ اگر تم یوں ہی روؤ چلاؤ گی تو کوئی دوسرا پجاری اس گھاٹ پر نہ آئے گا اور میرا نقصان ہوگا۔ اس پر منگل میں اور ان بی بیوں میں تنازعہ ہو گیا اور اسے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمھارے پاس گھاٹ کے اس حصہ کی پروہتی کے لئے کوئی قانونی دستاویز بھی موجود ہے یا نہیں اگر ہے تو پیش کرو۔ اس مطالبہ کے جواب میں اس نے اور اس کے نوکر بابو سنار نے متعدد کاغذات مجھے دکھلائے اور شہنشاہ اورنگ زیب کا فرمان بھی انھیں میں موجود تھا۔ یہ فرمان اب بھی اس کے قبضے میں موجود ہے۔"

ان تصریحات کے بعد کرنل فلٹ کے سارے شکوک جاتے رہے اور فرمان کو جس کی پشت پر اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ محمد سلطان کی مہر ثبت ہے بنظرِ غائر دیکھنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ فرمان اورنگ زیب ہی کا جاری کیا ہوا ہے اور اس کے پڑھنے کے بعد خواہ مخواہ ماننا پڑتا ہے کہ اورنگ زیب ویسا نہیں تھا جیسا اس کے نکتہ چین اسے ظاہر کرتے ہیں بلکہ اس کی سب سے بڑی منشا یہی تھی

کہ اس کی ہندو رعایا امن و امان اور خوش حالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرے اور ان کے حقوق پر کسی قسم کی دست درازی نہ ہونے پائے۔ اصل فرمان ملاحظہ ہو:

(خلاصۃ از اخبار "بیدار" مظفرنگر)

مہر
اورنگ زیب شاہ غازی بہادر
ابن صاحبقران ثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمان عالمگیر

مہر
منشور لامع النور اورنگ زیب
شاہ غازی

لایق العنایۃ والرحمۃ ابوالحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودہ بداند کہ چوں بمقتضاے مراحم ذاتی ومکارم جبلی ہمگی ہمت والا نہمت وتمامی نیت حق طویت ما بر رفاہیت جمہور انام وانتظام احوال طبقات خواص وعوام معروف ست وازروے شرع شریف وملت منیف مقرر چنین ست کہ دیرہاے دیرین برانداختہ نشود وبتکدہا تازہ بنا نیابد ودریں ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس ارفع واعلیٰ رسیدہ کہ بعض مردم از راہ عنف وتعدی بہنود سکنۂ قصبۂ بنارس وبرخے امکنۂ دیگر کہ بنواحی آں واقع ست وجماعت برہمنان سدنۂ آں محال کہ سدانت بتخانہاے قدیم آنجا بآنہا تعلق دارد مزاحم ومتعرض می شوند ومی خواہند کہ ایشان را از سدانت آں کہ از مدت مدید بآنہا متعلق ست باز دارند وایں معنی باعث پریشانی وتفرقۂ حال ایں گروہ می گردد۔ لہٰذا حکم والا صادر می شود کہ بعد از ورود ایں منشور لامع النور مقرر کنند کہ من بعد احدے بوجوہ بے حساب تعرض وتشویش باحوال برہمنان ودیگر ہنود متوطنۂ آں محال نرساند تا آنہا بدستور ایام پیشین بجا ومقام خود بودہ بجمعیت خاطر بدعا بقاے دولت خداداد ابد مدت ازل بنیاد قیام نمایند۔ دریں باب تاکید دانند۔ بتاریخ ۵ از شہر جمادی الثانیہ سنہ ۱۰۶۹ھ نوشتہ شدہ۔

(۱۰۵)

غریب اورنگ زیب کو خود غرض صحیح تاریخ سے ناواقف اور متعصب اشخاص نے اس قدر برے رنگ میں پیش کیا ہے کہ اس کا نام ظلم وستم، قتل وغارت گری، جبر وتشدد اور مذہبی تنگ نظری کا مترادف بن گیا ہے لیکن حقیقت نگاری کا فرض ہے کہ وہ یہ تمام داغ اس کے چہرہ سے دور کر کے اس کو اصلی شکل وصورت میں پیش کر دے کہ تاریخی کاغذات اور شاہی فرامین جو اب ہمارے سامنے روزانہ آرہے ہیں ان الزامات کی تکذیب کر رہے ہیں۔ چنانچہ آج کی صحبت میں ہم اورنگ زیب کی ان کوششوں کے متعلق جو اس نے اپنی رعایا کے اخلاق کی اصلاح و درستی کے لئے کیں مختصراً کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ مسکرات و منشیات کا استعمال اخلاقی زندگی کے لئے مہلک اور موت کا پیغام ہے جب کسی قوم میں یہ مرض پھیلا اس نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ اسی لئے شاید دنیا کا کوئی سچا مذہب نہیں ہے جس نے ان چیزوں کی ممانعت نہ کی ہو کہ یہ چیزیں بداخلاقی، اسراف، عیاشی اور اس کی تمام لعنتوں کو اپنے ساتھ لاتی ہیں یہ برائیاں اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں جب کسی قوم کے سربرآوردہ اشخاص ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اگر بادشاہ کو خود ان سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہو تو اس کے پھیلنے میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی سلاطین مغلیہ میں اورنگ زیب سے پہلے تک کے اکثر حکمران اس دختر رز کے دام میں گرفتار رہے ہیں اور اس چیز نے قوم کے ایک بڑے طبقے کو اس کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

بند مذہبی جماعتوں میں بھنگ وغیرہ کے استعمال سے خود وہ مقدس ہستیاں جو دوسروں کے لئے شمع ہدایت کا کام کر سکتی تھیں نشہ کی بری طرح عادی ہو گئی تھیں اور ہر جگہ یہی چرچا اور یہی مشغلہ تھا۔

آج کی طرح اس وقت اورنگ زیب نے بھی یہی خیال کیا تھا کہ اگر وہ مذہبی جماعت کی اصلاح میں کامیاب ہو گیا تو پھر عوام کی اصلاح کوئی مشکل کام نہ ہو گا اور پھر ان میں ہر شخص بجائے خود انجمن امتناع منشیات کا ایک سرگرم رکن اور مسٹر جانسن پوسی فٹ بن جائے گا۔ چنانچہ اس نے تخت نشینی کے پہلے ہی سال بھنگ کی کاشت کے متعلق جو فرمان صادر کیا تھا وہ یہ ہے:

وزارت و رفعت مرتبت رحمت خاں محفوظ باشند۔

مخفی نماند کہ چوں حکم جہان مطاع عالم مطیع بصدور پیوستہ کہ در کل ممالک محروسہ ہیچکس و ہیچ جا بھنگ را کہ از مسکرات ست نہ کارد و عوض آں اجناس دیگر کشت و کار نماید بنا براں نوشتہ می شود کہ آں وزارت پناہ بعد وصول ایں رحیمہ بکروریان پرگنات خالصہ شریفہ و عادی جاگیرداران تعلق دیوانی خود مقرر کنند کہ ہر کدام از انہا بکافہ رعایا و برایا پرگنہ عملہ خویش قدغن تمام نمایند کہ اصلاً و قطعاً بنگ نکارند و عوض آں دیگر اجناس بکشت و کار در آورند اگر احیاناً احدے از انہا باوجود خلاف حکم ارتفع بعمل آرد تنبیہ بلیغ نمایند تا دیگراں عبرت گرفتہ مرتکب ایں امر نشوند واجب آنکہ اندریں باب از پیشگاہ سلطنت تا بہ قدغن تمام دانستہ بموجب ترسیع معلی بعمل آرند و نگہدارند کہ احدے خلاف آں نتواند کرد و ہر کس کہ دریں مادہ کوتاہی نماید و خواہد نمود تقصیر وار خواہد شد دریں باب زیادہ چہ نوشتہ شود۔ در غرہ رمضان

یک ہزار و شصت و نہ ہجری مطابق سنہ احد جلوس نوشتہ شدہ۔

اسی قسم کے فرامین تمام صوبوں میں روانہ کئے گئے اور ان پر سختی سے عمل درآمد شروع ہوگیا اورنگ زیب نے اپنے ابتدائی عہد ہی میں وہ عظیم الشان اصلاحی کارنامہ انجام دیا تھا جس کو وہ آج برسوں کی مسلسل کوشش کے باوجود بھی کسی صوبہ کی کوئی مجلس مقننہ انجام نہیں دے سکتی۔ اپنی حکومت اور غیر حکومت میں یہی فرق ہے اور یہ اس بادشاہ کا کارنامہ ہے جو سب سے زیادہ بدنام اور رسوائے عالم بتایا جاتا ہے۔

اس فرمان کے صادر ہونے کے بعد اورنگ زیب کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہوگیا۔ اصلاح کی طرف پہلا قدم اٹھا کر اس نے ایک اہم ترین اصلاحی کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور اب اس کا فرض تھا کہ وہ دوسری برائیوں کو بھی دور کرے۔ اس قسم کے برائیوں کی فہرست تو طویل ہے لیکن اس نے ان برائیوں کو جو عام برائیوں کی جڑ کہلاتی ہیں مٹانے کا بیڑا اٹھالیا۔ ان میں قابل الذکر تو ام الخبائث شراب کا استعمال آوارگی اور عیاشی ہیں کہ اس نے جو فرامین اس سلسلہ میں صادر کئے تھے ان کی پابندی کی جاتی ہے یا نہیں۔ اس لئے اس نے ایک طرف تو ہمارے موجودہ آبکاری محکمہ سے زیادہ وسیع، زیادہ ہمہ گیر اور زیادہ موثر محکمہ قائم کیا تھا۔ موجودہ محکمہ کا فرض اس کے سوا کوئی فرض نہیں کہ وہ صرف اس بات کا خیال رکھے کہ کسی طرح اس سلسلہ کی آمدنی کی ایک پائی بھی جو حکومت کے خزانہ میں جانے والی ہے باہر نہ رہ جائے۔ اس سے اس کو کوئی مطلب نہیں کہ شراب کی بکری بڑھ رہی ہے۔ لوگوں میں منشیات کا رواج روز افزوں ترقی پر ہے۔ دوسری برائیاں جڑ پکڑ رہی ہیں بلکہ یہ چیزیں تو محکمہ کی

نیک نامی سمجھی جاتی ہیں۔ وہ تو ان چیزوں کو روکنے کی جگہ ایسے لوگوں کو بہوت اور حکومت کی طرف سے ہر قسم کی حفاظت کا سامان بہم پہنچاتا ہے وہ تو یہ اور صرف یہ دیکھتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ لائیسنس کے ماتحت ہے کہ نہیں۔ لیکن اورنگ زیب نے ایک طرف تو ان چیزوں کی کاشت کی تیاری اور فروخت کو منع کرکے اپنے خزانہ کو ایک مستقل بڑی آمدنی سے محروم کردیا اور دوسری طرف محکمۂ احتساب قائم کرکے سختی سے اس بات کی نگرانی شروع کردی کہ کوئی شخص اس حکم کی خلاف ورزی تو نہیں کرتا ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اس سلسلہ میں اس نے اصلاحِ اخلاق اور محکمۂ احتساب کے قیام کے متعلق جو فرمان صادر کیا وہ قابلِ مطالعہ ہے:۔

(۱۰۶)

ازانجا کہ شہنشاہ دین پناہ ہموارہ ہمت بلند نہمت بر زمع آثار شاہی و ملاہی مقصود دارالسلطنت و پادشاہی و خلافت گیتی پناہی پیوستہ احکام الٰہی و ترویج شرع مطہر رسالت پناہی صلوات اللہ و سلامہ علیہ و آلہ مقصود و منظور ست و درین ہنگام رائے عالم آرائے چنیں اقتضا نمود کہ یکے از فضلائے پایہ سریر اعلیٰ بصفت تدین و سلمانی و سمت فقاہت و مسئلہ دانی موسوم باشد بخدمت احتساب منسوب سازند تا خلائق را از ارتکاب منہیات و محرمات خصوصاً شراب خمر کردن و خوردن بنگ و بوزہ و سائر مسکرات و مباشرت، فواحش و زانیات و زجہ کردہ حتی المقدور از قبائح اعمال و شنائع اقوال باز دارد بنابراں درحضور ملا عوض وجیہ راکہ سرامد دانشوران توران بود بایں خدمت سربلند فرمودند و جمیع

از منصب داران واحدیان برائے معاونت دستیاری برفاقت او معین ساختند کہ اگر بعضے بیباکاں و خودسران از روئے جہل و نادانی و شقاوت و خیرگی از منع و نہی او راسر گزشتہ بجنگ و پرخاش پیش آیند آں گروہ خندہ زن ہرزہ تنبیہ و تادیب نمایند و ناظمان حکام جمیع صوبجات و اطراف و اکناف ممالک محروسہ بربع گیتی متاع صادر شد کہ بدیں دستور سد ابواب جنابت و مسکرات و منع از ارتکاب محرمات و منہیات نمودہ کما حقہ لمبر اسم احتساب بردارند۔

اس فرمان کا جو اثر ہوا اس کو ایک مورخ نے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے

"چنانچہ در اندک زمانے معالم شرع نبوی و مآثر سنت مصطفوی کہ اختلال پزیرفتہ بود کمال رونق گرفت"

اورنگ زیب نے اس فرمان کے ماتحت ہر صوبہ، ہر سرکار اور ہر پرگنہ میں محکمہ احتساب قائم کیا اور یہ محکمے علی الترتیب مرکزی محکمہ سے متعلق تھے اور اس کا یہ اثر ہوا کہ اورنگ زیب کی حکومت میں ایک بڑے عرصہ تک سارا ہندوستان اس قسم کی لغویات سے پاک و صاف رہا۔ اورنگ زیب نے اس سلسلہ میں جو کام کئے اُن کی داستان طویل ہے اور ایک اخبار میں اس کی جگہ بھی نہیں ہے یہاں ہم صرف یہ لکھکر اس پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ اس شخص کا کارنامہ ہے جس کے متعلق بقول علامہ شبلیؒ سے

تمھیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا

(منقول از اخبار ہمت لکھنو)



مناصب عہدِ مغلیہ

عہدِ مغلیہ میں دہ باشی سے ۱۰ اسوار کا افسر) پنجہزاری تک عہدہ دار تھے تنخواہ منصب کے لحاظ سے مقرر تھی ہر منصبدار کو اپنے منصب کے اندازہ سے گھوڑے، ہاتھی اور اونٹ وغیرہ مقررہ تعداد کے موافق اپنے پاس رکھنا لازمی تھے فوج کی تنخواہ جو منصبدار کو رکھنا پڑتی تھی سرکارِ شاہی سے علیحدہ ملتی تھی۔ چارپائی کا نصف خرچ خزانہ شاہی سے ملتا تھا۔ سوار کی تنخواہ بہ لحاظ قسم گھوڑا عہ سے سہ تک تھی۔ پیادے کو چھ روپیہ سے عہ تک تنخواہ ملتی تھی لیکن اس وقت گیہوں اور گھی کا نرخ یہ نہ تھا جو آج ہے (ملاحظہ ہو امرائے ہنود عہدِ مغلیہ میں صفحہ ۱۸۳۔ ضمیمہ ۲)

اکبری عہد میں بطور غیر معمولی عنایت کے مرزا راجہ مان سنگھ والی جے پور کا منصب ہفت ہزاری تھا اور عہدِ شاہجہانی میں مہاراجہ جسونت سنگھ کا یہی منصب تھا جو عالمگیر نے باوجود ناراضی روباہ بازی کے قائم رکھا۔ (امرائے ہنود)

عہدِ عالمگیری میں امرائے ہنود کے ساتھ زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا گیا راجہ ساہو جی کو راجگی کا خطاب ملا اور منصب ہفت ہزاری مرحمت ہوا۔ سنبھاجی پسر سیواجی اور نیتھوجی داماد سیواجی کے منصب بھی پنجہزاری تھے اور یہ عزت مرزا راجہ جے سنگھ کی سفارش پر حاصل ہوئی تھی جنھوں نے اپنی جارحانہ کارروائیوں سے سیواجی کو نہ صرف شکست ہی دی تھی بلکہ دکن کی زمین اس کے لیئے تنگ کر دی تھی۔

[illegible]

اس کے علاوہ مرہٹہ قوم کو منصب دینے میں کبھی کمی نہیں کی گئی پھر بھی اعتراض ہے کہ اگر سیواجی کے ساتھ زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا جاتا تو عالمگیر اطمینان کے ساتھ سلطنت کرتا لیکن معترض گرد وپیش کے حالات نہیں دیکھتے۔ سیواجی دربار میں آئے تو استقبال کے لیے کنور رام سنگھ سہ ہزاری پسر مرزا راجہ مامور ہوئے یہ وہی کنور ہیں جو شاہزادہ سلیمان شکوہ کو لیتے گئے تھے۔ دوسرا امیر مخلص خاں عہد عالمگیری کا درخشندہ ستارہ تھا۔ سیواجی کے لیے پنجہزاری منصب تجویز ہوا یہی منصب راجہ جے سنگھ کا تھا۔ مرزا راجہ جے سنگھ ریاست جے پور کا رئیس دربار عالمگیری کا سب سے معزز سردار اور اس سب سے بڑھکر یہ کہ سیواجی کا فاتح اور سرشکن تھا۔ کیا معترض یہ چاہتے ہیں کہ مفتوح فاتح (مرزا راجہ) کا ہمسر بنا دیا جاتا اس فتح کے صلے میں مرزا راجہ ہفت ہزاری بنائے گئے اُس وقت خود وزیر اعظم فاضل خاں کا منصب پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا۔ اور فاضل خاں جس پایہ کے وزیر تھے وہ بھی کوئی پردہ کی بات نہیں تھی۔

اس کو بھی جانے دو۔ مہارانا اودے پور سے زیادہ ہندوستان میں کوئی راجہ معزز نہ تھا لیکن جب اس خاندان نے دربار شاہی سے ربط پیدا کیا تو جہانگیر نے راجہ کرن کو بھی پنجہزاری منصب عطا فرمایا۔ اس کے بعد رانا راج سنگھ کو دربار عالمگیری سے یہی منصب مرحمت ہوا۔ کیا سیواجی اودے پور کے مہارانوں سے بھی زیادہ معزز تھا۔ ان سب کے علاوہ خود سیواجی کے پدر بزرگوار ساہو جی نے سنہ جلوس میں جب شاہجہاں کے دربار میں رسائی حاصل کی تو شاہجہاں نے یہی پنجہزاری منصب عطا کیا (صفحہ ۳۴۳ مآثر الامراء جلد دوم)

ان حالات کو پڑھنے کے بعد رائے قائم کرنا چاہیئے کہ پنجہزاری منصب سیواجی

کے لیے موزوں تھا یا نہیں۔ کیونکہ اس زمانے میں یہ پالیسی رائج تھی کہ شاہنشاہ ہند سیواجی کو دیکھ کر تخت سے اتر کر معانقہ کرتا۔ رائے قائم کرنے میں اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ عہد مغلیہ میں پانچ ہزاری منصب سے زیادہ شروع میں کسی کو مرتبہ نہیں دیا جاتا تھا مرزا راجہ جے سنگھ نے سیواجی کے لیے صرف اس قدر لکھا تھا کہ خاطرداری کی جائے تمام خط میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ہفت ہزاری کا وعدہ سیواجی سے کیا گیا ہے۔ سیواجی مفتوح کی حیثیت سے مرزا راجہ کے سامنے حاضر ہوا تھا۔ اس لیے وعدہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بات یوں ہے کہ سیواجی سے لاکھ اچھا برتاؤ کیا جاتا لیکن وہ کبھی اپنے عہد پر قائم نہ رہتا۔ سیواجی کی زندگی میں پابندیٔ عہد کا کونسا واقعہ ہے؟ افضل خاں کا دغابازانہ قتل، بیجاپور اور گولکنڈہ کے ساتھ مکارانہ سازشیں، شہروں اور قصبوں پر غفلت اور بے خبری میں چھاپے مارنا۔ کیا انہی اور اسی قسم کے اور واقعات سے اس قسم کے نتائج کی امید ہو سکتی ہے؟ سہ

شدم آگاہ زود از خوئے آن بیداد گر وحشی
اگر لیدا از وفا این کارہا کردے چہ میکردم؟

سیواجی کو جانے دو۔ اُن کے بعد جو کچھ فیاضانہ سلوک کیا گیا اور اس کا معاوضہ سیواجی کی اولاد نے جو دیا وہ تاریخی واقعہ ہے (مضامین عالمگیر از شبلی نعمانی)

فہرست مناصب

نمبر	منصب	اسپ ہر قسم	فیل ہر قسم	شتر	خچر	ماہانہ (تنخواہ) درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم	ارابہ گاڑی	کیفیت
۱	ہفت ہزاری	۴۹۰	۱۴۱	۱۱۰ قطار	۲۷ قطار		۴۵۰۰۰		۲۲۰	
۲	پنجہزاری	۳۴۰	۱۱۵	۱۰۰	۲۰	۳۰۰۰۰	۲۹۰۰۰	۲۸۰۰۰	۱۶۰	
۳	چہار ہزار پانصدی	۳۰۵	۹۰	۷۲	۱۸	۲۶۰۰۰	۲۵۸۰۰	۲۵۷۰۰	۱۴۵	
۴	چہار ہزاری	۲۷۰	۸۰	۶۵	۱۷	۲۲۰۰۰	۲۱۸۰۰	۲۱۶۰۰	۱۳۰	
۵	سہ ہزار پانصدی	۲۳۵	۷۵	۵۷	۱۵	۱۹۰۰۰	۱۸۸۰۰	۱۸۷۰۰	۱۱۵	
۶	سہ ہزاری	۲۲۰	۷۰	۵۰	۴	۱۷۰۰۰	۱۶۸۰۰	۱۶۷۰۰	۱۰۰	
۷	دو ہزار پانصدی	۱۷۰	۵۰	۴۰	۱۰	۱۴۰۰۰	۱۳۸۰۰	۱۳۷۰۰	۸۰	
۸	دو ہزاری	۱۵۰	۴۰	۳۰	۷	۱۲۰۰۰	۱۱۹۰۰	۱۱۸۰۰	۶۸	
۹	ایک ہزار پانصدی	۱۲۰	۳۵	۲۴	۵	۱۰۰۰۰	۹۸۰۰	۹۷۰۰	۵۰	

نمبر شمار	منصب	اسپ ہر قسم	فیل ہر قسم	شتر	خچر	ماہانہ (تنخواہ) درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم	ارابہ گاڑی	کیفیت
۱۰	ہزاری	۱۰۴	۳۱	۱۲ قطار	۴ قطار	۸۲۰۰	۸۱۰۰	۸۰۰۰	۴۲	
۱۱	نہ صدی	۱۰۰	۳۰	۲۰	۴	۷۷۰۰	۷۴۰۰	۷۱۰۰	۴۰	
۱۲	ہشت صدی	۸۲	۲۸	۱۷	۳	۵۰۰۰	۴۷۰۰	۴۴	۳۴	
۱۳	ہفت صدی	۷۰	۱۹	۱۵	۲	۴۰۰۰	۳۷۰۰	۳۶۰۰	۲۷	
۱۴	ششش صدی	۳۸	۱۵	۱۴	۲	۳۵۰۰	۳۲۰۰	۳۰۰۰	۲۱	
۱۵	پانصدی	۳۴	۱۰	۱۳	۲	۲۸۰۰	۲۷۵۰	۲۷۰۰	۱۵	
۱۶	چہار صدی	۳۰	۹	۵	x	۲۰۰۰	۱۷۵۱	۱۵۰۰	۱۲	
۱۷	سہ صدی	۱۵	۷	۴	x	۱۴۰۰	۱۲۵۰	۱۲۰۰	۱۰	
۱۸	دو صدی	۱۲	۶	۳	x	۹۷۵	۹۵۰	۹۰۰	۷	ماخوذ از کتاب امرائے
۱۹	یوزباشی	۱۰	۳	۲	x	۷۰۰	۶۰۰	۵۰۰	۵	ہنود صفحات (۳۵۲ / ۳۰۹)

مختصر حالات

(رجال متعلقہ کتاب ہذا)

شہاب الدین محمد شاہ جہاں صاحبقران ثانی

جودھ بائی عرف جگت گوشائیں صبیّہ مہاراجہ اودے سنگھ راٹھور والی جودھ پور کے بطن سے ۳۰ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ ہجری یوم جمعہ کو بمقام لاہور پیدا ہوا۔

مہاراجہ جودھ پور کے خاندان میں سلطنت کی بساط صدہا سال سے بچھی ہوئی تھی اور رسم و رواج کی زبردست زنجیروں میں یہ خاندان بھی پورا بندھا ہوا تھا لیکن اکبر کے جادو نے اس خاندان کو بھی حلقہ بگوش کر رکھا تھا۔ اور اس گرویدگی کی وجہ سے مہاراجہ نے خاندانی رسم و رواج کو خیرباد کہکر اپنی بیٹی جگت گوشائیں کی شادی شاہزادہ سلیم (نورالدین جہانگیر) کے ساتھ رچادی۔ ۱۹ رجب ۹۹۴ھ کو شہنشاہ اکبر مع امرائے دربار اور بیگمات کے مہاراجہ کے مکان پر گئے اور دھوم دھام کے ساتھ بیوباہ لائے۔ اور خاندان کچھواہہ کے طرح یہ دوسرا خاندان تھا جو رشتہ داری کی وجہ سے سلطنتِ مغلیہ کی وفاداری کا دم بھرنے لگا۔

جب شاہزادہ خُرّم (شاہجہاں) پیدا ہوا تو اکبر نے خوشیاں منائیں زروجواہر تقسیم کئے اور جاگیریں دیں۔ پوتے کو محلسرا میں لیجا کر خدیجۃ الزمانی رقیہ بیگم کی گود میں دیدیا اور خواہش کی کہ اس کی تربیت مثل صلبی اولاد کے کی جائے تیموری اور

راٹھوری خون ملے ہوئے تھے اس پر سونے میں سہاگہ اکبرِ اعظم کی تربیت تھی شاہزادہ نے جوان ہو کر ہاتھ پیر نکالے۔ جہانگیر بیٹے کی دلیرانہ اولوالعزمیاں دیکھ کر باغ باغ ہوا جاتا تھا۔ اکبر کی پالیسی ہر جگہ کامیاب رہی۔ مگر فرماں روا اودے پور نے اپنا سر نیاز اکبر کا دربار میں کبھی خم نہ کیا۔ اس ریاست کے مہارانا اپنا سلسلۂ نسب نوشیروان عادل سے ملاتے تھے۔ ان کی عظمت یہ تھی اور ان کا دبدبہ یہ تھا کہ ریاست اودے پور کا مہارانا ہندوستان کے راجہ مہاراجہ کے ماتھے پر اپنے انگوٹھے کے خون کا تلک لگایا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد گدی نشینی کے مراسم ادا ہوتے تھے۔ یہی وہ ریاست ہے جس کے اولوالعزم فرماں روا مہارانا سنگرام عرف رانا سانگا نے بابری فوج کا مقابلہ ۱۳ جمادی الثانی ۹۳۳ھ کو موضع کانوہ (موجودہ فتحپور سیکری ضلع آگرہ) میں کیا اور خوب ہی داد شجاعت دی۔ مگر میدان بابر کے ہاتھ رہا۔ اکبر کی دلربا پالیسی اودے پور کو مغلوب نہ کر سکی لیکن اس شاہزادہ نے ۱۰۲۳ھ میں رانا کرن کو شکست دیکر اودے پور کے زعفرانی علم کو جو آٹھ سو برس سے گہلوت ٹھاکروں کے قلعوں پر مغرورانہ اڑ رہا تھا نیچا کر دیا۔ راجہ کرن امیروں کی سفارش کی مدد سے دربارِ جہانگیری میں حاضر ہوئے اور نذر گذرانی۔ جہانگیر نے خلعتِ گراں بہا اور منصب عطا کر کے ملک واپس دیا۔ اس نمایاں خدمت کے صلہ میں شاہزادۂ خرم کو شاہجہاں کا خطاب مرحمت ہوا کر شاہی تخت کے برابر کرسی پر بیٹھنے کی عزت دی گئی۔ شاہزادہ نے قندھار، دکن اور گجرات میں اپنی تلوار کے جوہر دکھلائے اور موردِ مراحمِ خسروانہ رہا۔ جب معاملاتِ سلطنت میں نورجہاں کا اقتدار ہوا اور ان کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری ہوا تو شاہزادہ کی خاطر اور

مدارات نہیں رہی نورجہاں نے اپنی لڑکی کا عقد جو شیر افگن خاں اُس کے پہلے شوہر سے تھی شاہزادہ شہریار سے کر دیا اور اُس کی ولیعہدی کی فکریں کرنے لگی اور ایسے داؤں پیچ مارے کہ سب مُنہ دیکھتے رہ گئے اور مست الست بادشاہ ہونہار شاہزادہ کی تباہی اور بربادی پر مستعد ہوگیا۔ کیوں نہ ہو آدھ سیر شراب اور ایک سیر کباب کے معاوضہ میں سلطنت نورجہاں کو سپرد ہو چکی تھی۔

شاہجہاں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو اُس زمانہ میں عام تھا۔ اور جس سے آج کے متمدن ممالک بھی مستثنیٰ نہیں۔ شاہزادہ شاہجہاں نے علم بغاوت بلند کیا اور ہندوستان میں مارا مارا پھرتا رہا۔ ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ کو جہانگیر نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور ۸ جمادی الثانی کو شاہجہاں نے تاجِ شاہی سر پر رکھا اس بادشاہ کے زمانہ میں بیجاپور اور گولکنڈہ کی اسلامی ریاستیں دہلی کی باجگذار ہوئیں اور احمد نگر کی سلطنت مطیع ہوئی۔

میرے مکرم مولوی سعید احمد صاحب مارہروی نے خوب ہی لکھا ہے کہ شاہانِ مغلیہ کے سامنے اگر اُن کا بدترین دشمن عذرخواہ ہوتا تھا تو اُن کی آنکھ جھپک جاتی تھی۔ اکبر کے زمانہ سے بہادر شاہ کے زمانہ تک یہ حالت قائم رہی۔ شاہجہاں بھی جرم بخش اور عذر پذیر تھا۔ ہمیشہ باوضو رہتا تھا۔ اور صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا۔ زمین بوسی کی رسم اکبر اعظم کے وقت سے جاری تھی اور چونکہ خلاف شعائرِ اسلام تھی اس لیئے شاہجہاں نے موقوف کر دی۔ منصف مزاج اور رحمدل تھا۔ عمارتوں کا بیحد شوقین اور یہ شوق جنوں کے حد کو پہنچا ہوا تھا۔ اور اس قدر تھا کہ شاہانِ مغلیہ میں اس کے قبل یا بعد کوئی بادشاہ اس کا ہمسر نہیں کہا جا سکتا ہے۔ ہندوستان

کے بادشاہوں میں جو شان اور شکوہ اس کی تھی وہ کسی دوسرے بادشاہ کو حاصل نہ تھی۔

اکبرآباد، دہلی، لاہور اور قندھار کی خوبصورت اور بے مثال عمارتیں آج بھی اسی بانی کے نفاست مزاج اور عالی حوصلگی کی زندہ مثالیں ہیں ممتاز محل (تاج بی بی) کا روضہ ۵۰ لاکھ کی لاگت سے تیار کرایا۔ یہ نادر اور عجوبہ روزگار روضہ آج بھی دنیا کے سیاحوں کی نگاہوں میں چکاچوند پیدا کرتا ہے۔ دہلی کو از سر نو تعمیر کرا کے اس کا نام شاہجہاں آباد رکھا تخت طاؤس ۵۰ لاکھ کی لاگت سے بنوایا۔

ملک گیری کی ہوس تیموری خاصہ ہے اس لئے شاہجہاں کو بھی وہی شوق رہا جو اکبر اعظم اور اس کے اجداد کو تھا۔ قندھار کا موروثی ملک ہاتھ سے نکل گیا۔ مرتے دم تک حسرت باقی رہی۔ لڑکوں کو بھیجا بڑے بڑے امیر اور فوجی افسر ساتھ کئے گئے۔ سب کچھ فکریں کیں مگر قندھار کا ملک نہ ملنا تھا نہ ملا۔

شاہجہاں علم دوست، ہنر پرور حکمراں تھا۔ اس کے عہد میں پنجاب کے اکثر سرحدی مقامات کے ہندوؤں نے مسلمان عورتوں کو زبردستی گھر میں ڈال رکھا تھا۔ اور مسجدیں توڑ کر مندر بنوائے تھے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو کوئی عام سزا نہیں دی بلکہ مسلمان عورتوں کو قبضہ سے نکلوالیا۔ اور مندر بدستور مسجدیں بنوائی گئیں۔ بنارس کا جدید تعمیر شدہ مندر جو بلا اجازت بنوالیا گیا تھا توڑ دیا۔ (مفصل حالات کے لیئے ملاحظہ ہو شاہجہاں نامہ عبدالحمید لاہوری۔ سفر پنجاب)

ہر علم اور کمال کے لوگوں کی موجودگی سے اس کا دربار علم و فضل کا ایک مرقع تھا۔ شاہجہاں جب تک زور اور قوت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا کوئی جھگڑا پیدا

نہیں ہوا لیکن اخیر میں بوجہ علالت تمام اختیارات شاہزادہ داراشکوہ کے ہاتھ
میں آگئے۔ اور شاہزادے اس وقت اپنے اپنے صوبوں میں تھے
شاہزادہ داراشکوہ جس مزاج کے تھے وہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم
ہوگا۔ بھائیوں میں کدورتیں پیدا ہوئیں اور آخرش سلطنت عالمگیر کے ہاتھ آئی
اور حضرت شاہجہاں کا باقی زمانہ ۸ رمضان ۱۰۶۸ھ لغایتہ ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ قلعہ
اکبرآباد کی چہاردیواری میں گذرا۔ مرنے کے بعد روضہ تاج بی بی میں دفن ہوا
شاہجہاں فقیر دوست اور غریب پرور تھا۔ بی بی اور اولاد کے ساتھ ایسی
محبت تھی جو اس وقت بادشاہوں میں کم ہوتی تھی۔

تاریخ وفات شاہجہاں

سالِ تاریخِ فوتِ شاہجہاں	رضی اللہ گفت اشرف خان
	۱۰۷۶ھ

۲۔ محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیر

نام شاہزادہ اورنگزیب تھا۔ اور ارجمند بانو بیگم (ممتاز محل) کے بطن سے ۱۵
ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ یوم یکشنبہ کو بمقام دوحد مضافِ گجرات پیدا ہوا تاریخ پیدائش۔

داد ایزد بہ پسرِ شاہ جہاں	خلفے ہمچو مہر عالمتاب
تاجِ صاحبقرانِ ثانی یافت	گوہر بحر از و گرفت حساب
نامش اورنگزیب کرد فلک	تخت زیں پایہ شد سپہر جناب
طبع دریافت سالِ تاریخش	زدرقم آفتاب عالمتاب
	۱۰۲۷ھ (کلیم)

جب تعلیم کا زمانہ آیا تو خوش قسمتی سے بڑے پایہ کے فاضلان اجل کی شاگردی کی عزت نصیب ہوئی عربی اور فارسی علم ادب میں وحید عصر مولوی سید محمد قنوجی کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا۔ دیگر علوم متداولہ بھی بڑے پایہ کے عالموں سے حاصل کئے۔ علامہ سعد اللہ خاں دستور معظم کے سامنے بھی زانوئے شاگردی تہ کرنے کا فخر اورنگ زیب کو حاصل تھا۔ شاہان مغلیہ میں پہلے جس شاہزادہ کو حفظ کلام مجید کی سعادت نصیب تھی وہ اورنگ زیب ہی تھا۔

تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد شاہجہاں نے ۱۳ر ذی الحجہ ۱۰۴۶ھ کو شاہزادہ کا عقد بانو بیگم صبیہ شاہ نواز خاں کے ساتھ کر دیا۔ خود بادشاہ سلامت بیاہنے گئے۔ تاریخ عقد "دو گوہر یک عقد دوراں کشیدہ" (۱۰۴۷ ہجری)

شاہزادہ اورنگ زیب۔ تندھار اور دکھن کی مہم پر تعینات ہوا اور کامیاب رہا۔ صوم وصلوٰۃ کا اس قدر پابند تھا کہ بلخ کی لڑائی میں نماز ظہر کا وقت آیا اور لڑائی گھمسان کی ہو رہی تھی لیکن اورنگ زیب نے نماز شروع کر دی عبدالعزیز جو بلخ کی فوج کو لڑا رہا تھا شاہزادہ کے استقلال سے اسقدر متاثر ہوا کہ فوراً صلح کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ اور اپنے افسروں سے کہنے لگا کہ ایسے شخص کے خلاف تلوار اٹھانا مشیت ایزدی کے خلاف لڑنا ہے۔ اور اس طرح لڑائی کا خاتمہ ہوا۔

عالمگیر کو تفسیر اور حدیث پر عبور تھا۔ فارسی انشاء پردازی میں خاص ملکہ تھا۔ ترکی بھی جانتا تھا۔ ہندی بولنے میں اچھی مہارت تھی۔ فتاوی عالمگیری دو لاکھ کے صرفہ سے مختلف کتب شرعیہ سے شیخ نظام کی نگرانی میں تیار کرائی

جس میں مذہب حنفیہ کے مسائل کی چھان بین کی ہے

حضرت شاہجہاں بیٹے کے علم اور ہمہ دانی کی قدر و منزلت کرتے تھے لیکن شاہزادہ دارا شکوہ ان کو اپنا حریف سمجھتا تھا۔ اور دونوں شاہزادوں کے دلوں میں کدورتیں پرورش پاتی رہیں۔ حتیٰ کہ زمانہ آیا کہ حضرت شاہجہاں کی علالت کی وجہ سے شاہزادہ دارا شکوہ کا اقتدار بڑھا۔ عالمگیر دکن میں فتوحات کر رہا تھا۔ دارا شکوہ کی جانب سے امداد بند ہوئی اور امیر واپس طلب ہوئے۔ عالمگیر کو لڑنے کا موقع ہاتھ آیا اور دونوں شاہزادوں میں لڑائی ہوئی۔ شاہزادہ دارا شکوہ کو شکست اٹھانی پڑی۔

۲۴ رمضان المبارک ۱۰۶۸ھ کو شاہزادہ اورنگ زیب نے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ مگر تاجپوشی کی رسم ۱۰ رمضان شریف ۱۰۶۹ھ کو ادا کی گئی۔ عبدالرشید نے آیۂ کلام اللہ سے تاریخ نکالی۔

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم

عالمگیر کے عہدِ سلطنت میں جو اصلاحات ہوئیں اُن میں چند یہ ہیں

(۱) مسکرات کا استعمال موقوف کیا گیا۔

(۲) مسکرات سے جو آمدنی حاصل ہوتی تھی وہ ناجائز قرار دی گئی۔

(۳) محتسب تمام ملک میں مقرر ہوئے۔

(۴) شرعی وکیل ممالکِ محروسہ میں مقرر کئے گئے اور احکام جاری ہوئے کہ جس کسی کو سلطنت کے خلاف دعویٰ ہو وہ وکیل شرعی پر دعویٰ کر کے اپنی دادرسی کرائے۔

(۵) پرچہ نویسی کا انتظام اعلیٰ اور وسیع پیمانہ پر کیا گیا۔
(۶) راستے اور سڑکیں اسقدر محفوظ کر دی گئیں کہ رہزنی نام کو نہ رہی اور اگر کسی شاہزادہ کے صوبہ میں جرم ہوا تو بلا تحقیقات شاہزادہ سے مدعی کے نقصان کی تلافی کرائی گئی اور شاہزادہ پر جرمانہ علاوہ بریں
(۷) رقص و سرود قطعاً بند۔
(۸) سکّہ کے ایک طرف کلمۂ طیبہ تھا اور سکّہ زمین پر پھینکا جاتا تھا پیروں تلے آجایا کرتا تھا۔ عدالتوں میں حاکم اونچی جگہ بیٹھتا تھا اور روپیہ وغیرہ جو جمع ہوتا وہ اہلکاروں کے پاس فرش پر۔ ان تمام امور پر نظر کر کے عالمگیر نے حکم دیا کہ اللہ اور رسول کے نام کے ساتھ اس طرح بے ادبی ہوتی ہے اس لیے آیندہ کلمہ نہ نقش کیا جائے۔

بات تو صرف اسقدر تھی لیکن معترضین لکھتے ہیں کہ چونکہ سکّہ مشرکین کے ہاتھوں میں آتا تھا اور وہ نجس تھے اس لیے کلمہ کی بابتہ یہ حکم دیا گیا۔

مندرجہ بالا اسباب کتابوں میں درج تھے وہ تو میں نے دیکھ لیے۔ جو اسباب میرے دوست بیان کرتے ہیں وہ میں نے کہیں نہیں دیکھے اور دیکھتا کہاں سے۔ یہ تنقید کا جو فن آج کل رائج ہے وہ پہلے نہ تھا۔ اس لیے اس زمانہ کے مورخین نے جو واقعی اسباب تھے وہ بیان کر دیے۔ اُن کو کیا خبر تھی کہ زمانہ اس قدر ترقی کرے گا کہ تاریخ نویس کو حسب دل خواہ نتیجہ نکالنے کے لیے تاریخی واقعات میں ردوبدل کرنا پڑیگا اگر تنقید اسی کا نام ہے تو غلط استنباط کس چیز کا نام ہوگا۔

اورنگ زیب پر یہ بھی الزام ہے کہ اس کی متعصبانہ پالیسی کی وجہ سے راجپوتانہ کے والیانِ ملک اور دوسرے ہندو راجہ اس کے دشمن ہو گئے تھے اور انھوں نے جودھپور کی لڑائی کے بعد سلطنتِ مغلیہ کی حمایت میں کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ امرائے ہنود کی ایک فہرست دے دی گئی ہے جس کے ملاحظہ سے واضح ہو گا کہ یہ الزام بھی سچائی سے منزلوں دور ہے۔ خود مہارانا اودے پور کے بھائی راجہ بھیم پنجہزاری امیر عالمگیر کے جھنڈے کے نیچے مرہٹوں سے لڑے اور اسی ملک میں ان کا انتقال ہوا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اکبر اور شاہجہاں کے عہد میں سلطنت کے قیام کا بار صرف راجپوت قوم کے کندھوں پر تھا۔ لیکن عالمگیر کے زمانہ میں ایرانی اور تورانی امیر اور شاہزادے یلغار کرتے اور لڑتے تھے۔ راجپوت سردار اور والیانِ ملک ان کے ساتھ جاتے تھے سایہ کی طرح ساتھ رہتے تھے اور انعام اور منصب پاتے تھے۔

ایامِ شاہزادگی میں دکھن عالمگیر کا جولاں گاہ تھا اور اسی حصۂ ملک کا یہ صوبہ دار بھی تھا۔ بادشاہ ہونے کے بعد وہ دیگر اطراف کے جانب متوجہ ہوا۔ اور مرہٹوں نے تمام ملک میں غدر مچا دیا۔ دیہات اور قصبوں کو لوٹتے پھرتے تھے اور آگ لگا دیتے تھے۔ تجارت بند ہو گئی۔ راستے خطرناک ہو گئے۔ حاجیوں کے جہاز لوٹے اور تباہ کیے گئے۔ عالمگیر نے شاہزادہ معظم کو بھیجا۔ ایرانی تورانی امیر گئے۔ راجپوت راجہ مہاراجہ گئے فوری انتظام تو ہو گیا لیکن جڑ باقی رہی عالمگیر نے بنفسِ نفیس دکھن پر فوج کشی کی اور ۸۵ سال کی عمر میں عزم اور استقلال

کی اس زندہ تصویر نے دکن فتح کیا۔ کونکن اور بالا گھاٹ کے صوبۂ دشوار گذار قلعہ مرہٹوں سے فتح کرنے کے بعد بساط حکومت جمانے کا کام لڑکوں کے سپرد کر گیا۔ لیکن عالمگیر کے مرنے کے بعد لڑکوں نے دکن میں خانہ جنگی کا نقشہ جما دیا اور اس طرح نومفتوحہ ملک ہاتھوں سے کھو دیئے۔ جاں فیروز جنگ نے ریاست حیدرآباد پر قبضہ قائم رکھا اور اب دکن میں عالمگیر کی جانفشانیوں کی یادگار یہی ایک ریاست ہے۔

زمانۂ حال کے اکثر تعلیم یافتہ اُنیسویں صدی کی عینک سے انگریزی تواریخ کے مطالعہ کے بعد اعتراض کرتے ہیں کہ عالمگیر نے اسلامی ریاستوں کو تباہ کر کے مرہٹہ قوم کو طاقتور بنا دیا۔ لیکن میرے دوست اگر فارسی تواریخ کا مطالعہ فرمائیں تو اُن کو معلوم ہوگا کہ عالمگیر کے وقت میں صرف حیدرآباد اور بیجاپور کی برائے نام ریاستیں قائم تو تھیں لیکن مرہٹوں کے بالکل اثر میں تھیں۔ اگر عالمگیر ان کا قلع قمع نہ کرتا تو حیدرآباد کی ریاست بھی نہ ہوتی اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ دکن میں اسلام کی آج کیا حالت ہوتی۔

عالمگیر کی سلطنت کی وسعت یہی تھی جو آجکل برٹش کی ہے۔ البتہ صوبہ برما شامل نہ تھا لیکن آج کل نہ تو تبت شاملِ سلطنتِ ہند ہے اور نہ کابل۔ اور عالمگیر کے زمانہ میں یہ دونوں ملک بھی ہندوستان کے صوبے تھے۔

عالمگیر دکن کی چپہ چپہ زمین فتح کرنے کے بعد ۱۱۱۷ھ میں احمد نگر واپس آیا اور فرمایا "احمد نگر خاتمۂ السفر است" اور یہی ہوا

۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ کو جمعہ کے دن پہر دن چڑھے احمد نگر میں انتقال کیا۔ عمر اکیانوے سال ۱۳ یوم اور مدت سلطنت ۵۰ سال دو ماہ ۲۷ یوم۔ تاریخ وفات رَوح و ریحان وجنۃ النعیم حضرت زین الدین کی درگاہ کے احاطہ میں قصبہ خلد آباد ضلع اورنگ آباد میں دفن ہوئے۔

عالمگیر کے مزاج میں متانت اور سنجیدگی تھی۔ کبھی نامناسب لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ رحیم اور وسیع النظر تھا۔ خطا بخش اور جرم پوش تھا۔ انصاف کا دریائے اعظم، اہلِ کمال کا قدرداں، لوگوں سے اخلاق سے پیش آتا تھا۔ لہو و لعب سے محترز اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے والا تھا۔ اُسنے زبان قادر الکلام پائی تھی اُس کی تحریریں دیکھ کر لوگوں کو تعجب آتا ہے کہ جس طرح اورنگ زیب سلطنت زیرِ قدم رکھتا تھا اسی طرح کشورِ سخن زیرِ قلم۔ برجستہ اشعار کا حوالہ دیتا تھا اخیر عمر میں ان شعروں کو زیادہ پڑھا کرتا تھا۔

بہشتاد و نود چوں در رسیدی — بسا سختی کہ از دوراں کشیدی
وازاں جا چوں بصد منزل در آئی — بود مرگے بشکلِ زندگانی
پس آں بہتر کہ خود را شاد داری — دراں شادی خدا را یاد داری

بیماری کے زمانہ میں محمد اخلاص عنایت اللہ خاں نے لسان الغیب سے فال نکالی تو یہ اشعار نکلے :-

تا ز میخانہ ومے نام و نشاں خواہد بود — سرِ ما خاکِ رہِ پیرِ مغاں خواہد بود
بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود — سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود
بر سرِ تربتِ ما چوں گذری ہمت خواہ — کہ زیارت گہِ رندانِ جہاں خواہد بود

عنایت اللہ خاں بادشاہ کی زیست سے ناامید ہوگئے اور کتاب رکھ دی دوسرے دن حضرت عالمگیر نے رحلت فرمائی۔ دفن کے بعد ان دونوں نے قاضی سید حیدر سے فال کا حال بیان کرکے اشعار سنائے لیکن مصرع کسی طرح یاد نہ آیا۔ اسباب بندھ چکا تھا اس لئے دیوان میسر نہ آیا اور قصہ رفت گذشت ہوگیا۔ لیکن رات کو محمد اخلاص نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عالمگیر مزار سے سر نکالکر فرماتے ہیں محمد اخلاص سنو:

بر سر تربتِ ما چوں گذری ہمت خواہ — کہ زیارت گہِ رندانِ جہاں خواہد بود

کیا یہ شعر آج بھی صداقت کی زندہ تصویر نہیں ہے، اور کیا آج بھی سلطنتِ مغلیہ کا یہ زبردست بادشاہ خاکِ دکھن میں اپنی عظمت اور جبروت کا ڈنکا نہیں بجا رہا ہے؟

۳۔ شاہزادہ معظم بہادر شاہ

معظم شاہ۔ ۳۰ رجب ۱۰۵۳ھ ہجری کو نواب بائی صبیہ راجہ راجو والی کشمیر کے بطن سے پیدا ہوئے۔ نواب بائی کا خطاب بادشاہ بیگم تھا۔ بہادر شاہ حافظ کلام ربانی تھے۔ علم قرأت اور تجوید سے آگاہ۔ تلاوت اس طرح فرماتے تھے کہ سامعین کا دل بھر آتا تھا علم حدیث میں قدوۃ المحدثین کہلاتے تھے اور عربی زبان مثل اہل زبان کے بولتے تھے علم تفسیر اور حدیث کے مطالعہ کا بیحد شوق تھا۔ اور اپنے پدر بزرگوار کی اطاعت اور فرمانبرداری مثل غلام کے کرتے تھے لیکن اولوالعزمی سے خالی تھے اور مزاج میں بے پروائی اور سادگی زیادہ تھی،

صوبہ کابل۔ دکھن اور بنگال میں صوبہ دار رہے۔

حیدرآباد کی مہم پر تعینات ہوئے تو بدخواہوں نے ان کی جانب سے حضرت عالمگیر کے دل میں شکوک پیدا کر دیئے۔ نواب بیگم کی سفارش سے جعل خوروں کا منہ کالا ہوا لیکن دوسرے مرتبہ دار خالی نہ گیا اور شاہزادہ معظم نظربند کر دیئے گئے عالمگیر رہائی حاصل کرنے کے لیئے اُن کو دعائیں تبلاتا تھا کہ پڑھو۔ ایک گستاخ امیر نے عرض کیا کہ جب اس قدر گرویدگی ہے تو شاہزادہ کو رہا کیوں نہیں فرما دیتے دعا اور تعویذ کی کیا ضرورت ہے؟ عالمگیر نے جواب دیا کہ اس کی ضرورت یوں ہے کہ مقلب القلوب ان کی برکت سے میرا دل شاہزادہ کی طرف سے صاف کر دے اور شاہزادہ زندان تادیب سے رہائی پائے۔ اس زمانہ میں بھی شاہزادہ فرمانبرداری اور سعادتمندی کو اپنا شعار بنائے رہا۔

نواب بیگم کے انتقال کے بعد ۲ ذیقعدہ ۱۱۰۲ھ کو شاہزادہ کو آزاد فرمایا اور صوبہ پنجاب کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اور میر خاں کے انتقال کے بعد ۱۱۰۹ھ میں صوبہ داری کابل کے اہم فرائض ان کے سپرد کیئے گئے۔

ان دونوں موقعوں پر عالمگیر نے جو نصیحتیں شاہزادہ معظم کو کیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اُس وقت سے کابل میں صوبہ دار رہے اور اسی صوبہ میں عالمگیر کے انتقال کی خبر پا کر ۳ محرم ۱۱۱۹ھ کو نواح کابل میں تاج شاہی سر پر رکھ کر قطب الدین شاہ عالم بہادر شاہ بادشاہ غازی لقب اختیار کیا۔

منعم خاں انکے معتمد افسر تھے۔ ان کو خاں خاناں، عمدۃ الملک، صمصام الدولہ یار وفادار اور ظفر جنگ کے خطابات مرحمت ہو کر قلمدان وزارت سپرد ہوا۔

اور امیر الامرا۔ عمدۃ الملک اسد خاں وکیل مطلق ہوئے۔ شاہزادگان محمد اعظم شاہ اور کام بخش نے عالمگیر کی وصیتوں پر عمل نہ کیا بھائیوں میں لڑائی ہوئی اور دونوں مارے گئے۔ بہادر شاہ کو بھائیوں کے مارے جانے کا بہت صدمہ ہوا۔ ان کی اولاد کو آخر عمر تک اپنے کلیجہ سے لگائے رکھا۔ دیکھنے والے فرق نہ کر سکتے کہ کون بہادر شاہ کا لڑکا ہے اور کون بھتیجا۔ زمانہ کی تاریخ ایسی مثال سے خالی ہے

بہادر شاہ۔ اپنے بھائیوں سے فارغ نہ ہوا تھا کہ اجیت سنگھ پسر مہاراجہ جسونت سنگھ جودھ پور نے عالمگیر کے مرنے کی خبر سنی تو پہاڑوں سے نکل کر جودھ پور واپس آ گیا اور مسجدوں کا انہدام شروع کر دیا۔ اذانیں بند کرا دیں اور مسلمانوں پر مظالم شروع کر دئے۔ مہارانا اودے پور بھی اجیت سنگھ کے شریک حال ہو گئے لیکن اپنی ریاست میں مسجدیں وغیرہ شہید نہیں کرائیں۔

بہادر شاہ دکن سے واپس آکر راجپوتانہ کی جانب متوجہ ہوئے تو مہاراجہ نے حاضر ہو کر معافی چاہی۔ بہادر شاہ نے دونوں مہراجوں کا قصور معاف کر کے منصب واپس دے دئے۔

بادشاہ ابھی راجپوتانہ میں تھا کہ سکھوں کے بغاوت کی خبریں آنا شروع ہوئیں سکھوں میں گرو نانک جی کی مذہبی تعلیم اختلاط پر تھی۔ ان کے جانشین گرو گوبند جی نے معاملاتِ ملکی میں مداخلت شروع کر دی اس لیے شاہی لشکر سے مقابلہ ہوا۔ گورو گوبند شکست اٹھا کر افغانی دوستوں کی مدد سے بہ تبدیل لباس چھاؤنی سرہند سے بچتے ہوئے اپنے وطن واپس آئے اور فقیرانہ زندگی بسر کرنے کے بعد قضا کر گئے۔ انھیں کے حکم کی تعمیل میں ان کے

معتقدین نے سر اور ڈاڑھی کے بال کٹوانا اور مونڈوانا چھوڑ دیا۔ اور سیاہ لباس پہننے لگے اور آج بھی اُس کی تعمیل ہوتی ہے۔

بہادر شاہ کے وقت میں گوبند جی اپنے گرو کے جانشین ہوئے۔ ان کا انتقامی جوش بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا گورو گوبند نے بیکس اور ضعیف مسلمان مرد اور عورتوں پر دل ہلا دینے والے مظالم کیئے۔ حاملہ مسلمان عورتوں کو کھڑے کھڑے قتل کرا دیا۔ بہادر شاہ نے فوج کشی کی اور گرو گوبند پہاڑوں میں جا چھپے اور عہد فرخ سیر میں عبد الصمد خاں صوبہ دار کشمیر کے ذریعہ سے گرفتار ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ شمالی ہندوستان میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ لیکن دکھن میں سناٹا تھا۔ اور اس لئے تھا کہ مرہٹہ قوت عالمگیر کے ہاتھوں تباہ ہو چکی تھی اور جان باقی نہ تھی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ذرّے موجود تھے اور اُن میں بالیدگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد مرہٹوں نے سر اُٹھایا اور اگر احمد شاہ دُرانی نے پانی پت کے میدان میں اس بڑھتے ہوئے طوفان کو نہ روکا ہوتا تو آج ہندوستان کی تاریخ مختلف ہوتی۔

سکھوں کی بغاوت کے بعد بہادر شاہ کی سلطنت میں امن و امان قائم ہو گیا۔ نہ تو کبھی فوج کشی کی نوبت آئی اور نہ کوئی ملک ہی فتح ہوا۔

بہادر شاہ میں وہ تمام باتیں موجود پائی گئیں جو حضرت عالمگیر نے ان کو سامنے بٹھلا کر ایک موقع پر بتلا دی تھیں اور جن کا ذکر اس کتاب میں اپنے موقع پر آچکا ہے

حکومت کمزور تھی لیکن پھر بھی ان کا عہد غنیمت تھا اور یوں کہنا چاہیئے کہ

انھوں نے سلطنت کی شان اور آن بان کو قائم رکھا۔ سخاوت، عیب پوشی، خطا بخشی میں یگانۂ روزگار لیکن امورِ سلطنت سے بے پروا تھے راتوں کو جاگتے تھے اور دن چڑھے سو کر اٹھتے تھے۔

بہادر شاہ کی شادی ۲ سنہ جلوس عالمگیری میں صبیہ روپ سنگھ راٹھور کے ساتھ ہوئی اور اس بیگم کے بطن سے شاہزادہ محمد عظیم پیدا ہوئے۔

اس فقیر دوست بادشاہ نے ۷۳ سال کی عمر میں ۲۱ محرم سنہ ۱۱۲۴ ہجری یوم دوشنبہ کو انتقال کیا۔ اور قدوۃ الاصفیا حضرت محبوب سبحانی نظام الدین اولیا کے احاطہ میں بمقام دہلی دفن ہوئے۔ مدت سلطنت ۵ سال دو ماہ۔

۴ - داراشکوہ

یہ شاہجہاں کے بڑے لڑکے تھے۔ ۲۹ صفر سنہ ۱۰۲۴ھ کو پیدا ہوئے اور سنہ ۱۰۴۳ھ میں نادرہ بانو بیگم صبیہ شاہزادہ پرویز سے نکاح ہوا سلیمان شکوہ اور سپہر شکوہ انہی بیگم کے بطن سے تھے۔ عربی و فارسی زبان پر مثل اہل زبان کے عبور تھا۔ سنسکرت کی تعلیم بنارس میں بہترین پنڈتوں سے حاصل کی تھی۔ ان کے قیام کے لیئے بنارس میں عمارت بنوادی گئی تھی۔ جو آج بھی موجود ہے۔ اور پرانی عدالت کے نام سے مشہور ہے۔ شاہزادہ داراشکوہ کو علمی ذوق تھا صاحب تصنیف بھی تھے۔ سفینۃ الاولیا، مجمع البحرین، سر اسرار حق نما وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ داراشکوہ صوفی مزاج تھے اور ہر فرقہ کے فقیروں سے علی العموم مگر حیدر ناشاہ محب اللہ الہ آبادی سے خصوصیت

کے ساتھ عقیدت تھی۔ شاہزادہ کا عقیدہ تھا ہمہ اوست۔ اس لئے علمائے شریعت اُن کے مذہبی عقائد سے بدظن تھے۔ نہایت فیاض اور سیر چشم تھا۔ لیکن مغلوب الغضب اور کینہ پرور۔ متانت اور سنجیدگی سے کوسوں دور۔ بڑے سے بڑے امیروں کو معمولی بات پر ذلیل کر دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ شاہجہاں کے زمانۂ علالت میں امور سلطنت شاہزادہ دارا شکوہ انجام دینے لگا۔ اسی وجہ سے قضیے شروع ہو گئے۔ اُس وقت شاہزادہ اورنگ زیب حیدرآباد کی مہم میں ہمہ تن مصروف تھا شاہزادہ دارا شکوہ نے مدد بند کر دی۔ اورنگ زیب حیدرآباد کی مہم کو ختم کر کے ہندوستان روانہ ہو گیا۔

شاہزادہ دارا شکوہ نے مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور کو ہفت ہزاری منصب عطا فرما کر اور انعام اکرام سے مالا مال کر کے مالوہ کی صوبہ داری مرحمت فرمائی اور اُس فوج کا اعلیٰ افسر مقرر کیا جو شاہزادہ اورنگ زیب کے بڑھتے ہوئے طوفان کو روکنے کے لیئے مامور ہوئی تھی۔

مہاراجہ نے نواحِ اجین میں مورچہ جمایا۔ اور باوجود اورنگ زیب کی منت وسماجت کے راستہ نہ دیا۔ اورنگ زیب نے مقابلہ کیا اور مہاراجہ شکست کھا کر جودھپور چلدئے اس کے بعد اورنگ زیب نواح آگرہ میں دریائے چنبل عبور کر کے سموگڈھ پہونچے اور حضرت خلافت پناہی کو ایک مفصل عریضہ لکھا جو دربار میں پڑھا گیا۔ امرائے سلطنت نے مشورہ دیا کہ بادشاہ سلامت سموگڈھ چلکر دونوں فوجوں کے درمیان میں اپنا خیمہ نصب فرمائیں تو سب

معاملات طے ہو جائیں گے۔ لیکن شاہزادہ دارا شکوہ نے سختی کے ساتھ اس تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا" من عنقریب ایں کوتاہ پائجاہا را دشرعی پائجامہ والے)" در جلیب ستر سال دراو بیکانیر اور خاندانی خطاب راجگی عالمگیر نے عطا فرمایا) خواہم دداتید۔

تیر کمان سے نکل چکا تھا مسلمان امیر سناٹے میں آگئے اس لیے کہ دارا شکوہ کا ایسا کر ڈالنا معمولی بات تھی۔ تم ہی انصاف کرو ایسی صورت میں مسلمان امیر کیا خاک لڑے ہونگے۔

بادشاہ سلامت بے بس تھے۔ کچھ نہ کر سکے اور سموگڑھ میں دونوں بھائیوں کا مقابلہ رمضان ۱۰۶۷ھ میں ہوا۔ دارا شکوہ کو شکست ہوئی یہی متفقہ قوت اگر دکھن میں کار فرمائی کرتی تو یہ ملک برسوں پہلے آسانی کے ساتھ فتح ہوگیا ہوتا۔ میدانِ جنگ سے بھاگ کر شاہزادہ دارا شکوہ نے راجپوتانہ کا رخ کیا۔ لیکن وہاں کی زمین اور آسمان دشمن ہو رہے تھے مجبوراً گجرات چلے یہاں کے صوبہ دار نے فوج فراہم کرنے میں مدد دی ابھی انتظام مکمل نہ ہوا تھا کہ مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور کے قاصد نے پہونچکر خبر دی کہ تمام راجپوت والیانِ ملک چشم براہ ہیں شاہزادہ مع اپنی فوج کے روانہ ہوگیا۔ لیکن نواح اجمیر میں پہونچکر خبر ملی کہ مہاراجہ جسونت سنگھ دوسرے مرتبہ عفوِ تقصیر کے سلسلہ میں بارگاہ عالمگیری کو جا رہے ہیں۔ شاہزادہ دارا شکوہ نے راجپوت والیانِ ملک کے ساتھ بہت کچھ احسانات کیے تھے اس لیے یہ سنکر اس کو حیرت ہوئی اور شاہزادہ سپہر شکوہ کو پیام دیکر روانہ کیا۔ لیکن مہاراجہ

نے کچھ پروانہ کی اور روانہ ہو گئے۔ کسی دوسرے والیِ ملک نے بھی مدد نہ دی۔ اپنی فوج پر بھروسا کر کے شاہزادہ دارا شکوہ نے نواح اجمیر میں پھر تقدیر آزمائی کی اور ناکامیاب رہے۔ اس مرتبہ جان بچانا مشکل تھا۔ مرزا راجہ جے سنگھ اور مہاراجہ جسونت سنگھ نے راجگان سروہی، پالن پور وغیرہ کو راستہ روکنے اور گرفتار کر لینے کے احکام جاری کر دئے تھے۔ اور ہر راجہ کو اس کی آرزو تھی کہ اگر دارا شکوہ ملجاتا تو تقدیر کھل جاتی۔ شاہزادہ دارا شکوہ جان بچاتے ہوئے کچھ پہونچے۔ وہاں کے راجہ نے خاندان تیموریہ کے ساتھ قرابت قائم کرنے کی تمنا میں اپنی لڑکی کا عقد سپہر شکوہ سے کر دیا۔ (ملاحظہ ہو ہسٹری مرتبہ پروفیسر سرکار)

یہاں سے شاہزادہ نے سرحد کے جانب رخ کیا لیکن راجپوتانہ کے قریب اس لٹے ہوئے قافلہ کو جاٹوں نے لوٹ لیا۔ اُن کا یہ کارنامہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کیونکہ اس قوم کے ساتھ بھی شاہزادہ نے احسانات کیے تھے۔ شکاریوں سے بچتا ہوا اور بیمار بیگم کو لیئے ہوئے ملک دادرہ میں پہونچا جو درہ بولن سے ۹ میل ہے۔ دارا شکوہ نے یہاں کے خان ملک جیون کی جان بخشی کرائی تھی۔ اس لئے وفا کی امید تھی۔ لیکن ؎

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

اسی جگہ نادرہ بیگم (شاہزادہ کی عزیز بیگم) نے رمضان ۱۰۶۹ھ میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ بیگم حضرت میاں میر قدس سرہ العزیز کی عقیدتمند تھیں اس لیئے ان کی نعش دفن کے لیئے لاہور بھیجی گئی اور جو کچھ جماعت تھی وہ نعش

کے ہمراہ روانہ ہو گئی۔

شاہزادہ داراشکوہ تنہا رہ گئے اس وقت ملک جیون نے کمینہ پن کا ثبوت دیکر شاہزادہ کو دربار میں حاضر کر دیا۔ اور صلہ میں ہزاری منصب سے سرفراز ہو کر بختیار خاں کے خطاب سے مفتخر کئے گئے۔ اس نمک حرامی اور دغا بازی کا صلہ جیسا سمجھے تھے ویسا نہ ملا۔

حضرت داراشکوہ کا آخری نتیجہ وہی ہوا جو اس زمانہ میں دعویداران سلطنت کا ہوا کرتا تھا۔

۵۔ شاہزادہ محمد اعظم

یہ حضرت عالمگیر کا بیٹا تھا۔ دلرس بانو بیگم صبیہ شاہ نواز خاں کے بطن سے ۲۵ر شعبان ۱۰۶۳ھ کو پیدا ہوا۔

مزاج میں شورش زیادہ تھی اور اپنے مقابلہ میں کسی کو خیال میں نہیں لاتا تھا۔ ۱۷ر صفر ۱۰۷۹ھ کو زیب بانو بیگم صبیہ شاہزادہ داراشکوہ سے اس کا عقد ہوا۔

اس شاہزادہ نے سلطنت کے ہر گوشہ میں عالمگیری ڈنکہ بجایا۔ ملک دکھن میں بادشاہ کے زیر نگرانی قلعوں پر قلعے فتح کئے۔ اور مورد تحسین و آفرین ہوا۔ بلند ہمت اور سیر چشم تھا لیکن اس کی مزاجی کیفیت کی وجہ سے عالمگیر اس سے زیادہ کسی دوسرے شاہزادہ کو پند و نصائح نہیں کرتا تھا۔

ہر موقعہ پر رقعے لکھکر اس کو نشیب و فراز سمجھاتا رہتا تھا۔ حالانکہ اس کی طبیعت سے خوب واقف تھا۔

"تربیت نااہل راچوں گردگاں بر گنبد است"

شاہزادۂ اعظم نے نہایت سرکش صوبوں میں صوبہ داری کی اور بایدوشاید طریقہ سے خدمات انجام دئے۔ جب عالمگیر کا آخری وقت قریب ہوا تو ضروری وصیتوں کے بعد شاہزادہ کو حکم دیا کہ اپنے صوبہ میں واپس جائیں یہ مشکل سے ۲۵ کوس پہونچے ہونگے کہ حضرت عالمگیر کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی اسی وقت احمد نگر واپس آکر بموجب وصیت تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے۔

چونکہ دماغ میں سلطنت و حکومت کا دریا موجزن تھا اس لیئے ۱۸ ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ کو بمقام برہان پور (باغ شالامار) تاج شاہی سر پر رکھکر سکّہ کو اس شعر سے زینت بخشی ؎

سکہ زد در جہاں بدولت وجاہ　　بادشاہِ ممالک اعظم شاہ

اگر اعظم شاہ نے عالمگیر کی وصیتوں پر عمل کیا ہوتا تو لڑائی کی نوبت ہی نہ آتی اور سلطنت مغلیہ یوں تباہ و برباد نہ ہوتی۔ مگر منظورِ خدا یہی تھا اور وہی ہو کر رہا۔ بہادر شاہ نے لڑائی کو ٹالا۔ لیکن شاہزادہ محمد اعظم نے ایک نہ سنی اور کثیر فوج کے ساتھ بھائی کے مقابلہ کے لیئے روانہ ہو گئے۔ دونوں

نوجین جاجیئو نواحِ آگرہ میں مقابل ہوئیں۔ اعظم شاہ معہ شاہزادگان (بیدار بخت اور والا جاہ) مارے گئے اور فوج بھاگ گئی۔ نعش مقبرۂ ہمایوں میں ۷ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو سپردِ خاک ہوئی۔ شاہزادہ اعظم کے دو لڑکے زندہ رہے اور ان دونوں نے بہادر شاہ کے ظلِ عاطفت میں پرورش پائی۔

۶۔ شاہزادہ کام بخش

عالمگیر کا سب سے چھوٹا اور چہیتا لڑکا تھا۔ ۱۰ رمضان ۱۰۷۶ھ کو اُدے پوری بیگم کے بطن سے دکھن میں پیدا ہوا۔ حافظِ کلامِ ربانی تھا۔ کتب متداولہ میں اور بھائیوں سے زیادہ قابل اور ترکی زبان میں کافی مہارت رکھتا تھا۔ نہایت بہادر اور غیور تھا۔ لیکن ناعاقبت اندیش۔ مہم جنجی پر تعینات ہوا تو راجہ رام مرہٹہ سے سازباز کر لی۔

راؤ دلیپ سنگھ بوندیلہ اور نواب ذوالفقار خاں نے نقل و حرکت کی بندش کر کے زیرِ حراست شاہی کیمپ کو واپس کیا۔ کچھ عرصہ تک معتوب رہنے کے بعد منصب وغیرہ بحال ہو گیا اور پھر خدمات انجام دینے لگے۔

لہ دھولپور اور اکبر آباد کے درمیان ریلوے اسٹیشن ہے۔ سرائے جاجئو ایک موضع ہے اب بھی سنگ خام کی اعلیٰ درجہ کی عمارتیں موجود ہیں۔ اور ایک نفیس مسجد بھی باقی ہے اس کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ معمار ابھی گئے ہیں۔ اس کے متصل سرِ راہ (جو آگرہ سے گوالیار کو جاتی ہے) ایک پختہ ڈاک بنگلہ بنا ہوا ہے۔

وفات کے کچھ دنوں پہلے عالمگیر نے صوبجات حیدرآباد اور بیجاپور ان کو مرحمت فرما کر حکم دیا تھا کہ شاہی خیمہ کے سامنے سے نقارہ بجواتے ہوئے اپنے صوبہ کو جائیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ ملک ان کو بشرط اطاعت بادشاہ وقت و ادائے خراج مرحمت ہوا ہے ۔ انھوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔

ان کے اور شاہزادہ اعظم کے لئے عالمگیر نے جو کچھ انتظامات مدتوں پہلے تجویز کر رکھے تھے اس سے شاہزادہ معظم کو عملی جامہ پہنانے کے قبل ہی عالمگیر آگاہ کر چکے تھے اور شاہزادہ نے بھی اس پر اپنی رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ لیکن عالمگیر کی وفات کے بعد ہی انھوں نے بہادر شاہ کو شہنشاہ تسلیم نہیں کیا اور اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔

بہادر شاہ نے فوج کشی کی اور نواحِ حیدرآباد میں لڑائی کا نقشہ جم گیا تم ہی انصاف کرو کہ نو مفتوحہ ملک میں ابھی پورا تسلط و اقتدار نہیں ہوا تھا اور ضرورت تھی کہ متفقہ کوشش سے کار فرمائی کی جاتی تو قبضہ مضبوط و مستحکم ہو جاتا لیکن یہ کچھ تو نہ ہو سکا مگر عالمگیر کے مرتے ہی خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں مرہٹوں نے ایک فریق کا ساتھ دیا۔ کام بخش کو شکست ہوئی اور زخمی ہو کر بیکسی کی حالت میں بہادر شاہ کے سامنے پیش ہوئے۔

بہادر شاہ کو اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے ساتھ جو محبت تھی اس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ کے صفحات خالی ہیں۔ چنانچہ جب کام بخش بہادر شاہ کے سامنے لائے گئے تو بہادر شاہ نے ان کا سر زانو پر رکھ کر ٹانکے دلوائے

زخم صاف کئے آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور بھرائی ہوئی آواز سے کہا افسوس میں یہ حالت دیکھنے کے لیے زندہ رہا۔

ناعاقبت اندیش شاہزادہ نے جھلا کر اپنے بھائی کو جواب دیا کہ اور کس بات میں دیکھنا چاہتے تھے۔ مجھے تخت چاہیئے یا تختہ فوراً ہی غصّہ کی وجہ سے خون میں جوش پیدا ہوا اور ٹانکے کھل گئے۔ اس طرح سے شاہزادہ کام بخش نے بھائی کے زانو پر داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

اگر اعظم شاہ اور کام بخش جادۂ اعتدال سے قدم باہر نہ نکالتے تو تیموری خاندان کی جو دھاک دکھن میں بندھ چکی تھی اُس کا صدیوں تک اُٹھانا کوئی آسان اور معمولی کام نہ تھا۔ لیکن

"از ماست کہ بر ماست"

۷۔ معزالدین جہاندار شاہ

بہادر شاہ کا لڑکا تھا۔ نظام بائی کے بطن سے ۱۰ ار رمضان المبارک ۱۰۷۳ھ بروز چہار شنبہ پیدا ہوا، آنکھ کھلی تو مدبر اور جری امیروں کی گود میں جہانبانی اور جہانرانی کی تعلیم جیسی چاہیئے تھی وہ عالمگیر نے دی۔

عالمگیر کے زمانہ میں حالت درست رہی۔ مگر بہادر شاہ کے زمانہ میں ان کے جوہر کھلے۔ جب تک بہادر شاہ زندہ رہے کسی طرح سے آگ دبی رہی لیکن ان کے مرنے کے بعد ہی بھائیوں میں لڑائیاں شروع ہوگئیں۔ اور معزالدین نے سب بھائیوں پر غالب آکر ۵۲ سال کی عمر میں تختِ شاہی پر

قدم رکھا۔
چونکہ ذوالفقار خاں نصرتِ جنگ کی مدد سے تخت نصیب ہوا تھا اس
لئے اُن کا طوطی خوب بولا۔ امیر الامرا ہوئے منصب میں اضافہ ہوا کاروبار
سلطنت ان کے مشورہ سے انجام پائے۔ عالمگیری امیر کنارہ کش ہوگئے
اور نظام الملک گوشہ نشینی سے باہر نہ نکلے۔
جہاندار شاہ کے زمانہ میں فسق و فجور کی بنیاد پڑی۔ بھانڈوں اور قوالوں
کا دور دورہ ہوا قریب تھا کہ قاضی قرابہ کش اور مفتی مینوش ہوں لیکن ؎
جب نئی فِل اپنا شیوہ خفتہ قسمت لے گیا اور ہی سامانِ بیداری مشیت نے کیا
شاہزادہ فرخ سیر عظیم الشان (بہادر شاہ کا لڑکا) نے جو صوبۂ بہار کا صوبہ
دار تھا حملہ کر دیا۔ سموگڑھ کے میدان میں لڑائی ہوئی۔ جہاندار شاہ کو شکست
ہوئی اور قتل کیا گیا۔ سلطنتِ مغلیہ میں جہاندار شاہ سے پہلے کوئی بادشاہ
فاسق اور کینہ پرور نہ تھا ؎

پیری میں نہ کس طرح کروں سیر جہاں کی
دن ڈھلتے ہی ہوتا ہے تماشہ گذری کا

جہاں دار شاہ بڑھاپے میں لال کنور کسبی پر فریفتہ ہو کر ہر قسم کے افعال
قبیحہ کا مرتکب ہوا۔ کسبی کے بھائی خوشحال کو پنجہزاری منصب اور صوبہ داری
اکبرآباد سے مفتخر فرمایا۔ جب خوشحال منصب اور صوبہ داری سے سرفراز
ہونے کے بعد خوشحال خاں ہو گئے تو امیر الامرا ذوالفقار خاں نے جرأت سے
کام لیکر دربار میں عرض کیا کہ اب خانہ زادوں کو طنبوری و مرحمت ہونا چاہیئے۔

جب خوشحال صوبہ داری کریں گے تو بڑا نے امیر اور خانہ زاد تیموری نہ بنجائیں گے تو اور کیا کام کریں گے؟

دیکھیے کہاں وہ دبدبہ اور سطوت تھی اور کہاں یہ نوبت پہونچی اور صرف پانچ سال کے عرصہ میں ملک میں نہ کوئی انتظام باقی رہا نہ رعیت پروری نہ تنظیم رہی اور نہ علم و ہنر کی قدردانی۔ دکن کا انتظام تو منزلوں دور، خاص دارالسلطنت اور ملحقہ علاقوں میں کیا کچھ نہ ہوتا رہا۔ لیکن کسی کے کان پر جوں نہ رینگی۔ کہاں کی واقعہ نگاری اور کیسی پرچہ نویسی۔ سلطنت عیش و عشرت کے لیے تھی یا دردسری کے لیے۔ جو کچھ عالمگیر نے برسوں پہلے رقعوں میں لکھا تھا اس کا ایک ایک حرف صحیح نکلا۔ ظاہر ہے کہ جب اولاد ایسی ہو تو عالمگیر نیک نام کیسے رہ سکتا تھا۔ سچ ہے یہ قصور عالمگیر ہی کا ہے کیوں اس نے ایسی وسیع سلطنت قائم کی۔ اگر تھوڑا ملک ہوتا تو اولاد دیکھ بھال لیتی۔ کہاں کشمیر کہاں داکن کھیڑہ کجا کابل اور کجا بنگالہ۔ بھلا اس کا انتظام کس کے بس کا تھا۔ اس لیے اولاد نے جلد سے جلد گلو خلاصی کر کے جس کا ملک تھا اسی کے حوالہ کر دیا خود وبال سے بچے اور حضرت عالمگیر کو عقبیٰ کے بازپرس سے بچایا۔ یہ کچھ تھوڑا احسان ہے!

۸۔ خان فیروز جنگ

شہاب الدین نام تھا۔ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے تھے۔ ان کے والد خواجہ محمد عابد عہد شاہجہانی میں ہندوستان

آئے۔ عالمگیری عہد میں چار ہزاری منصب اور خان قلیچ خاں کے خطاب سے سرفراز ہو کر صدر الصدور ہو گئے۔ گولکنڈہ کے محاصرہ میں موجود تھے۔ اور گولہ سے زخمی ہو کر ۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۷ھ کو گولکنڈہ ہی میں انتقال کیا۔ ان کی قبر چین قلیچ خاں کے مقبرہ کے نام سے نواحِ گولکنڈہ میں اب بھی موجود ہے۔ ان کے لڑکے شہاب الدین خاں عہدِ عالمگیری میں توران سے آئے اور سہ صدی منصب سے مفتخر کیے گئے۔ جس زمانہ میں کہ شاہی فوجیں راجپوتانہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھیں اور شاہزادہ اکبر کی نقل و حرکت کا شاہی لشکر میں کچھ پتہ نہ تھا، عالمگیر نے ان کو مامور کیا۔ اجنبی ملک اور غیر مانوس زبان کبھی کاہیکو ہندوستان آئے تھے اور یہاں کی زبان سے کیا واقفیت تھی؟ لیکن ہوشیار شہاب الدین گئے اور چودھویں دن واپس آئے۔ لشکر میں پروانگی کے بعد داخل ہو کر عالمگیر سے حالات عرض کیے اور بادشاہ نے خوش ہو کر فرمایا ؎

چوں لعل ہر کہ خونِ جگر خورد و صبر کرد
زیبِ کلاہِ افسرِ اقبال میشود

درگا داس راٹھور اور دیگر شورش کنندگان کی گوشمالی ان کے سپرد ہوئی۔ اس خدمت کو بھی خوب انجام دیا۔ اور صلہ میں داروغگی عرض مکرر کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ دکھن کی مہم میں اپنے جانبازانہ حملوں سے غنیم کا منہ پھیر دیا اور عالمگیر نے صلہ میں شہاب الدین سے غازی الدین خان بنا دیا راہیڑی کے مشہور قلعہ کے سامنے مرہٹوں سے لڑے اور آخر میں عالمگیری

اقبال غالب ۔۱۔ اس خدمت کے صلہ میں خطاب فیروز جنگ اور نقارہ مرحمت ہوا۔

شاہزادہ محمد اعظم بیجا پور کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ لشکر میں قحط پڑ گیا کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ رسد لیکر جائے۔ مگر فیروز جنگ نے بیڑا اٹھایا اور جان پر کھیل کر رسد پہنچائی۔ قلعہ بیجا پور فتح ہو گیا اور بادشاہ نے فیروز جنگ کو "فرزند ارجمند بے ریو درنگ" کے خطاب سے سرفراز فرمایا دیکھئے عالمگیر کس محبت کے ساتھ فیروز جنگ کی اس خدمت کا اعتراف کرتا ہے۔

"بدستیاری فرزند بے ریو درنگ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ مفتوح شد"
حیدرآباد کے محاصرہ میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں اور فتح حیدرآباد کے بعد منصب ہفت ہزاری و ہفت ہزار سوار مرحمت ہوا۔

دکھن میں طاعون کا مرض نمودار ہوا۔ جس کا اثر کان، زبان اور آنکھ پر پڑتا تھا۔ فیروز جنگ اس مرض میں مبتلا ہو کر آنکھوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ یہ سب کچھ ہوا مگر خدمات اسی تندہی اور جاں نثاری کے ساتھ انجام دیتے رہے جو ان کا شعار تھا۔ سنتا گھوڑ پڑہ مرہٹہ جرنل کا سر ان کے ذریعہ سے دربار میں پیش ہوا۔ ایسی سزائیں تو ممالک مفتوحہ میں آج بھی کمیاب نہیں ہیں؟

فیروز جنگ کی جاگیر شاہزادہ بیدار بخت کے صوبہ میں تھی۔ عالمگیر نے ایک مرتبہ فیروز جنگ کی فوج کا جائزہ لیا اور منظوری سے زیادہ سامان پا کر ضبط کر کے شاہزادہ کو عتاب نامہ بھیجا۔ اس واقعہ کا ذکر ایک رقعہ میں موجود ہے۔ پرچہ نویسوں نے خبر دی کہ خان فیروز جنگ اپنے آپ کو سپہ سالار لکھتے

ہیں۔ بیچارے کی بُری طرح خبر لی گئی۔ لیکن حسنِ طلب سمجھکر بادشاہ نے ان کی آرزو پوری کردی۔

عالمگیر کے آخر زمانہ میں فیروز جنگ برار کے صوبہ دار تھے اور انتقال کے دن ایلچپور میں تھے۔ عالمگیر کے انتقال کے بعد شاہزادہ محمد اعظم نے تاج شاہی سر پر رکھ لیا اور بادشاہ کے مقابلہ کا انتظام کرنے لگے فیروز جنگ نے بادشاہ کی وصیتوں کو یاد دلا کر ان کو باز رکھنا چاہا۔ شاہزادہ نے سخت جملے استعمال کئے۔ جس کی وجہ سے تمام تورانی امیر بگڑ گئے۔ اور اس مہم میں شریک نہیں ہوئے۔ آخر میں اعظم شاہ کو روز بد دیکھنا پڑا اور جان بھی گئی۔

بہادر شاہ نے اپنے عہد میں فیروز جنگ کو صوبہ دار گجرات مقرر کردیا۔ اس فتح نصیب امیر نے ۱۱۲۲ھ میں بمقام احمد آباد داعیِ اجل کو لبیک کہا اور نعش انھیں کے بنوائے ہوئے مقبرہ (اجمیری دروازہ کے قریب) دہلی میں سپردِ خاک ہوئی۔

شیخ شہاب الدین کا اخلاق، خلقِ محمدی کا نمونہ تھا۔ باوقار اور فتح نصیب تھے۔ جہاں گئے فتح ہاتھ باندھے ہوئے موجود۔ نابینائی کی حالت میں بھی فوج کی سرداری کرکے ملک اور قلعے فتح کئے۔ خطاب اور انعام سے سرفراز ہوئے ایسی مثال آجکل معدوم ہے۔ خان فیروز جنگ کی وفاشعاری کا سکہ عالمگیر کے دل پر ایسا بیٹھا ہوا تھا کہ ایک موقعہ پر جب حاسدوں نے پیچ مارا تو عالمگیر نے فوراً ہی جواب دیا "حاشا کہ برخان فیروز جنگ کہ از کجا تا بکجا باین حال رسید

گمان کفران نعمت کہ کفر است کردہ شود۔" انھیں خاں فیروز جنگ کی یادگار آصف جاہ نظام الملک امیر الامرا میر عثمان علی خاں اس گئے گذرے زمانہ میں اردو زبان کی ٹوٹی پھوٹی کشتی کی ناخدائی فرما رہے ہیں ؎

اے در بقائے عمر تو نفع جہانیاں
باقی مباد ہر کہ نخواہد بقائے تو

خاں فیروز جنگ کی شادی نواب عمدۃ الملک سعد اللہ خاں (مدار المہام شاہجہانی) کی لڑکی سے ہوئی تھی جس کے بطن سے میر قمر الدین خاں نظام الملک آصف جاہ اول پیدا ہوئے۔

۹۔ میر قمر الدین قلیچ خاں

یہ نواب فیروز جنگ کے بیٹے تھے اور ۱۰۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ وفاشعاری اور بہادری ان کی آبائی میراث تھی۔ جوان ہو کر خدمات بجا لائے۔ دکن میں عمدہ عمدہ خدمات انجام دیں۔ اور عالمگیر کے دست راست بنے رہے۔ منصب میں ترقی ہوتی گئی اور بالآخر پنجہزاری منصب سے مفتخر ہو کر ۱۱۱۷ھ میں انگوٹھی مرحمت ہوئی۔ جس پر ان کا خطاب قلیچ خاں کندہ کرا دیا گیا تھا۔

جب قافلہ سالار رحلت کر گیا اور بہادر شاہ کا زمانہ آیا تو ان کو خان دوراں خاں کا خطاب مرحمت ہو کر صوبۂ اودھ کی حکومت سپرد ہوئی۔ جہاندار شاہ کے عہد میں خانہ نشین ہو گئے۔ جب فرخ سیر سریر آرائے سلطنت ہوا تو ان کو ہفت ہزاری منصب دیکر صوبہ داری دکن مرحمت فرمائی۔ اور نظام الملک

فتح جنگ کے خطاب سے مفتخر کیا۔ امیر الامرا میر حسن علی خاں سے تعلقات میں برابر کشیدگی رہی۔ جب محمد شاہ کا دور آیا تو بادشاہ گردں کا دور دورہ ختم ہوا اور نظام الملک فتح جنگ خان دوراخاں وزارت عظمیٰ کے عہدہ جلیلہ پر فائز کئے گیے اور خدمات کے معاوضہ میں صوبہ گجرات اور مالوہ شامل صوبہ داری دکھن ہو کر ان کو مرحمت ہوئے۔

چونکہ محمد شاہ کے دربار کا رنگ بے رنگ ہو رہا تھا اس لئے ان کی اصلاح کی کوشش بیکار ہوئی۔ یہ عالمگیری نقشہ جمانا چاہتے تھے اور وہاں الٹی بساط تھی۔ تنگ آکر دکھن چلے گئے۔ غیر حاضری کے زمانہ میں ان کی مخالفت دربار میں ترقی کرتی گئی اور فوج کشی کر کے حاسد اور خود غرض درباریوں نے ان کو دکھن میں ختم کر دینا چاہا۔ وہ زمانہ بھی نظام الملک کے لیئے بہت ہی پُر آشوب تھا۔ ایک طرف تو مرہٹوں سے لڑائی ٹھنی ہوئی تھی اور دوسری جانب سے یہ غیبی گولہ۔ لیکن خدا کو دکھن میں اسلام کا نام رکھنا منظور تھا اس لیئے بوڑھے نظام الملک نے تمام دشمنوں پر فتح پائی اور خود غرض درباری شکست کھا کر دہلی بھاگ گئے اگر یہ نہ ہوا ہوتا تو یہ شعر ؎

بر سر تربت ما چوں گذری ہمت خواہ   کہ زیارت گہ رندانِ جہاں خواہد بود

آج کس طرح اورنگ زیب کے مزار پر صادق آسکتا تھا۔

سلطنتِ مغلیہ کا ستارہ ڈوب رہا تھا اور محمد شاہ عجیب شش و پنج میں تھے نظام الملک کی یاد پھر آئی اور فرمان کے ساتھ خطاب آصف جاہ کے مرحمت ہونے کی مبارکباد بھیجکر جلد دہلی پہونچنے کی تاکید کی۔ اب دربار اور

سلطنت بالکل نزع کے عالم میں تھے۔ نہ عالمگیری دبدبہ تھا اور نہ صاحبقرانی شوکت وسطوت۔

نظام الملک دہلی پہونچے تو فضل علی خاں نے یہ قطعہ پیش کیا ؎

صد شکر کہ ذات دین پناہی آمد — رونق دہ ملک بادشاہی آمد

تاریخ رسیدنش بگوشم ہاتف — گفت آیت رحمت الٰہی آمد

دہلی پہونچکر حکم ملا کہ مرہٹوں کے اٹھتے ہوئے طوفان کو روکا جائے۔ نظام الملک دھلی سے آگرہ ہوتے ہوئے قنوج اور مکن پور پہونچے اور دریائے جمنا کو کالپی کے نیچے عبور کیا اور بھوپال کے نواح میں پہونچکر مرہٹوں کو شکست دی۔ اُسی وقت نادر شاہ کی آمد آمد کا غلغلہ اٹھا۔ نظام الملک اس خبر کو سنکر فوراً دہلی لوٹ پڑے اور نادر شاہ کے ہاتھوں سے دھلی کا برباد ہونا اپنی آنکھوں سے دیکھ کر دکھن واپس ہوئے ترچنا پلی و کرناٹک کے ملک فتح کرکے اپنے معتمد قاضی نواب انوار الدین خاں گوپا موی کے سپرد کئے اس سے پوری فراغت بھی حاصل نہیں ہوئی تھی کہ احمد شاہ درانی کی آمد آمد کی خبریں پاکر لشکر آراستہ کرنے لگے۔ برہان پور میں فوج کا اجتماع ہوا موت نے حملہ کردیا اور نظام الملک مغلوب ہوکر ۴ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ کو بمقام برہان پور راہی ملک بقا ہوئے۔ مرقد شریف شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پائین دفن ہوئے۔

علامہ غلام علیؒ آزاد بلگرامی تحریر فرماتے ہیں کہ تیموری امیروں میں ان سے زیادہ دبدبہ اور سطوت کا امیر ہندوستان میں نہیں گذرا۔ باید وشاید

طریقہ سے دکھن کے ملک پر حکومت کرتے رہے۔ اور کسی کو آنکھ ملا کر بات کرنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ سیر چشم اور فیاض تھے۔ ان کی سخاوت اور عالی ہمتی کا شہرہ سنکر عرب، عجم، توران، اور خراسان کے علماء اور فضلا نیز دیگر ارباب علم و فن کشاں کشاں ان کے دربار میں آتے تھے۔ اور علیٰ قدر مراتب ہر شخص کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا۔

امیر الامرا۔ آصف جاہ اول۔ دین پرور، نکتہ نواز، کرم گستر تھے۔ شاعری سے شوق تھا اور صاحب دیوان تھے۔ جب وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہو کر دہلی آئے تو اپنی غزل کا یہ شعر؎

کے سوئے چمن میرود آن دست حنائی

امروز کہ آئینۂ گلزار بدست است

پیش کر کے خواہش ظاہر کی کہ غزل پوری کی جائے اور علامہ بلگرامی نے فوراً اسی بحر میں قصیدہ لکھکر پیش کیا جو بہت پسند کیا گیا۔ قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے؎

تا حسن ترا شعلۂ انوار بدست است　　　مہ را ہمہ شب کاسہ گدا وار بدست است

اگر عالمگیر کے بعد میر قمر الدین کا قدم دکھن میں نہ ہوتا تو دکھن میں آج حیدر آباد کی ریاست نہ ہوتی۔

۱۰۔ خان نصرت جنگ ذو الفقار خاں

محمد اسمٰعیل نام تھا۔ عمدۃ الملک نواب اسد خاں کے لڑکے تھے۔ مہر النساء صبیہ آصف خاں کے بطن سے ۱۰۶۷ھ میں پیدا ہوئے تاریخ ولادت :-

"زبرج اسد رو نمود آفتاب"

محمد اسمٰعیل کی شادی اپنے ماموں نواب شائستہ خاں امیرالامرا کی لڑکی سے ہوئی تھی لہٰذا حضرت عالمگیر کے خالہ زاد بھائی بھی تھے۔

عالمگیر کی نگرانی میں تعلیم پائی تھی اس لیے بڑے پایہ کے امیر نکلے۔ ان کے ہاتھوں سے دکھن اور کرناٹک کے سو قلعے فتح ہوئے اور مرہٹوں کا اس درجہ استیصال ہوا کہ پاؤں رکھنے کو جگہ باقی نہیں رہی۔ انھوں نے جان توڑ کر مشکل مہمات سر کیں۔ عالمگیر نے ان کو اعتقاد خاں نصرت جنگ سپہ ریو ویکر ینگ کے خطابات سے سرفراز فرما کر پنجہزاری منصب سے مفتخر کر دیا۔ اور علم و نقارہ بھی مرحمت ہوا۔ نصرت جنگ نے دکھن کا مشہور قلعہ جنجی فتح کیا تو راجہ رام پسر مہاراجہ سیوا جی اپنے اہل و عیال اور بوڑھی ماں کو چھوڑ کر قلعہ سے بھاگ گیا۔ فتح کے شادیانے بجے۔ ناصر علیؒ نے خوشخبری سنکر فوراً قصیدہ نصرت جنگ کی مدح میں لکھا جس کا پہلا شعر ہے ؎

اے شانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار

نامِ تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار

شاعر انعام سے مالا مال کر دیا گیا۔ لیکن دن ہی بھر میں سب خرچ کر ڈالا اور رات کو چارپائی پر لیٹا تو کوڑی پاس نہ تھی۔ اب ایسے دینے والے کہاں اور لینے والوں کی تو بفضلہ اس زمانہ میں بھی کمی نہیں۔

عالمگیر کے زمانہ میں نصرت جنگ کا ششش ہزاری منصب ہو گیا تھا۔ اور بخشی الملک سربلند خاں کے انتقال کے بعد عالمگیر نے اس عہدۂ جلیلہ پر ان

کو سرفراز فرمایا۔

جب بہادر شاہ کا زمانہ آیا۔ تو خطابات پر "امیر الامرا صمصام الدولہ" کا اضافہ ہو کر ہفت ہزاری منصب مرحمت ہوا۔ اور دکھن کی صوبہ داری پر مامور ہوئے۔ جہاندار شاہ کے زمانہ میں بھی ان کا دبدبہ قائم رہا۔ لیکن بادشاہ کے فسق و فجور سے یہ تنگ تھے۔ ابتری زیادہ بڑھی اور فرخ سیر نے حملہ کر کے شاہی فوج کو شکست دی اس وقت امیر الامرا نے اپنے بوڑھے باپ کو مشورہ دیا کہ دکھن چل دینا چاہیئے۔ مگر انھوں نے نہ مانا اور اُن کی رائے کے مطابق جہاندار شاہ کو گرفتار کر کے فرخ سیر کے دربار میں لے گئے۔ نذر قبول ہوئی مگر جہاندار شاہ اور یہ دونوں مارے گئے چونکہ باپ کی رائے پر عمل کرنے کی وجہ سے قتل ہوئے تھے اس لیئے کسی نے یہ تاریخ فوت لکھی ہے:۔

"ابراہیم اسمٰعیل را قرباں نمود"

۱۱۲۴ھ

چونکہ ان کے کوئی اولاد وغیرہ نہ تھی اس لیے بے نام و نشان رہے۔

۱۱- مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور

مہاراجہ جسونت سنگھ شاہجہاں کے ماموں زاد بھائی راجہ گج سنگھ کے چھوٹے لڑکے تھے۔ راجہ نے ۲ محرم ۱۰۵۸ھ کو انتقال کیا اور وصیت کے مطابق بادشاہ نے جسونت سنگھ کی تخت نشینی منظور کرکے خلعت اسپ و نقارہ اور خطاب راجگی سے مفتخر کیا۔

راجہ گج سنگھ کے وکیل مطلق ٹھاکر گج سنگھ منصب ہزاری اور چہار صد سے سرفراز ہوکر نوعمر راجہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ جوان ہوکر راجہ جسونت سنگھ نے سلطنت کی خدمت انجام دی۔ لیکن ننہالی قرابت کی وجہ سے ان کے مزاج میں شوخی اور ریا کی زیادہ تھی۔ اور شاہزادوں کو خطرہ میں نہ لاتے تھے۔

جس وقت اورنگ زیب اور مراد کی آمد آمد کا شہرہ ہوا تو شاہزادہ داراشکوہ کو ایک معتبر سپہ سالار کی ضرورت پیش آئی اور ان کی نظر انتخاب مہاراجہ پر پڑی۔ مہاراجہ کو ایک لاکھ نقد انعام دیا گیا اور ہفت ہزاری منصب سے سرفراز فرماکر حکومت صوبہ مالوہ ان کے تفویض ہوئی۔ یہ اپنا لشکر لیکر اجین پہونچے۔ اور دکھن کی متحدہ فوج کا انتظار کرنے لگے۔ اور اورنگ زیب بھی پہونچ گیا اور قاصد مصالحت کے لیئے دوڑنے لگے لیکن کچھ مفید نتیجہ نہ نکلا ۲۲ رجب ۱۰۶۸ھ کو دونوں فوجیں

کا مقابلہ دہرمات پور[1] نواح اُجین) میں ہوا۔ مہاراجہ نے استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔ راجپوت رام رام کا نعرہ لگاتے ہوئے شاہزادہ اورنگزیب کے لشکر میں گھسے چلے جاتے تھے۔ اور کھیرے ککڑی کی طرح کٹتے اور گرتے تھے۔ لیکن حملہ پر حملہ کرتے ہی رہے باوجود بہادری کے قسمت نے یاوری نہ کی۔ آٹھ ہزار راجپوتوں میں صرف پانچسو کی جان بچی۔ اور باقی قتل ہوئے۔ مہاراجہ خود بھی زخمی ہوکر جودھپور چلے گئے۔ اور خانہ نشین ہوگئے۔ جب سموگڈھ کا میدان بھی اورنگ زیب کے ہاتھ رہا تو مہاراجہ نے گھوڑے دوڑانے شروع کیے۔ اور حرزا راجہ رام سنگھ کی وساطت سے دربار عالمگیری میں حاضر ہوئے۔ قصور معاف ہوکر منصب بحال ہوگیا اور سپہ سالاری کا عہدہ قائم رکھا گیا۔

معافی کے بعد مہاراجہ جسونت سنگھ عالمگیر کی ہمرکابی میں شجاع کے مقابلے کے لیے کھجوہ[2] گئے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی تھیں۔ نہ معلوم کیا بات مہراجہ کے دل میں سمائی کہ شجاع سے ملکر اورنگ زیب کی فوج پر آدھی رات کو شبخون مارا اور شاہزادہ محمد سلطان کی فوج اور دوسرے امیروں کو غفلت کی حالت میں لوٹتے ہوئے جودھپور چل دئیے۔ فوج میں ہل

---

[1] اس فتح کی یادگار میں دھرمات پور کا نام فتح آباد رکھا گیا اور یادگار میں عالمگیر نے سرائے اور مسجد بنواکر ایک عمدہ باغ بھی نصب کیا باغ کا اب پتہ نہیں البتہ شکستہ مسجد کے قریب جنگل واقع ہے اور یہی کسی زمانہ میں باغ ہوگا سرائے کے بھی آثار باقی نہیں ہیں فتح آباد۔ اجین۔ اندور ریلوے لائن پر واقع ہے اور ریلوے جنکشن ہے۔

[2] فتح پور اور کانپور (E. I. R.) کے درمیان ریلوے اسٹیشن بوندکی سے ۲ میل پر ہے اور ضلع فتح پور میں تحصیل کا ہیڈکوارٹر ہے۔ یہاں شاہی عمارتیں اسوقت بھی موجود ہیں۔

چل پڑگئی۔ لیکن عالمگیر کے چہرہ پر شکن نہ آئی۔ باقیماندہ فوج سے شاہزادہ شجاع کو شکست دیکر مہاراجہ کی طرف رخ کیا اور کھجوہ سے اجمیر پہونچ گیا۔ پروفیسر سرکار نے خوب کہا ہے۔ دغابازی اور نمک حرامی ہر ملک اور قوم میں معیوب ہے لیکن ایک راجپوت کے لیے بہت زیادہ شرمناک کھجوہ سے واپس آکر مہاراجہ نے شاہزادہ داراشکوہ کو سبز باغ دکھلا کر گجرات سے طلب کیا اور جب شاہزادہ نواح اجمیر میں آگیا تو مہاراجہ خود عالمگیر کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور مرزا راجہ رام سنگھ کی سفارش سے دوبارہ قصور معاف کرالیا۔ منصب بحال ہوکر صوبۂ گجرات کی حکومت پر مامور ہوئے بیچارے داراشکوہ نے پھر تقدیر آزمائی کی اور پانسہ خلاف پڑا۔ مہاراجہ ۱۰۷۳ھ میں سیواجی کے مقابلہ کے لیئے بھیجے گئے۔ دھرمات پور کی خفت نے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور سیواجی سے ساز کرگئے۔ مہاراجہ بوندی پر بہت کچھ زور ڈالا مگر انھوں نے وفاشعاری کے جادہ سے قدم باہر نہ نکالا۔ اور جوانمردی کے ساتھ سیواجی کا مقابلہ کرکے ان کا قافیہ تنگ کرتے رہے۔ جب عالمگیر کو خبر پہونچی تو مہاراجہ کو دکن سے واپس طلب کرلیا۔ مگر کوئی سزا نہیں دی ۱۰۷۶ھ میں شاہزادہ معظم کے ہمراہ کابل اور ۱۰۷۸ھ میں دکن مامور کیئے گئے اور بعدہ جمرود اور مضافات کابل کی حکومت ان کے سپرد ہوئی۔ اور اسی جگہ ۶ ذی الحجہ ۱۰۸۱ھ کو انتقال کیا۔

دکن کی آخری تعیناتی کے بعد سے مہاراجہ نے راستبازی اپنا مسلک قرار دیدیا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ مرتے دم تک اپنے عہد پر قائم رہے۔

ان کی امیرانہ یادگار سے جمنا کے کنارہ موضع گٹھواس میں جو شہر آگرہ کے نواح میں ہے مہاراجہ کی کچہری کا مکان موجود ہے اور راجہ جسونت سنگھ چھتری کے نام سے مشہور ہے اورنگ آباد دکھن میں چہار دیواری کے باہر مشرق رویہ ان کا آباد کیا ہوا پورہ موجود ہے اُس کے قریب ہی ایک عمدہ عمارت بنوائی تھی جس کے نشانات اب بھی کچھ باقی ہیں ایک تالاب بھی ہے۔

سلطنتِ تیموریہ کا قاعدہ تھا کہ منصبدار صوبہ دار کی وفات کے بعد اُن کے وارث سوگواری میں بیٹھتے تھے۔ اور وقتِ مقررہ کے بعد جس درجہ کا منصبدار ہوتا تھا اُسی درجہ کا امیر یا شاہزادہ اُس کے مکان پر جا کر بادشاہ کی جانب سے تعزیت کی رسم ادا کر کے خلعت پہنا کر ماتم کدہ سے باہر نکالتا تھا۔ اور پھر بادشاہ کی قدمبوسی کے بعد منصب مرحمت ہوا کرتا تھا۔

مہاراجہ جسونت سنگھ کے انتقال کے بعد مہاراجہ کے عزیز اور پسماندگاں اُن کی حاملہ بیگمات کو بلا اطلاع لیکر کابل سے چل دیئے۔ جب دریائے اٹک پر پروانہ راہ داری مانگا گیا تو میر بحر پر حملہ کر کے اُس کو زخمی کیا۔ تلوار چلی اور چونکہ سرکاری آدمی کم تھے اس لیئے مارے گئے۔ رانیاں دریائے اٹک اتر کر پنجاب میں آگئیں۔ عالمگیر کو واقعات کی خبر ہوتی رہی جب یہ قافلہ دہلی پہنچا تو تنبیہہ پہرہ لگا دیا گیا۔ راجپوتوں نے حماقت پر حماقت یہ کی کہ مصنوعی رانیاں اور راجکمار بنا کر چھوڑ گیے اور رانیوں کو مع لڑکوں کے لیکر جودھپور چلدیے اور وہاں جا کر اس قدر فساد مچایا کہ تمام راجپوتانہ میں بغاوت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ مسجدیں شہید کی گئیں۔ راجہ اندرسنگھ راٹھور حاکم جودھپور اور محمد طاہر خاں فوجدار نے خیریت اسی میں دیکھی کہ کان دبا کر اجمیر واپس ہوئے۔ صورت حال سے حضرت عالمگیر کو خبر دی میں نے بلا کسی تنقید کے معاملہ کی صورت پیش کر دی

ہے۔ ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں گے کہ اس میں قصور کس فریق کا ہے؟

عالمگیر نے اطلاع پاکر بخشی الملک سربلند خاں کو ان راجپوتوں کی سرزنش کے واسطے بھیجا اور خود اجمیر ہوکر شاہزادہ محمد اکبر کو ایک بڑی فوج کے ساتھ اس مہم پر تعینات کیا۔ جب راجپوت اس عظیم الشان فوج سے گھر گئے تو انھوں نے درگا داس نامی راجپوت کی چرب زبانی سے فائدہ اٹھاکر شہزادہ محمد اکبر کو سلطنت کا سبز باغ دکھلایا اور شہزادہ اس خوشنما جال میں پھنسکر ستر ہزار فوج کے ساتھ باپ کی جانب پھرا۔ بادشاہ کے پاس خواجہ سرا، عملہ وخدمتگار ملا کر آٹھ سو آدمی سے زیادہ نہ تھے کوئی اور بادشاہ ہوتا تو حواس بجانہ رہتے۔ لیکن عالمگیری ڈپلومسی نے سب کو نیچا دکھلایا۔ راجپوت فوج بھاگ نکلی، شاہزادہ اکبر نے جلا وطنی اختیار کی اور اسی حالت میں مرا۔ اس فتح کے بعد راجپوتانہ بالکل ٹھیک ہو گیا اور عالمگیر نے مشہور راجہ امر سنگھ والی جودھپور کے پوتے راجہ اندر سنگھ کو راجہ کے خطاب سے سرفراز فرماکر خلعت خاصہ علم ونقارہ شمشیر مرصع اور دیگر لوازمات شاہی مرحمت فرماکر جودھپور کی گدی پر متمکن کیا۔ اور اس طرح سے حق حقدار کو پہنچا۔

عالمگیر پر الزام ہے کہ اس نے جودھپور کے نابالغوں پر ایسے مظالم کیے کہ راجپوتانہ کے راجہ مہاراجہ بدظن ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد پھر کبھی مغلیہ جھنڈے کے نیچے لڑنے نہیں گئے لیکن فہرست کے ملاحظہ سے جو میں نے آگے کتاب کے آخر میں درج کی ہے معلوم ہوگا کہ عالمگیر کے مرتے دم تک راجپوت مہاراجہ لڑائیوں میں ساتھ رہے۔ خود مہارانا اودے پور کے بھائی مہاراجہ بھیم دکھن کی لڑائیوں میں ساتھ رہے اور مغلیہ فوج کے پہلو بہ پہلو رہکر اپنا نام پیدا کر گئے۔

عالمگیری مدار المہام

رائے رایان راجہ رگھوناتھ داس

راجہ رگھوناتھ داس حساب کتاب اور معاملہ فہمی میں بے نظیر تھے۔ نواب سعد اللہ خاں کی سرکار میں عام متصدیوں میں ملازم ہوئے اور ترقی کرتے کرتے ان کی نیابت پر پہنچے جو کام دیا گیا وہ شوق کے ساتھ انجام دیا۔

کمال کے قدر داں حضرت صاحبقراں ثانی کو اُن کی ذہانت اور قابلیت بھا گئی اور مدار المہام کی سرکار سے اُن کی خدمات شاہی دربار میں منتقل ہوگئیں۔ ایک ہزار ذات اور چار سو سوار کا منصب مرحمت ہوکر رائے کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔

نواب سعد اللہ خاں کے انتقال کے بعد کچھ دنوں کے لیئے مدار المہام ہو گئے۔ لیکن پھر خالصہ شاہی کی دیوانی پر واپس آئے۔

سموگڈھ کی لڑائی کے بعد عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے۔ کھجوہ اور جنگ دوم دارا شکوہ میں راجہ نے قلم کے بجائے تلوار ہاتھ میں لی۔ اور خوب مردانگی کے جوہر دکھلائے۔ عالمگیر کے دل پر نقش ہوگیا کہ راجہ صرف قلم ہی کا مالک نہیں بلکہ تلوار کا بھی دھنی ہے۔

عہد عالمگیری میں راجہ مستقل طور پر مدار المہامی کے منصب اعلیٰ پر فائز رہے اور اپنے خدمات خیرخواہی اور ایمانداری کے ساتھ انجام دیتے رہے خدمات کے صلہ میں راجہ کا خطاب مرحمت ہوا۔ قابلیت اور خیرخواہی کی وجہ سے عالمگیر

ان کو عزیز رکھتے تھے۔ جب کشمیر سے تو راجہ مدار المہام بھی ہمرکاب تھے لیکن کشمیر کے قریب پہونچکر ۱۱ ذیقعدہ ۱۰۷۳ھ کو راجہ نے دائمی مفارقت اختیار کی۔

عہد عالمگیری میں ان کا منصب دو ہزار پانصدی ذات اور پانصد سوار تھا۔ اور خطاب راجہ سے مفتخر تھے۔

مدار المہام فاضل خاں

نام ہی کے فاضل نہ تھے بلکہ فی الحقیقت فاضل اجل، جامع علوم دینی و دنیوی تھے اور جامعیت علوم اور معاملہ فہمی میں یگانۂ روزگار، اور علم نجوم میں پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ اکثر احکام از روئے نجوم ایام شاہزادگی میں عالمگیر کو لکھ کر دئے تھے۔ وہ بجنسہ پورے ہوئے۔ جو واقعہ ہم دکھن میں خواص پورہ کے مقام پر پیش آیا فاضل خاں نے برسوں پہلے اس کی پیشین گوئی کردی تھی۔

اوائل عہد عالمگیری میں میر سامان کے عہدہ پر فائز رہے۔ جب مدار المہام رائے رایان راجہ رگھوناتھ نے انتقال کیا تو بادشاہ کی نظر انتخاب انھیں پر پڑی۔

اور ۱۱ ذیقعدہ ۱۰۷۳ھ کو ۸۰ سال کی عمر میں قلمدان مدار المہامی ان کے سپرد ہوا لیکن عمر نے وفا نہ کی اور ۲۲ ذیقعدہ کو راہی ملک بقا ہوئے۔ جو مقبرہ اپنے لیے لاہور میں بنوا گئے تھے۔ اسی میں دفن ہوئے۔ عالمگیر کو ان کے انتقال کا اسقدر صدمہ ہوا کہ عید گاہ بھی نہیں منائی۔ مرحوم کے کوئی اولاد نہ تھی لیکن اسی

کو خلعتِ ماتم مرحمت فرما کر برہان الدین خاں بنا دیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد اعتماد خاں کا خطاب مرحمت ہو گیا۔ اعتماد خاں نے تمام عمر بادشاہ پرستی اپنا شعار رکھا۔

عمدۃ الملک مدار المہام جعفر خاں

صادق خاں میر بخشی کا لڑکا آغا طاہر وصلی کا پوتا اور یمین الدولہ آصف خاں مدار المہام کا بھانجا اور داماد تھا۔ عہد شاہجہانی میں منصب پنجہزاری پر فائز تھے مگر جب عہدِ عالمگیری میں فاضل خاں کا انتقال ہوا تو اس وقت یہ صوبۂ مالوہ کے صوبہ دار ہی تھے۔ سیاحتِ کشمیر سے واپسی پر عالمگیر نے ان کو مدار المہامی کے منصب کے لیے انتخاب فرما کر طلبی کا حکم جاری کیا اور ۳۰ ربیع الاول سنہ ۶ جلوس میں جعفر خاں نے پانی پت کے مقام پر شرف باریابی حاصل کیا اور عمدۃ الملک کا خطاب مرحمت ہو کر منصب مدار المہامی پر فائز ہوئے مدار المہامی کی خدمات اس خوبصورتی اور ایمانداری سے انجام دیں کہ عالمگیر کو کبھی اعتراض کا موقع نہ ملا۔ مشکل سے مشکل کاموں کو چٹکی بجاتے کرتے تھے۔ جب بیماری کی وجہ سے بسترِ علالت پر صاحبِ فراش ہو گئے تو بادشاہ بلاناغہ اُن کی عیادت کو جاتے تھے۔ عمر نے وفا نہ کی اور بمقام دہلی ۲۵ ر ذالحجہ سنہ ۱۱۱۳ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔

تین روز تک برابر شاہی مطبخ سے کھانا ان کے سوگواروں کے لیے بھیجا گیا اور شاہزادگان اکبر و محمد اعظم کو تعزیت کے لیے اُن کے لڑکے نامدار خاں اور کامگار خاں کے پاس بھیجکر کلماتِ تشفی آمیز کہلا بھیجے۔ بعدہ خلعتِ ماتم،

سوگواروں کو رخصت ہو کر ماتم سے نکالا گیا۔ نعش آگرہ لائی گئی، اور دریائے جمنا کے کنارے ایک عالیشان مقبرہ میں دفن کیے گئے۔
یہ عمارت اس وقت بھی موجود ہے۔ اور جعفر خاں کے مقبرہ کے نام سے مشہور ہے

عمدۃ الملک امیر الامرا محمد ابراہیم اسد خاں مدار المہام

باپ کا نام خان قتلر خاں تھا۔ اُن کے خاندان کی دربار ایران میں بڑی قدر و منزلت تھی۔ لیکن شاہ عباس صفوی نے اپنے عہد میں اس خاندان کو اس قدر تنگ کیا کہ ان کے باپ وطن کو خیرباد کہکر مع اپنے بیٹے اسد خاں کے وارد ہندوستان ہوئے۔ یہاں دور جہانگیری کی آخری منزل تھی۔ بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ یمین الدولہ صادق خاں کی لڑکی سے عقد ہو گیا۔ جب شاہجہانی عہد آیا تو اپنے آبائی خطاب ذوالفقار خاں سے مفتخر کیے گئے اور منصب سہ ہزاری مرحمت ہو گیا۔ لیکن اسی زمانہ میں پٹنہ عظیم آباد میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور وہیں ۱۰۷۰ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔

ابراہیم خان الخی خاں قتلر خاں سہ ہزاری کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ شاہجہان نے وزیر آصف خاں (ابو طالب شائستہ خاں کے والد) کی لڑکی سے ان کا عقد کر کے بخشی دویم کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ رفتہ رفتہ سہ ہزاری ہو گئے۔ جب عالمگیری آفتاب چمکا تو چہار ہزاری منصبدار ہوئے اور ترقی کرتے کرتے ۲۶ رجب ۱۰۸۶ھ کو وزارت عظمیٰ کے منصب پر

بجائے عمدۃ الملک جعفر خاں دستورِ معظم کے سرفراز ہوئے۔ ہفت ہزاری منصب مرحمت ہوکر عمدۃ الملک کے خطاب سے عزت افزائی کی گئی۔ تلوار میں یہ زور تھا کہ لشکرِ اعدا پر گرتے اور دم کی دم میں میدانِ جنگ میں صفیں درہم برہم کر دیتے تھے اور مسندِ وزارت پر بیٹھ کر قلم میں وہ روانی آجاتی تھی کہ پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیاں دم کے دم میں سلجھا دیتے تھے۔ دکھن کی لڑائیوں میں انھوں نے بڑا نام پیدا کیا۔ عالمگیر کو ان کی ہر ادا پسند تھی۔ بادشاہ پرست تھے مگر اپنے معروضات دربار میں بے خوف و خطر پیش کرتے تھے اور حضرت عالمگیر ان کی بات کو کان دھر کر سنتے اور توجہ کے ساتھ حکم دیتے تھے ان کی وزارت نے عہدِ عالمگیری میں چار چاند لگا دئے تھے۔

وزیرے چنیں شہر یارے چناں

جہاں چوں نگیرد قرارے چناں

یہ وزیر اور مدار المہام ہی نہ تھے بلکہ خلوت اور جلوت کے بیٹھنے والے۔ رقعاتِ عالمگیری پڑھنے سے معلوم ہوجائیگا کہ دربارِ عالمگیری میں ان کا کیا درجہ تھا، اُن کی بات کی کیا قدر تھی، اور اُن کی شخصیت کا کیا اثر تھا۔ امیر الامرا کا خطاب مرحمت ہوا۔ محمد ابراہیم سے نواب عمدۃ الملک امیر الامرا۔ آصف الدولہ اسد خاں بہادر فدوی خاص کے خطابات عطا ہوئے۔ عالمگیر کے انتقال کے بعد شاہ عالم نے ان کو وکیلِ مطلق کا منصب مرحمت فرمایا۔ جو وزارتِ عظمیٰ کے درجہ سے بڑھا ہوا تھا۔ جہاندار شاہ کا زمانہ آیا تو فسق و فجور کا دور دورہ ہوا۔ مگر ان کی آو بھگت میں کمی نہ ہوئی فرخ سیر نے حملہ کیا تو انھوں نے جہاندار شاہ کو نظر بند کر دیا۔ محض اس غرض سے کہ ہندوستان کی باگ ایسے بادشاہ کے ہاتھ

میں ہونی چاہیئے جو مضبوطی کے ساتھ حکومت کر سکے۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ فرخ سیر نے فتح کے بعد جہاندار شاہ اور عمدۃ الملک کے بیٹے نواب نصرت جنگ کو قتل کر دیا اور فتح کے شادیانے بجواتا ہوا شاہانہ جلوس کے ساتھ ۲۳ ذوالحجہ سنہ ۱۱۲۴ھ کو دہلی میں داخل ہوا۔

جلوس میں جہاندار شاہ کی نعش ہاتھی پر تھی اور ہاتھی کی دُم سے امیرالامرا نصرت جنگ کا سر بندھا ہوا تھا۔ ہاتھی کے پیچھے اسد خاں ننگے سر ننگے پیر آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے سر جھکائے دہلی کی سڑکوں پر جا رہے تھے۔

خاندان کی مستورات مجبور کی گئیں اور انھوں نے بھی جلوس میں شریک ہو کر عبرت بین آنکھوں کے سامنے "فاعتبروا یا اولی الابصار" کا نقشہ پیش کر دیا۔ انہیں اسد خاں کی سیادت اور بزرگی پر شاہنشاہ اورنگ زیب کا اس قدر اعتقاد تھا کہ ایک موقعہ پر جب مہم فتح نہیں ہوتی تھی تو گھبرا کر اسد خاں کو اس طرح لکھا:

"آن فدوی خود سیّد و کریم النفس است اگر بحضور قلب دعا کنند، گنجائش دارد"

فرخ سیر نے اسد خاں کو پیشن دیکر نظر بند کر دیا اور اسی نظر بندی کی حالت میں سنہ ۱۱۲۹ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں اُن کا انتقال ہوا۔ اُن کی نعش بڑے تزک و احتشام سے شاہی صرفہ سے خاندانی مقبرہ میں سپرد خاک ہوئی؎

صاحب نظرے کجاست تا در نگرد،
کان صورت و جبروت بہ این حی ارزد؟

فہرست امرائے ہنود در عہد عالمگیر

(از مولوی سید احمد صاحب مارہروی)

نمبر شمار	نام خاندان	نام امیر	منصب عہد عالمگیری	خدمات
۱	کچھواہہ	مرزا راجہ جے سنگھ کچھواہہ (جے پور)	ہفت ہزاری ہفت ہزار ذات	سموگڑھ کی لڑائی کے بعد بمقام متھرا عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے۔ انعام اور جاگیر مرحمت ہوئی اور دارا شکوہ کے تعاقب پر مامور کیے گئے ۱۰۶۸ھ و ۱۰۶۹ھ۔ سیواجی مہراج کی مہم پر مامور ہوئے۔ ۱۰۷۵ھ قلعہ پورندہر اور کوکن کے دیگر مشہور قلعے فتح کیے سیواجی مہراج نے صلح کے لیے درخواست کی جو منظور ہوئی۔ تفصیل کی ضرورت نہیں اور مرزا راجہ کی سفارش پر سنبھاجی کے نام پنجہزاری ذات پنجہزاری سوار کا منصب مرحمت ہوا اسی سال بیجاپور کی مہم پر مامور ہو کر کامیاب رہے ۲۸ محرم ۱۰۷۷ھ کو برہان پور پہنچ کر اس دار ناپائیدار سے رخصت ہوئے۔ بادشاہ کو بہت صدمہ ہوا۔ راجہ مرزا علم سنسکرت میں مہارت رکھتے تھے۔ ترکی۔ فارسی اور عربی زبانوں سے واقف تھے۔

خدمات	منصب عہد عالمگیری	نام امیر	قوم	نمبر شمار
یادگاریں ۱۔ اورنگ آباد میں ان کا آباد کیا ہوا جے سنگھ پورہ چہار دیواری کے باہر غرب رویہ موجود ہے ۲۔ اکبر آباد میں انھوں نے نفیس عمارتیں تعمیر کرائی تھیں۔ یہ عمارتیں اور ایک عمدہ باغ ۱۰ بیگہ آراضی میں واقع تھیں لیکن اب نام ونشان باقی نہیں۔				
شاہجہانی منصب سہ ہزاری تھا۔ سموگڑھ کے بعد بارگاہِ عالمگیری میں حاضر ہوئے۔ سنہ ۳ ج میں شاہزادہ سلیمان شکوہ کو کشمیر سے لائے اور انعام مرحمت ہوا۔ سنہ ۸ ج میں سنبھاجی پسر سیواجی مہراج کو لیکر دربار میں حاضر ہوئے اور اسی سال سیواجی کے استقبال کے لیے بھیجے گئے جو مرزا راجہ کے ذریعہ سے امان کے طالب ہوکر اطاعت کا حلف اٹھا چکے تھے۔ سنہ ۱۰ ج میں مرزا راجہ کی وفات پر خطاب راجگی سے مفتخر ہوکر منصب چہار ہزاری سے سرفراز کیے گئے۔ باپ کی کل جاگیر مرحمت ہوئی	پنجہزاری ذات پنجہزاری سوار	کنور رام سنگھ پسر مرزا راجہ	کچھواہہ	۲

نمبر شمار	نام خاندان	نام امیر	منصب عہد عالمگیری	خدمات
				خلعت معہ جمدھر شمشیر معہ ساز مرصع۔ اسپ عربی معہ ساز طلا۔ فیل معہ جھول زربفت وساز نقرہ مرحمت ہوا۔ اور اسی سال منصب پنجہزاری ذات وپنجہزاری سوار سے مفتخر ہو کر آسام کی مہم پر تعینات ہوئے اور خلعت مرحمت ہوا۔ سنہ ۱۲ ج میں منصب کے ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۳ ج پنجہزاری ذات پنجہزاری سوار دو اسپہ سہ اسپہ۔ سنہ ۱۹ ج (۱۰۸۶ھ) خلعت و اسپ کے ساتھ بیش قیمت جواہرات مرحمت ہوئے اور اسی سال وفات پائی۔
۳	کچھواہہ	راجہ کشن سنگھ پسر راجہ رام سنگھ	منصب ہزاری و چہار صد سوار	باپ کی زندگی ہی میں ملازمت شاہی میں داخل ہوئے اور صوبہ کابل میں تعینات۔ سنہ ۱۳ ج میں حاضر دربار ہوئے بادشاہ نے خلعت اور سرپیچ مرصع مرحمت کیا۔ سنہ ۱۷ ج میں خلعت و شمشیر۔ اسپ۔ فیل اور نقد انعام سے سرفراز ہوئے۔ سنہ ۲۰ ج میں راجہ رام سنگھ کے مرنے کے بعد کابل سے دربار میں آئے۔ خلعت و جاگیر اور خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر اپنے وطن چلے گئے۔ سنہ ۲۵ ج میں خانہ جنگی میں زخمی ہو کر دو دن بعد ۱۰ ربیع الآخر سنہ ۱۰۹۰ھ کو انتقال کیا۔

نمبر شمار	نام خاندان	نام امیر	منصب عالمگیری	خدمات
۴	کچھواہہ	راجہ بشن سنگھ پسر راجہ کشن سنگھ کچھواہہ	منصب ہزاری وچہار صد سوار	۵ ربیع الآخری سنہ ۱۰۹۹ھ کو بجائے اپنے باپ کے خطاب راجگی سے موصوف ہوکر منصب ہزاری ذات وچہار صد سوار مرحمت ہوا۔ اور اسی سال راٹھوروں کی تنبیہ پر مامور ہوئے اس کے بعد اسلام آباد (متھرا) کی فوجداری پر سرفراز ہوکر سنہ ۱۱۱۱ھ ۴۴ ج میں وفات پائی دربار عالمگیر سے ان کے بیٹے بجے سنگھ کو خطاب راجہ جے سنگھ کا مرحمت ہوا۔ جو راجہ جے سنگھ سوائی کے نام سے مشہور ہیں۔
	کچھواہہ	دھیراج راجہ جے سنگھ سوائی پسر راجہ بشن سنگھ	دو ہزاری ذات دو ہزار سوار	سلطنت مغلیہ کے دور آخری کے مشہور ارکان سلطنت تھے۔ معزز خاندان کچھواہہ کے سردار، راجہ بشن سنگھ کے بیٹے اور مرزا راجہ جے سنگھ کے پرپوتے باپ کے مرنے کے وقت ہزاری ذات ہشت صد سوار کا منصب تھا۔ سنہ ۱۱۱۱ھ ۴۴ ج میں باپ کے مرنے کے بعد منصب ہزار و پانصدی و ہزار سوار پر مفتخر ہوکر خطاب جے سنگھ سے موصوف ہوئے۔ اور یہ نام ایسا چمکا کہ اصل نام غائب ہوگیا۔ سنہ ۴۵ ج میں عمدۃ الملک اسد خاں کے ساتھ قلعہ کھلنا (کھیلنا) کی تسخیر پر مامور ہوئے اس وقت تک سن بلوغ کو بھی نہ پہنچے تھے لیکن اپنے حملہ ہائے شیرانہ و دلیرانہ سے قلعہ کو فتح کرلیا۔

خدمات	منصب عالمگیری	نام امیر	سنہ جلوس	نمبر شمار
اس صلہ میں دو ہزار ذات دو ہزار سوار پر سرفراز ہوئے (دیکھو یہ تو نابالغ تھے۔ انکو عالمگیر نے مسلمان کیوں نہ کرلیا؟) بادشاہ کے انتقال کے وقت زندہ رہے۔ اور شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانہ میں مہاراجہ اجیت سنگھ سے سازباز کرلی لیکن پھر سنبھل گئے اور تمام عمر خلوص کے ساتھ خاندان مغلیہ کے خدمات انجام دیتے رہے۔ ١٠ ر شعبان ١١٥٦ھ کو وفات پائی۔ راجہ جے سنگھ علم دوست تھے۔ اُن کو علمی قدردانی کا شوق تھا۔ زبان برج بھاشا کی حسن و خوبی انہیں کی قدردانی اور کمال پروری سے ظاہر ہوئی۔ تمام ہندوستان کے عالم، فاضل، گنوان پنڈت انکے علمی دربار میں موجود تھے۔ لاکھوں روپیہ خرچ کرکے دہلی اور نواح دہلی میں برج بھاشا کے شوق کو پھیلایا۔ علمائے ہانڈنی شرح جیمنی وغیرہ کتب ہندسہ کا عربی سے بھاشا میں ترجمہ کرایا۔ انہیں راجہ نے مرزا خیر اللہ بیگ کے ذریعہ سے جو علوم ریاضی میں بے نظیر عالم تھے				

نمبر شمار	قبیلہ	نام امیرزادہ	منصب عالمگیری	خدمات
				زین ۔ جے پور، شاہجہاں آباد میں ۲۰۔۰۰۰ لاکھ روپیہ کے صرفہ سے اجرام فلکی کے مشاہدہ کے واسطے رصدگاہیں قائم کیں۔ لیکن راجہ ۳۰ سال کے اندر ہی مر گئے۔ اس لیے یہ عظیم الشان علمی کام ناتمام رہا۔ انبر سے چار کوس کے فاصلہ پر شہر جے پور آباد کیا۔ یہ شہر صفائی اور خوشنمائی کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔
٦	کچھواہہ	بجے سنگھ برادر راجہ جے سنگھ	عالمگیری امیر شاہ عالم نے سہ ہزاری ذات وسوار کے منصب پر سرفراز فرمایا	بجے سنگھ کا خطاب مرحمت ہو کر منصب سے سرفراز اور کابل شاہزادہ معظم کے ہمراہ تعینات کیے گئے۔ اپنی خدمات سے شاہزادہ کو خوش رکھا جب معظم شاہ بہادر شاہ ہوئے تو ان کا ستارہ چمکا اور سہ ہزاری منصب مرحمت ہوا شاہ عالم کو دونوں بھائی عزیز تھے۔ بجے سنگھ کا پیر جادۂ اطاعت سے بہک گیا۔ اور جلدی راہِ راست پر آ بھی گیا۔ لیکن راجہ جے سنگھ نے تمام عمر اطاعت شعاری کو اپنا مسلک رکھا۔ اور آبا و اجداد کے طریقہ پر رہے۔

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	نام خاندان	نمبر شمار
واقعات کے لیئے ملاحظہ ہوں صفحات ماقبل۔	ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار پنجہزار دو اسپہ سہ اسپہ۔	راجہ عمدۂ راجگان مہاراجہ جسونت سنگھ راٹھور پسر گج سنگھ راٹھور پسر راجہ سورج سنگھ	راٹھور جودھپور	۷
جودھپور میں مسجدیں توڑ وادیں اور اذان کی ممانعت کی مسلمانوں پر جب علانیہ مظالم ہوئے تو عالمگیر اُس جانب متوجہ ہوا۔ مہاراجہ شکست کھا کر پہاڑوں میں جا چھپے اور عالمگیر کے مرنے کے بعد پھر ملک میں واپس آکر پُرانا آموختہ دوہرانا چاہا۔ لیکن بہادر شاہ کا زمانہ تھا فوراً ہی علاج ہوگیا۔ قصور معاف ہوکر منصبدار ہوئے اور مختلف صوبوں میں تعینات رہے۔ ۲۲ ذوالحجہ ۱۱۲۷ھ کو نہایت دھوم دھام سے اپنی لڑکی کی شادی فرخ سیر کے ساتھ کی۔ یہ آخری راجپوت لڑکی تھی جو خاندانِ مغلیہ کے محلسرا میں داخل ہوئی۔ شادی کے بعد گجرات کی صوبہ داری کا پروانہ مہاراجہ اجیت سنگھ کو ملا۔ پھر سادات بارہہ سے سازش کرکے داماد کے قتل میں شریک ہوئے۔ اور صوبۂ اجمیر کی صوبہ داری ملی جب سادات کی بساط اُلٹی		مہاراجہ اجیت سنگھ پسر مہاراجہ جسونت سنگھ	〃	۸

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	نام خاندان	نمبر شمار
تو پھر مہاراجہ نے سر اٹھایا لیکن نواب نظام الملک آصف جاہ آ گئے اور مہاراجہ نے اطاعت پر کمر باندھ لی۔ ۱۱۳۵ھ میں ان کے بیٹے نے باپ کا کام تمام کر دیا اور خود جودھپور کے حاکم بن بیٹھے۔				
۱۰۶۸ھ میں سموگڑھ کی لڑائی کے بعد متھرا کے مقام پر بارگاہِ عالمگیری میں حاضر ہو کر خلیل اللہ خاں کے ساتھ دارا شکوہ کے تعاقب پر مامور ہوئے۔ اس کے بعد کھجوہ کی لڑائی میں شریک ہو کر جوہر دکھائے اور جب مہاراجہ جسونت سنگھ بادشاہی کارخانجات لوٹ کر کھجوہ سے جودھپور چل دیے تو عالمگیر نے راجہ رائے سنگھ کو ایک لاکھ روپیہ انعام مرحمت فرما کر خطاب راجگی سے سرفراز کیا۔ خلعت۔ اسپ۔ فیل۔ شمشیر مرصع۔ اور نقارہ عطا کر کے قبیلۂ راٹھور کا سردار مقرر کیا اور جودھپور کی حکومت کا امیدوار بنایا۔ جب جسونت سنگھ کا قصور معاف ہوا تو راجہ اندر سنگھ دربار میں طلب ہو کر جنگ دوم دارا شکوہ میں شریک ہوئے۔ سنہ جلوس میں		راجہ رائے سنگھ پسر راؤ امر سنگھ پسر راجہ گج سنگھ راٹھور	راٹھور	

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				مرزا راجہ جے سنگھ کے ہمراہ سیوا جی بھونسلہ کی مہم پر تعینات ہوئے اور حسن خدمات کے صلہ میں خلعت۔ اسپ۔ نقد انعام سے سربلند۔ سنہ ۸ جلوس میں مرزا راجہ کے ہمراہ مہم بیجاپور پر تعینات ہوئے۔ سنہ ۱۰ جلوس میں شاہزادہ معظم کے ہمراہ دکھن میں مامور ہوئے۔ سنہ ۱۸ جلوس میں عبدالکریم میانہ کے مقابلہ میں صفیں درست کر رہے تھے کہ موت آ گئی اور یہ نامی وفادار راجہ اس دار فانی سے چل بسا۔
۱۰	راٹھور جودھپور	راجہ اندر سنگھ پسر راجہ رائے سنگھ	سہ ہزار ذات سہ ہزار پانصد سوار	راجہ رائے سنگھ کا لڑکا اور راو امر سنگھ کا پوتا تھا۔ سنہ ۱ جلوس عالمگیری میں باپ کے انتقال کے بعد ملازمت شاہی میں داخل ہوا۔ سنہ ۲۲ جلوس میں مہاراجہ جسونت سنگھ کے مرنے کے بعد خطاب راجگی سے موصوف ہو کر سرداری قوم راٹھور اور حکومت جودھپور پر سرفرازی ہوئی۔ خلعت خاصہ۔ شمشیر معہ ساز مرصع۔ اسپ معہ ساز طلا اور فیل و علم اور نقارہ مرحمت ہوا۔ سنہ ۲۴ جلوس میں شاہزادہ اکبر کے تعاقب پر مامور ہوا اس کے بعد دکھن کی مہمات میں متعین رہا۔

نمبر شمار	نام ریاست	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سنہ ۴۸ میں منصب سہ ہزاری دو دو ہزار سوار سے سرفراز کیا گیا۔ شہنشاہ عالمگیر کے انتقال کے بعد شاہزادہ اعظم نے پنجہزاری منصب عطا فرمایا اور خانگی لڑائی میں ان سے کام لینا چاہا۔ یہ سر جھکا کر نکلے اور سیدھے جودھپور چلدئے۔
	راٹھور کشن گڈھ	راجہ مان سنگھ پسر راجہ روپ سنگھ	منصب سہ ہزاری ذات	راجہ روپ سنگھ مہاراجہ جسونت سنگھ کے چچازاد بھائی تھے جب ہری سنگھ اُن کے چچا نے لاولد انتقال کیا تو حضرت صاحبقران ثانی نے راجہ روپ سنگھ کو خلعت و اسپ عطا کرکے کشن گڈھ کی حکومت مرحمت فرمائی اور اسی عہد میں علم و نقارہ مرحمت ہو کر رفتہ رفتہ منصب میں ترقی کرتے کرتے چہار ہزاری تک پہونچے۔ قلعہ چتوڑ کے انہدام کے لیے مامور ہوئے اور اسی سال پرگنہ مانڈل گڈھ سرکار چتوڑ جاگیر میں مرحمت ہوا راجہ روپ سنگھ شاہزادہ داراشکوہ کے دست راست تھے اور سموگڈھ میں دلاوران زمانہ کے حوصلہ سے بھی بڑھکر رہے۔ صفوں کو چیرتے ہوئے اورنگ زیب کے ہاتھی

[illegible]	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				تک پہونچ گئے بہادری کے ساتھ ہاتھی پر حملہ کیا اور مارے گئے۔ راجہ مان سنگہ اسی سورما کا لڑکا تھا اور باپ کے مارے جانے کے بعد بارگاہِ عالمگیری میں حاضر ہوکر ملازمان شاہی میں داخل ہوا کشن گڈھ بدستور جاگیر میں رہا۔ اور پور وہ مانڈل کی فوجداری سپرد ہوئی۔ سنہ ۳۵ ج عالمگیری میں ذوالفقار خاں نصرت جنگ کے ہمراہ قلعۂ جنجی کی تسخیر پر متعین ہوا۔ قلعۂ مذکور کی فتح میں ذوالفقار خاں کا بازو رہا۔ سنہ ۴۳ ج میں منصب سہ ہزاری سے مفتخر ہوا اور اپنے آقائے نعمت کی وفات تک شاہی خدمات بجالاتا رہا۔ باوجودیکہ راجہ روپ سنگہ عالمگیر کے کٹر دشمن تھے۔ لیکن عالمگیر نے ان کے لڑکے سے مُنہ نہ موڑا۔ اگر سموگڈھ میں عالمگیری فوج ٹوٹ نہ پڑتی تو راجہ روپ سنگہ نے شاہزادہ عالمگیر کا کام ہی تمام کردیا تھا۔

نمبر شمار	خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				ضبط اور گنجائش اس کو کہتے ہیں۔ عالمگیر کا مقولہ بالکل صحیح ہے ؎ ہیچ دانی کہ شیر مردی چیست شیر مرد زمانہ دانی کیست آنکہ با دشمناں تواند ساخت وان کہ با دوستاں تواند زیست
۱۱	خاندان ہاڈا بوندی	راؤ بھاؤ سنگھ ہاڈا پسر سترپال پسر گوپی ناتھ پسر راؤ رتن ہاڈا	منصب سہ ہزاری	ہاڈا چوہان راجپوتوں کی گوت ہے۔ راؤ سترپال کا لڑکا تھا۔ سترپال کو جو ارادت اور عقیدت شاہزادہ داراشکوہ کے ساتھ تھی اُس کا یہ کرشمہ تھا کہ یہ راجہ جان ہتھیلی پر لئے ہوئے اپنے بہادر راجپوت فوج کے ساتھ عالمگیری فوج پر دلیرانہ حملہ کرتا رہا لیکن جان عزیز کھوئی اور سموگڈھ کا میدان عالمگیر اور مراد کے ہاتھ رہا۔ سموگڈھ کے بعد راؤ بھاؤ سنگھ دربار عالمگیری میں حاضر ہوا خطا بخشی اور عذر پذیر شاہزادہ نے نظر عنایت سے گریز نہ کیا۔ خطاب راؤ کے ساتھ علم و نقارہ مرحمت فرما کر سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب مرحمت فرمایا اور شاہزادہ محمد سلطان

نمبر شمار	خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				کے ہمراہ شاہزادہ شجاع کے تعاقب پر مامور ہوا اس کے بعد صوبۂ دکھن میں مقرر ہوا۔ سنہ ۳ جلوس میں امیر الامرا شائستہ خاں کے ساتھ محاصرۂ قلعۂ جالنہ (اسلام آباد) میں شریک ہوا۔ مہاراجہ جسونت سنگھ کے ہمراہ سیوا جی بھونسلہ کی مہم پر تعینات ہوا۔ اور جب اُن کے بجائے مرزا راجہ مامور ہوا تو یہ اخلاص اور عقیدتمندی کے ساتھ اُن کے ساتھ کام کرتا رہا۔ سنہ ۹ جلوس میں چاندہ کی مہم میں شریک ہوا اور اورنگ آباد میں سنہ ۱۰۸۰ھ میں فوت ہوا۔ اس کی بہن کی شادی مہاراجہ جسونت سنگھ کے ساتھ ہوئی تھی۔ مہاراجہ نے اپنی رانی کو دکھن بلا کر اُس پر دباؤ ڈالا۔ مگر راؤ بھاؤ سنگھ نے جادۂ اطاعت سے انحراف نہ کیا اور مہاراجہ کی کوشش دکھن میں عَلَمِ بغاوت بلند کرنے کی رائیگاں ہوئی۔ راؤ نے ایک وفاشعار راجپوت کی طرح اپنی جان دی۔
۱۳	خاندان ہاڈا بوندی	راؤ انرودھ سنگھ پسر کشن سنگھ		راؤ بھاؤ سنگھ لاولد مرے تو عالمگیر نے ان کے بھائی بھگونت سنگھ کے پوتے انرودھ سنگھ کو بوندی کی حکومت پر سرفراز فرمایا۔

نمبر شمار	خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سنہ ۲۶ میں درجن سنگہ ہاڈا نے بوندی پر حملہ کیا۔ بادشاہ نے راؤ انرودہ سنگہ کو خلعت۔ اسپ و فیل اور نقارہ مرحمت فرما کر دکھن سے بوندی واپس کیا۔ اور مغل خاں کو مع فوج کے امداد کے لئے ساتھ کیا۔ درجن سنگہ شکست کھا کر پہاڑوں میں جا چھپا اور بوندی پر راؤ انرودہ سنگہ کا قبضہ ہو گیا۔
۱۴	خاندان ہاڈا بوندی	راو بدھ سنگہ پسر انرودہ کوٹہ و بوندی	سہ ہزاری ذات	وطن کی حکومت پر سرفراز ہو کر بہادر شاہ کے ساتھ صوبہ کابل میں تعینات ہوا۔ عالمگیر کی وفات کے بعد بہادر شاہ نے منصب میں اضافہ کر کے خطاب راجہ رام سے سرفراز کیا۔ کوٹہ اور مومیدانہ کی زمینداری انعام میں مرحمت فرمائی۔ بدہ سنگہ کے بعد ان کے لڑکے امید سنگہ اور ان کے بیٹے کشن سنگہ مسند نشین ہوئے۔
۱۵	ایضاً	جگت سنگہ ہاڈا پسر مکند سنگہ پسر مادھو سنگہ پسر راو رتن ہاڈا		مکند سنگہ ہاڈا۔ راو ستر سال ہاڈا کے عزیز قریب تھے جس طرح راو ستر سال سموگڈھ میں عالمگیر کے مقابلہ میں جان توڑ کر لڑے تھے اسی طرح راو مکند سنگہ دہرمات پور کی لڑائی میں اورنگ زیب کے ہاتھی کے پاس

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				لڑتا بھڑتا جا پہنچا۔ اور شجاعت کے ساتھ لڑکر شاہزادہ دارا شکوہ پر قربان ہوگیا۔ کوٹہ اس کی جاگیر میں تھا۔ جب عالمگیر کا ملک پر قبضہ ہوا تو اسی راؤ مکند سنگھ کا لڑکا جگت سنگھ دربار میں حاضر ہوا اور باپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ دیکھو عالمگیر نے باپ کا بدلہ بیٹے سے نہیں لیا۔ جب سنہ ۲۵ ج ۱۰۹۲ھ میں اس نے لاولد انتقال کیا تو بادشاہ نے اس کے چچا کشور سنگھ کو اس کا جانشین مقرر کرکے کوٹہ کی گدی پر بٹھایا۔
۱۶	ہاڑا کوٹہ	راؤ کشور سنگھ		سنہ ۲۵ ج ۱۰۹۲ھ عالمگیری میں بادشاہ نے ان کو بجائے راؤ جگت سنگھ کے کوٹہ کی حکومت پر سرفراز فرمایا۔ یہ راؤ مکند سنگھ شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے ساتھ مہم بیجاپور میں تعینات ہوئے۔ اور اس مہم میں زخمی ہوئے۔ سنہ ۳۰ ج میں شاہزادہ محمد اعظم کے ہمراہ مہم حیدرآباد میں مامور ہوئے۔
۱۷	״	رام سنگھ ہاڑا راجہ کوٹہ	دو ہزاری پانصد ذات	سنہ ۳۸ ج میں نقارہ مرحمت ہوکر اسی سال فوت ہوئے۔ بجائے اپنے باپ کے کوٹہ کی حکومت پر سرفراز ہوئے اور منصب شش صدی سے

نمبر شمار	نام ریاست	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				ہزاری ذات۔ نصرت جنگ ذوالفقار خاں کی سفارش سے اضافہ کیا گیا۔ مرہٹوں کی لڑائی میں ذوالفقار خاں کے ساتھ جانفشانی اور اخلاص سے خدمات انجام دیں اور اُن کے صلہ میں ۱۱۴۲ھ میں نقارہ مرحمت ہوکر ۱۱۴۳ھ میں منصب دوہزاری پانصد ذات و سوار سے سرفراز فرمائے گئے اور مومیدانہ کی زمینداری مرحمت ہوئی۔ عالمگیر کے یہاں ان کا منصب چہار ہزاری ہوا۔ یہ اور ان کی اولاد اخلاص کے ساتھ خاندان مغلیہ کے خدمات انجام دیتے رہے ان کے خاندان کے ماتھے پر بدخواہی اور بغاوت کا داغ نہ لگنا تھا نہ لگا۔ یہ بڑی بات ہے۔
[illegible]	راٹھور بھوریہ بیکانیری	راؤکرن راٹھور	سہ ہزاری ذات سہ ہزاری سوار	شاہجہاں کے زمانہ میں منصب سہ ہزاری ذات سہ ہزار سوار پر مفتخر ہوا۔ جب دولت آباد کی حکومت شاہزادہ اورنگ زیب کو مرحمت ہوئی تو یہ شاہزادہ موصوف کی ماتحتی میں دکن میں تعینات رہ کر وہاں

نمبر شمار	منصب شاہجہانی	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				کی مہمات میں شریک ہوئے۔ ۱۰۶۸ھ میں جب شاہجہاں بیمار ہوئے تو شاہزادہ دارا شکوہ نے تمام امرائے متعینہ مہم دکھن کو دربار میں واپس طلب کر لیا۔ اُن میں راؤ کرن بھی تھے مگر یہ دکھن سے بیکانیر چلے گئے۔ سنہ ۳ عالمگیری میں امیر خاں خوافی ان کی سرکوبی کے واسطے مامور ہوئے۔ راؤ کرن اُن کے ساتھ دربار میں آئے قصور معاف ہوا منصب پر بحال ہو کر دکھن میں تعینات کیے گئے۔ سنہ ۹ میں زمیندار چاندہ کی سرکوبی پر تعینات ہوئے وہاں کوئی ایسا قصور سرزد ہوا کہ جاگیر بیکانیر، سرداری قوم اور منصب سے برطرف کر دیے گئے اور سنہ ۱۰ میں بیمار ہو کر بمقام اورنگ آباد انتقال کیا۔ اورنگ آباد میں چار دیواری کے باہر دکھن اور پچھم کے گوشہ میں ان کا آباد کیا ہوا پورہ ہے جو اسی نام سے مشہور ہے۔ راؤ کرن کے چھ لڑکے تھے۔ سوائی راؤ اور انوپ سنگھ کے علاوہ سب نے لاولد انتقال کیا۔

نمبر شمار	خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۱۹	خاندان راٹھور بھورتیہ بیکانیری	راجہ انوپ سنگھ بھورتیہ پسر راؤ کرن	دو ہزار پانچصدی دو ہزار سوار	باپ کی زندگی میں دکھن کی مہم میں شریک رہا اور نمایاں خدمات انجام دیں۔ سنہ ۱۰ھ میں بصلہ حسن خدمات بہادر خاں کوکہ کی سفارش پر خطاب راجگی مرحمت ہوا سنہ ۱۸ھ میں دکھن کی لڑائیوں میں خاص نام پیدا کیا۔ اور سنہ ۲۱ھ میں اورنگ آباد کا صوبہ دار مقرر ہوا سیواجی بھونسلہ نے آکر شورش برپا کی۔ راجہ انوپ سنگھ نے اپنی بساط سے زیادہ کر دکھایا اور اپنی تھوڑی سی جماعت لیکر مقابلہ کے لیئے میدان میں آموجود ہوا لیکن قدرت کا تماشا دیکھو کہ اسی وقت خانجہاں بہادر ناظم دکھن مع اپنی فوج کے سیواجی کا پتہ لگاتے ہوئے موقعہ پر پہونچ گئے۔ اور سیواجی مہاراج موقعہ سے بلا لڑے ہوئے چلدئے سنہ ۳۰ھ میں نصرت آباد سکھر کا قلعہ دار اور فوجدار ہوا سنہ ۲۳ھ میں ایتا زگڈھ (ادرنی) کی حکومت پر سرفراز کیا گیا اور سنہ ۳۵ھ میں تبادل ہوکر منصب دو ہزار پانچصدی ذ دو ہزار سوار سے سرفراز کیا گیا۔
۲۰	بیکانیری	راجہ سروپ سنگھ	ہزار پانچصدی	انوپ سنگھ کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے سروپ سنگھ کو بادشاہ نے بیکانیر کی موروثی حکومت

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				پر سرفراز فرمایا۔ یہ راجہ اپنے باپ کی زندگی میں شاہی منصب داروں میں تھا اور اپنے حسنِ خدمات سے سب کو گرویدہ کیے ہوئے تھا۔ وطن کی حکومت پر سرفراز ہونے کے بعد ہی ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی ماتحتی میں شاہی خدمات انجام دیتا رہا بادشاہ کو اس کی ذات پر بڑا بھروسہ تھا۔ سنہ [illegible]ھ میں اس کو خدمتِ خاص سپرد ہوئی۔ یہ لشکر خان فیروز جنگ سے راجہ رام پسر سیواجی بھونسلہ کے اہل و عیال کو شاہی لشکر میں لانے کے لیے مامور ہوا۔
۲۱	خاندان بوندیلہ اورچھ	راؤ سبکرن بوندیلہ پسر بھگوانداس پسر نرسنگھ دیو (قاتل ابوالفضل)	ہزاری ذات	شاہزادگی کے زمانہ کا رفیق تھا کھلنا کی تسخیر پر مامور ہوا اور اس کی دلاوری اور حسنِ تدبیر سے وہ ملک فتح ہوکر ممالکِ شاہی میں شامل ہوا۔ منصب ہزاری پر سرفراز کیا گیا۔ جنگ اجین بھوگڈھ اور کھجوہ میں عالمگیر کے رفاقت میں جانفشانیاں کیں۔ اور سرفراز ہوتا رہا۔ اس کے بعد چنپت بندیلہ کی سرکوبی پر مامور ہوا سنہ [illegible]ھ میں مرزا راجہ جے سنگھ کے ساتھ مہم سیواجی اور بیجاپور میں شریک ہوا۔ سنہ [illegible]ھ میں محمد امین خاں

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	نام ریاست	نمبر شمار
ناظم کے ہمراہ صوبہ کابل میں تعینات ہوا سنہ ۱۱ ج میں طلب ہوکر دشمنی پر مامور کیا گیا اور پھر اٹھ صوبہ کی فوجداری پر تعینات ہوا۔ سنہ ۲۰ ج میں بہادر گڈھ میں خدمات شاہی انجام دے رہا تھا کہ بیمار ہوکر وطن چلا گیا اور سنہ ۲۱ ج میں انتقال ہوا				
سنہ ۱۱ ج میں منصب دو صد پنجاہی پشاد سوار پر سرفراز ہوا۔ پھر سنہ ۲۱ ج میں پانچصد ذات پانچصد سوار کے منصب سے سرفراز ہوکر دکھن تعینات کیا گیا۔ اور دوبارہ شاہزادہ محمد اعظم کے ہمراہ دکھن گیا۔ ضلع کونکن میں اس محنت اور جانفشانی کے ساتھ کام کئے کہ منصب میں حسب سفارش حسن علی خاں عالمگیری اضافہ ہوا سنہ ۲۴ ج میں حسن خدمات کے صلہ میں ہفت صدی و ہفت صد سوار پر ترقی پائی۔ سنہ ۲۹ ج میں غازی الدین خاں فیروز جنگ کے ساتھ شاہزادہ محمد اعظم کو اپنی جان پر کھیل کر رسد پہنچائی۔ خطاب راؤ اور اضافہ منصب	سہ ہزار ذات سہ ہزار سوار	راؤ دلپت سنگھ راؤ سبکرن بوندیلہ	بوندیلہ اورچھہ	۲۲

نمبر شمار	خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سے سرفراز ہوا۔ سنہ ۳۰ ج میں اورنی (اتیاز گڈھ) کا قلعدار ہوا۔ منصب دو ہزار پانچصد ذات ہزار و پانچ صد سوار اور نقارہ مرحمت ہوا۔ سنہ ۴۴ ج میں منصب میں پچاس ہزار پانچصد سوار دو ہزار پانصد ذات کا اضافہ ہوا۔ اور سنہ ۴۹ ج میں سہ ہزار ذات و سہ ہزار سوار سے مفتخر ہوا۔ عالمگیر کے بعد محمد اعظم شاہ نے پنجہزاری منصب پر سرفراز کیا۔ اور شاہزادگان کی لڑائی میں ہراول کا سردار تھا۔ بہادری سے لڑ کر مارا گیا۔
۲۳	بوندیلہ	راجہ اندرمن پسر راجہ پہاڑ سنگھ پسر نرسنگھ دیو	پانچصد ذات چہار صد سوار (راجہ)	راجہ پہاڑ سنگھ شاہجہانی چہار ہزاری منصبدار تھے۔ سنہ ۱۰۶۴ھ میں انتقال کیا۔ اندرمن اور سجان سنگھ دو بیٹے چھوڑے۔ اندرمن بجائے اپنے باپ کے پانچصد ذات و چہار صد سوار کے منصب سے سرفراز کیا گیا۔ عہد عالمگیری میں خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر امارت کے درجہ پر پہنچا اور سنہ ۲ ج میں فوت ہوگیا
۲۴		راجہ سجان سنگھ		باپ کے مرنے کے بعد سنہ ۲۸ ج شاہجہانی میں

نمبر شمار	منصب شاہجہانی	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
		پسر راجہ پہاڑ سنگھ		اُس کا جانشین مقرر ہو کر خطاب راجگی سے موصوف ہوا۔ اور معرکہ اجین میں ہمراہ مہاراجہ کے موجود تھا لیکن موقعہ کے وقت کھسک گیا۔ سموگڈھ کے بعد دربار عالمگیری میں حاضر ہو کر موردِ نوازش ہوا۔ اور کھجوہ کی لڑائی میں جانبازی کا حق ادا کیا۔ سنہ ۴ ج میں خان خاناں (میر جملہ) کے ساتھ مہم آسام اور کوچ بہار میں متعین ہوا اور متھرا پور کی لڑائی بڑی بہادری سے لڑ کر غنیم کی فوج کو پسپا کیا۔ سنہ [illegible] ج میں سیواجی کی مہم پر دکھن متعین ہوا اور پھر مہم بیجاپور میں شریک ہوا۔ سنہ ۲۳ ج میں قلعہ سیوانہ سیواجی سے فتح کیا، اور صلہ میں فرمان تحسین مرحمت ہوا اور منصب میں اضافہ کیا گیا۔ سنہ ۲۴ ج میں شاہزادہ اکبر کے تعاقب پر مامور ہوا۔
۲۵		راجہ دیبی سنگھ پسر راجہ بھارت شاہجہانی پسر	دو ہزار پانصد ذات دو ہزار	اور راندچہ کی گدی قدیم سے راجہ دیبی سنگھ کے مورث کے قبضہ میں چلی آتی تھی، جہانگیر نے راجہ نرسنگھ دیو کو مرحمت فرمائی۔

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	منصب شاہجہانی	نمبر شمار
لیکن جب شاہجہاں کا دور آیا تو سرداری قوم بندیلہ کا منصب راجہ دیبی سنگھ کو مرحمت ہوکر اورچہ کی حکومت عطا ہوئی۔ شاہجہانی عہد میں کام کیے اور صلہ پاتے رہے کابل قندھار کے معرکوں میں شریک ہوکر نام پیدا کیا۔ اجین سے کسی وجہ سے مہاراجہ جسونت سنگھ نے ان کو قید کردیا۔ فتح کے بعد رہائی حاصل کرکے بارگاہ عالمگیری میں حاضر ہوئے اور منصب دو ہزاری ذات دو ہزار یالفد سوار سے سربلند کیے گئے سموگڑھ وغیرہ کے میدانوں میں جوہر دکھائے اور فوجداری بھیلسہ پر مامور ہوئے۔ سنہ ھ میں شمشیر خاں کے ہمراہ مہم یوسف زئی پر مامور ہوئے سنہ ۱۳ھ میں محمد امین خاں قلعہ دار کے ساتھ کابل تعینات ہوئے۔ اورنگ آباد میں چار دیواری کے باہر پچھم اور دکھن گوشہ میں راجہ کا آباد کیا ہوا پورہ ان کے نام سے مشہور ہے	پانچصد سوار	رام چند جہانگیری سنہ ھ میں اسکی صاحبزادی داخل حرم جہانگیری ہوئیں		
سنہ ۲۹ھ میں نقد انعام مرحمت ہوا۔ سنہ ۲۱ھ میں پسران چنپت بوندیلہ کی تنبیہ پر مامور ہوا۔	خلعت ونقارہ	راجہ جسونت سنگھ		۲۶

نمبر شمار	نام ریاست	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۲۷	اودے پور	رانا راج سنگھ پسر رانا جگت سنگھ پسر رانا کرن سنگھ پسر رانا امر سنگھ پسر رانا پرتاب سنگھ پسر رانا اُدے سنگھ پسر رانا سنگرام	پنجہزاری ذات پنجہزاری	رانا سنگرام کی بابر سے لڑائی ہوئی اور تیموریہ خاندان نے نمایاں فتح حاصل کی۔ اکبر نے حملہ کرکے رتن بھنور اور چتوڑ کے قلعہ فتح کئے۔ اکبر کی ڈپلومیسی نے کچھ کام نہ دیا وہ ملک فتح کرتا رہا لیکن فرمانروائے اودے پور نے سر نہ جھکانا تھا نہ جھکایا۔ ہر مرتبہ پہاڑوں میں جا چھپا۔ جہانگیری زمانہ میں شاہزادہ خرم نے نمایاں فتح حاصل کی اور راو اودے پور کے راجہ کو قابو میں لے آیا۔ رانا دربار میں کے بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ کنور جگت سنگھ دکھن میں مامور ہوئے اور رانا کرن کی وفات کے بعد منصب پنجہزاری ذات و سوار سے مفتخر ہوکر خطاب رانا سے سرفراز کئے گئے۔ سنہ ۶۲ھ میں رانا جگت سنگھ نے انتقال کیا۔ اور صاحبقران ثانی نے راج کنور کو رانا راج سنگھ کا خطاب و یکہ پنجہزاری منصب عطا فرمایا۔ اور اودے پور کی گدی پر بٹھا دیا۔ سنہ ۲۲ ج عالمگیری میں جودھپور والوں کے ساتھ رانا نے بھی بغاوت کی۔ شاہی فوجیں مامور ہوئیں۔ رانا کو پکڑ نہ سکیں وہ پہاڑوں میں جا چھپے اور شاہی فوجیں تمام ملک پر قابض ہوگئیں۔

نمبر	نام ریاست	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سنہ ۲۲ جلوس میں شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے توسل سے قصور معاف ہوا۔ منصب بحال ہوا اور ملک مفوضہ واپس کیا گیا اور اسی سال رانا نے انتقال کیا۔
۲۸	اودے پور	رانا جے سنگھ پسر رانا راج سنگھ	"	سنہ ۲۴ جلوس خلعت تعزیت مرحمت ہو کر منصب پنجہزاری پر سرفراز کیا گیا۔
۲۹	"	کنور ہندر سنگھ پسر رانا راج سنگھ	دو ہزار ذات ہزار سوار	سنہ ۲۳ جلوس میں حاضر دربار ہو کر منصبداروں میں داخل ہوئے۔ اور دکن میں سرفروشی کرتے رہے۔ سنہ ۳۵ جلوس میں سہ ہزاری ہوئے۔
۳۰		بہادر سنگھ پسر رانا راج سنگھ	ایضاً	
۳۱		کنور بہادر سنگھ		سنہ ۲۴ جلوس میں حاضر دربار ہوئے اور انعام سے مالا مال کئے گئے۔
۳۲	"	کنور پرتھی سنگھ برادر نمبر ۳۱		ایضاً
۳۳	"	راجہ بھیم سنگھ برادر راجہ جے سنگھ	پنجہزاری امیر	سنہ ۲۴ جلوس میں حاضر دربار ہوئے۔ اور سنہ ۲۵ جلوس میں دکن کی مہم میں تعینات ہوئے ہمراہ شاہزادہ محمد اعظم سنہ ۳۰ جلوس محاربات میں شریک ہوتے رہے۔ سنہ ۳۸ جلوس میں انتقال کیا۔
۳۴	سیسودیہ	راجہ رائے سنگھ سیسودیہ	پنجہزاری ذات پنجہزار سوار پانچصد دو اسپہ سہ اسپہ	رانا امر سنگھ کا پوتا تھا۔ شاہجہانی دور کا آغاز ہوا بادشاہ کو اُن کے باپ کی خدمات و رفاقت کا بہت کچھ خیال تھا رائے سنگھ اُس وقت بچہ ہی تھا۔ لیکن بیس ہزار انعام

[illegible]	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				نقارہ، خلعت، سرپیچ وغیرہ مرحمت فرما کر دو ہزاری ذات ہزار سوار سے سرفراز کیا۔ جوان ہو کر راجہ رائے سنگھ ہوا۔ یہ خدمات پر خدمات انجام دیتا تھا۔ اور قدردان بادشاہ منصب میں اضافہ کرتا رہتا تھا جنگ اُجین میں مہاراجہ جسونت سنگھ کے ساتھ موجود تھا۔ لیکن عین جنگ میں اورنگزیب کا غلبہ دیکھ کر کھسک گیا۔ سموگڑھ کی لڑائی کے بعد دربار میں حاضر ہو کر شاہی خدمات انجام دینے لگا۔ جنگ دوم داراشکوہ میں شریک ہوا۔ اور کھجوہ کی لڑائی میں بھی موجود تھا۔ عالمگیر کو اس پر پورا بھروسا تھا۔ سنہ ۸ج میں مرزا راجہ کے ہمراہ سیواجی بھونسلہ کی مہم پر تعینات ہوا سنہ ۹ج میں مہم بیجاپور میں شریک ہو کر کارگذاری کا حق ادا کیا۔ اور حسن کارگذاری کے صلہ میں منصب پنجہزاری پنجہزار سوار پانچصد سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا گیا۔ سنہ ۱۰ج میں شاہزادہ معظم کے ہمراہ دکھن تعینات ہوا۔ اور سنہ ۱۴ج میں وفات پائی

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۲۵	سیسودیہ	راجہ مان سنگھ		دربارِ عالمگیری میں حاضر ہوئے. خلعت اور منصب سے سرفراز کیے گئے.
۲۶	"	جہان سنگھ		
۲۷	"	انوپ سنگھ		
		پسران راجہ رائے سنگھ سیسودیہ		
۲۸	"	راؤ امر سنگھ چندراوت	ہزار پانصدی دہزار سوار	رائے چاندو کا پوتا اور رائے درگا داس اکبری کا پرپوتا تھا۔ ۱۲ جلوس شاہجہانی میں بجائے راجہ روپ سنگھ لاولد کے منصب اور خطاب راؤ سے سرفراز کیا گیا۔ اور شاہزادہ داراشکوہ کی سفارش سے منصب میں اضافہ ہوکر دکھن تعینات ہوا. لیکن ۱۰۶۸ھ میں شاہزادہ داراشکوہ نے جہاں اور امیروں کو واپس طلب کر لیا تھا. یہ بھی واپس لایا گیا۔ اور مہاراجہ جسونت سنگھ کے ہمراہ اُجین تعینات ہوا. شکست کے بعد اپنے وطن رام پور چلا گیا پرگنہ رام پور متصل قلعہ چتور واقع ہے جو کہ راؤ امر سنگھ کی جاگیر میں تھا۔ سموگڑھ کی لڑائی کے بعد دربار میں حاضر ہوکر مہم شجاع پر تعینات ہوا. لیکن راستہ سے

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				گھر چلدیا۔ پھر حاضر ہو کر قصور معاف کرایا اور دکن میں مامور ہو کر مرزا راجہ جے سنگھ کے ساتھ کارہائے نمایاں انجام دیتا رہا۔ سنہ ۱۱ھ میں قلعہ سالھیر کی لڑائی میں کام آیا۔
۳۹	سیسودیہ	راؤ محکم سنگھ پسر راؤ امر سنگھ	یک ہزار ذات سے ہزار پانچصدی ذات و سوار	سالھیر کی لڑائی میں باپ تو کام آئے اور لڑکا دشمنوں کے قبضہ میں آگیا۔ رہائی پاکر بہادر خاں کوکہ کے ذریعہ سے حاضر ہوا۔ اضافہ منصب اور خطاب راؤ سے سرفراز کیا گیا۔ اور آخر عمر تک وفاشعاری کے ساتھ خدمات انجام دیتا رہا۔
،	〃	راؤ گوپال سنگھ پسر راؤ محکم سنگھ	منصبدار	سنہ ۴۳ھ باپ کے مرنے کے بعد حاضر دربار ہو کر ملازمانِ شاہی میں داخل ہوا۔ خلعت مرحمت ہو کر جاگیر پرگنہ رام پور بدستور قبضہ میں رہی۔ شاہزادہ بیدار بخت کے لشکر سے بلا اجازت وطن چلا گیا اور پھر حاضر ہو کر قصور معاف کرایا۔ گولاس کی قلعداری پر مامور کیا گیا۔ دوبارہ قصور کیا معطل ہو کر طلبی ہوئی لیکن مرہٹوں سے جا ملا اور حاضر نہیں ہوا جلاوطنی کی حالت میں جان دی۔

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	نام خاندان	نمبر شمار
سنہ ۲۴ھ میں مختار خاں صوبہ دار مالوہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا، اور پرگنہ رامپور بھانپورہ جاگیر میں رہا۔ عالمگیری بساط الٹ گئی تو رانا نے اجین وغیرہ پر قبضہ کرلیا اور لڑائی میں مارا گیا۔ یہ لڑائی سارنگپور (بھوپال اجین ریلوے لائن) کے قریب سنہ ۱۱۲۲ھ میں ہوئی	منصبدار	راجہ رتن سنگھ عرف راجہ اسلام خاں پسر گوپال سنگھ	سیسودیہ	۴۱
سورج مل سیسودیہ کا لڑکا اور رانا امر سنگھ کا پوتا تھا۔ سنہ ۱۲ ج شاہجہانی میں حاضر ہوکر منصبدار ہوکر رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے سہ ہزاری منصبدار ہوگیا۔ اور سنہ ۳۱ ج میں شاہزادہ اورنگ زیب کے ہمراہ دکھن مامور ہوا لیکن شاہجہاں کی بیماری کے زمانہ میں اور امرائے متعینہ دکھن کے ہمراہ ان کو بھی شاہزادہ دارا شکوہ نے واپس طلب کرلیا سموگڈھ میں دارا شکوہ کی فوج کی ہراول تھی اور شکست کے بعد عالمگیری دربار میں حاضر ہوا۔ پھر دوم دارا شکوہ اور شجاع کے مقابلہ میں تعینات ہوا۔ امتحان میں پورا اترا تو دکھن میں مامور کیا گیا۔ سنہ ۱ ج میں خلعت	سہ ہزاری ذات سہ ہزار سوار	بیرم دیو سیسودیہ	〃	۴۲

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				مرخصت ہوکر راجہ رام سنگھ کے ہمراہ آسام تعینات ہوا اور واپسی پر سنہ ۱۲ ج میں فوجدار خاں فوجدار متھرا کے ساتھ متھرا میں تعینات ہوکر انتقال کیا۔
۴۳	خاندان راجہ باسو	راجہ راج روپ پسر راجہ جگت سنگھ	سہ ہزار پانصد ذات سہ ہزار پانصد سوار	شاہجہانی امیر تھا۔ ان کی قدیم ریاست پنجاب کے شمالی پہاڑوں میں دوآبے میں ہوئی تھی اور اکبر کی نابالغی کے زمانہ میں بیرم خاں نے اس کو فتح کر لیا تھا۔ یہاں کے راجہ دولت تیموریہ کی جاں نثاری کا دم بھرتے رہے۔ دو ایک مرتبہ قدم بھٹکا ضرور مگر فوراً سنبھل بھی گئے۔ راجہ راج روپ راجہ باسو کا پوتا اور راجہ جگت سنگھ کا بیٹا تھا۔ سنہ ۱۹ شاہجہانی میں منصب اور خطاب راجگی سے سرفراز کیا گیا۔ اور پرگنہ جموں کی خاندانی حکومت مرحمت کی گئی۔ کانگڑہ کے قریب موضع دہمڑی میں اُن کے دادا نے عالیشان قلعہ اور دیگر عمارتیں تعمیر کرا کے جہانگیر نورالدین کے نام پر نورپورہ نام رکھا تھا۔ راجہ نے بھی اپنے زمانہ میں برادرانہ کام کئے اور سہ ہزاری منصب سے سرفراز ہوئے۔ مہم قندھار

نمبر شمار	منصب شاہجہانی	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				پر مکرر شاہزادگان داراشکوہ اور عالمگیر کے ساتھ تعینات ہوا۔ سنہ ۲۵-۲۶ھ اور سنہ ۲۹ھ میں جمول چلا گیا۔ سنہ ۶۸ھ میں سموگڈھ کے بعد حسب الطلب شاہزادہ داراشکوہ کی خدمت میں نہایت ہوشیاری کے ساتھ حاضر ہوا۔ خلیل اللہ خاں کے ذریعہ سے دربار عالمگیری میں حاضر ہوکر منصب سہ ہزار و پانصدی ذات و سہ ہزار پانصدی سوار سے سرفراز ہوکر سرحد سری نگر پر متعین ہوا تاکہ شاہزادہ سلیمان شکوہ کو کوہستان سری نگر سے لائے جب داراشکوہ مہاراجہ جسونت سنگھ کا طلبیدہ نواح اجمیر میں آکر مقابل ہوا تو زبردست لڑائی ہوئی جس کی فتح کا سہرا راجہ روپ، شیخ میر، مرزا راجہ اور دلیر خاں کے سر بندھا۔ سنہ ۲ھ میں مکرر سری نگر کی مہم پر تعینات کیا گیا اور اسی کی معرفت سے شاہزادہ سلیمان شکوہ، کنور رام سنگھ کے سپرد ہوا۔ اس جلاوطنی میں راجہ سری نگر نے اپنی لڑکی کی شادی شہزادہ سلیمان شکوہ کے ساتھ کردی تھی اور

نمبر	خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				بڑی مشکل سے راجہ نے اس مہم کو سر کیا سنہ ۲۰ میں سرحد غزنین پر بجائے شہامت خاں کے تعینات ہوا۔ اور اسی سال راہی ملک بقا ہوا۔ اس کی وفات کا بادشاہ کو عرصہ تک صدمہ رہا
۴۴		راجہ پہاڑ سنگھ		راجہ جگت کا لڑکا جو باپ کے ساتھ مہم بدخشاں میں شریک تھا۔ آخر میں مسلمان ہو گیا اور بادشاہ نے مرید خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ مدتوں غوربند کی تھانہ داری پر مامور رہا۔ صاحب مآثر الامرا تحریر کرتے ہیں کہ اُس کی اولاد اُس کے وطن شاہ پور بہروپیں پر جو تاراگڈھ سے پچھم طرف واقع ہے قابض چلی آتی ہے اور ان میں جو گدی نشیں ہوتا ہے مرشد خاں کے خطاب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو امرائے ہنود در عہد مغلیہ)
۴۵	گوڑ خاندان	راجہ انروده گوڑ پسر راجہ بیٹھل داس	سہ ہزار ذات سہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ	راجہ بیٹھل داس گوڑ کا لڑکا تھا کسی زمانہ میں یہ لوگ میواڑ اور مارواڑ کے راجہ تھے لیکن جب راٹھور ٹھاکروں کا زور ہوا تو یہ وہاں سے خارج ہو کر چھوٹے چھوٹے مقامات پر قابض ہوئے۔ راجہ گوپال داس شاہجہاں کے بچپن

نمبر شمار	خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				ہی سے شاہزادگی کے زمانہ کا یار وفادار تھا جب شاہجہانی آفتاب طلوع ہوا تو اس کی بڑی مان دان ہوئی پنجہزاری امیر ہوا اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا راجہ بیٹھل داس راجہ ہوکر امیر ہوا۔ شاہی خدمات انجام دیں اور منصب پر منصب اور انعام پاتا رہا اس کا لڑکا راجہ انرودھ راجہ ہوا۔ شاہجہانی سرکار سے نقارہ علم منصب انعام و اکرام سب ہی کچھ پایا۔ اور ۲۸ سنہ ج میں رانا کی تنبیہ پر مامور کیا گیا اور سموگڈھ کے بعد عالمگیری دربار میں آیا۔ منصب بحال ہوا اور بڑی آؤ بھگت ہوئی اس لیے کہ ان کا خاندان جاں نثاری کے لیے ضرب المثل تھا شجاع کی مہم پر تعینات کیا گیا راستہ ہی میں قضا کر گیا۔
۴۶	گوڑ	ہرجس پسر راجہ بیٹھل داس	منصبدار	بڑے بھائی کو حکومت ملی اور ان کو منصب عطا ہو عہد عالمگیری میں ملازمت شاہی میں داخل ہوا اور خدمات انجام دیتا رہا۔
۴۷	"	ہیرا سنگھ نبیرۂ بیٹھل داس		بغاوت پر آمادہ ہوگیا اور سنہ ۱۰ ج میں مہم بھیجنا پڑی اور یہ مارا گیا۔

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	نام ریاست	نمبر شمار
موجودہ زمانہ کی تقسیم کے مطابق تحصیل باہ ضلع آگرہ کا کل علاقہ اور کچھ علاقہ چنبل پار ریاست گوالیار کا بھداور میں شامل ہے بھدوریہ ٹھاکر قدیم سے دلاوری اور شجاعت میں مشہور ہیں اس قوم کی بنوائی ہوئی گڑھیاں بھنڈ (ریاست گوالیار) پناہٹ (ضلع آگرہ) کچورہ (تحصیل باہ آگرہ) اور خوبصورت عمارتیں اب بھی موجود ہیں اور بلحاظ صناعی وخوبصورتی قابل دید ہیں۔ اکبر نے بدن سنگھ کو اس قوم کا سردار مقرر کر کے راجگی کے خطاب اور منصب سے سرفراز کیا اس کے بعد یکے بعد دیگرے راجہ ہوتے رہے اس خاندان نے اطاعت شعاری اور جانبازی کو اپنا ایمان بنالیا اور اکبر اعظم کے جانشینوں نے اس کو اپنے کلیجہ سے لگائے رکھا اور بڑے بڑے منصب عطا کئے۔ عہد شاہجہانی میں ہندوستان کے اندر اور باہر اپنی تلوار کے جوہر دکھلاتا رہا۔ راجہ بدن سنگھ کی وفات کے بعد ان کے لڑکے راجہ مہا سنگھ کو خطاب راجگی اور منصب سے سرفرازی بخشی گئی۔ کابل وغیرہ میں تعیناتی کے بعد ۳۱ شاہجہانی میں منصب کا اضافہ ہوا۔	ہزاری ذات ہشت صد سوار وپانچصد سوار دواسپہ سہ اسپہ	راجہ مہان سنگھ بھدوریہ	بھداور	۴۴

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	منصب شاہجہانی	نمبر شمار
۱۰۶۸ھ کی جنگ سموگڈھ میں شاہزادہ دارا شکوہ کے ساتھ تھا۔ شکست کے بعد بارگاہِ عالمگیری میں حاضر ہوا۔ اور سبھکرن بوندیلہ کے ہمراہ چمپت بوندیلہ کی مہم پر تعینات ہوا۔ ۱۰۸۰ھ میں کامل خاں کے ساتھ مہم یوسف زئی پر تعینات ہوکر موردِ تحسین و آفریں ہوکر اضافۂ منصب سے سرفراز کیا گیا۔ یہ خدمات انجام دیتا رہا اور جوہر شناس بادشاہ اس کی عزت افزائی کرتا رہا ۱۰۹۶ھ میں راہیِ ملک عدم ہوا۔ میرے محترم مولوی سعید احمد صاحب قبلہ مارہروی۔ تاریخ امرائے ہنود میں تحریر فرماتے ہیں کہ اورنگ زیب کو سموگڈھ کا قریب تر راستہ بذریعہ گھاٹ موضع گھونسلی پرگنہ باہ ضلع آگرہ اسی راجہ نے بتلایا تھا یا اس کے اشارہ سے اس کے کسی رشتہ دار نے بتلا دیا تھا اور اس طرح اورنگ زیب چنبل کو آسانی سے عبور کرکے سموگڈھ آگیا۔ اگر کہیں چنبل کے عام گھاٹ دھولپور سے عبور کرنا ہوتا تو دارا شکوہ کے راجپوت سپاہی اورنگزیب کے دانت کھٹے کردیتے۔				
راجہ جہا سنگھ کا بیٹا۔ باپ کی زندگی میں ملازمتِ شاہی میں داخل ہوگیا۔	سہ ہزاری ذات و سہ ہزار سوار	راجہ اودت سنگھ پسر جہان سنگھ	〃	۹۴

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سنہ ۲۴ھ میں قلعہ چتور کا قلعدار ہوا ۔ سنہ ۲۶ھ میں باپ کے مرنے کے بعد خطاب راجگی سے سرفراز ہو کر ارجن سنگھ ہاڈا کی سرکوبی پر مامور ہوا اور صلہ میں خلعت انعام اور اضافہ منصب سے سرفراز ہوا ۔ سنہ ۲۶ھ میں مہم بیجاپور میں شریک ہو کر اپنی تلوار کے جوہر دکھلائے ۔ سنہ ۴۷ھ میں منصب سہ ہزاری : دو ہزار سوار پر سرفراز ہو کر قلعہ سخر لنا (کھلنا) جیسے مشہور قلعہ کا قلعدار ہوا ۔ یہ انتہائی اعتبار کا بین ثبوت ہے ۔ سنہ ۳۲ھ میں اضافہ منصب کے ساتھ فوجداری ایرج پر مامور ہوا ۔ عالمگیر کے زمانہ تک زندہ رہا ۔ بڑے دبدبہ کا امیر تھا اور بادشاہ کی نظر میں بڑی توقیر اور عزت تھی ۔ جہاں مسلمان امیروں کی ریاستیں تباہ اور برباد ہوئیں یہ مشہور ریاست بھی مرہٹوں کے عروج کے زمانہ میں ختم ہو گئی لیکن ریاست کی صورت کسی قدر قایم ہے ۔ برٹش گورنمنٹ نے کچھ مواضعات معافی میں دے رکھے تھے اور کچھ نقد عطا ہوا ۔ مل ملا کر قریب ایک لاکھ سالانہ آمدنی ہے ۔ موضع نوگواں تحصیل باہ صدر مقام ہے
۵۰	بہدا ور	راجہ کلیان سنگھ	نوصدی ذات	سنہ ۴۸ھ میں منصب میں اضافہ ہوا

نمبر شمار	جائے حکومت	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
		بھداور	شش صد سوار	
۵۱	مرہٹہ	سنبھاجی پسر سیواجی بھونسلہ	شش ہزاری شش ہزار سوار	سنہ ؟ھ میں پنجہزاری ذات پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ۔ سنہ ۱۸ھ میں ترقی منصب ہوئی۔ ۸۰ لاکھ انعام خلعت ونقارہ سے سرفراز ہوئے۔
۵۲	"	سھو داماد سیواجی	سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار	مسلمان ہوکر محمد قلیخاں ہوئے اور شاہی خدمات بجا لاتے رہے۔
۵۳	"	کیرت سنگھ بھورتیہ بیکانیری	انعام وخلعت	سنہ ۱۱ھ میں راجہ رام سنگھ کے ہمراہ مہم آسام میں تعینات ہوکر خلعت سے سرفراز ہوئے۔
۵۴	"	رگھا مرہٹہ	انعام وخلعت	ایضاً
۵۵	بھورتیہ	رگھوناتھ سنگھ بھورتیہ	منصب ہزاری ذات سہ صد سوار	سنہ ۱۲ھ میں منصب میں ترقی ہوکر جمدہر قیمتی ایک ہزار انعام میں مرحمت ہوا۔ مہم آسام میں نمایاں خدمت انجام دیتے تھے۔
۵۶	جودھپور	کنور بھوپت سنگھ پسر جسونت سنگھ	خلعت	سنہ ۱۴ھ میں خلعت مرحمت ہوا۔
۵۷		کیسر سنگھ برادر راجہ رام سنگھ	"	ایضاً
۵۸		رائے لال چند	دیوان خالصہ	سنہ ۱۷ھ میں تشخیص مالگزاری وتصفیہ مقدمات کے واسطے کابل تعینات ہوئے۔
۵۹		بکرم سنگھ گوالیری	دو ہزار پانصد ذات	سنہ ۱۸ھ میں خلعت مرحمت ہوکر جمدہر مرصع اسپ با ساز طلا انعام میں مرحمت ہوکر قلعداری گوالیار پر مامور کئے گئے۔ یہ اُس زمانہ میں بڑی

نمبر شمار	خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				ذمہ داری کا عہدہ تھا۔ اس لیے کہ گوالیار کا قلعہ وہ جگہ تھی جہاں خاندان شاہی کے شاہزادے معتوب ہو کر نظر بند کیے جاتے تھے۔
۶۰		رگھو داس جھالا	ہفت صدی ذات پانصد سوار	سنہ ۱۸ ج میں حاضر دربار ہو کر منصب سے سرفراز کیے گئے۔ ابتدا میں مہاراجہ اودے پور کی سرکار میں ملازم تھے۔
۶۱	سیسودیہ	گردھر داس		ملازمتِ شاہی میں داخل ہو کر دہلی میں تعینات ہوئے سنہ ۱۷ ج میں حسن پاشا حاکم بصرہ کے استقبال کے انتظام میں لاہوری دروازہ پر دوسرے امیر سے جھگڑا ہو گیا تلوار چلی۔ اور یہ کام آئے۔
۶۲	گوڑ	منوہر داس گوڑ	پانصدی ذات دو صد سوار	سنہ ۱۰۸۰ھ میں خطاب راجگی سے سرفراز ہوئے قلعدار شولاپور رہے۔ دیکھئے دکھن میں مرہٹوں اور دیگر مسلمان بادشاہوں سے معرکہ آرائیاں ہو رہی تھیں۔ اور راجہ صاحب شولاپور اسی قلعہ کے قلعدار تھے اور اعتبار کرنا کس کو کہتے ہیں۔
۶۳		چیاجی ملازم راجہ سنبھاجی	خلعت عطا ہوا	سنہ ۲۵ ج میں۔
۶۴		جسونت راؤ دکھنی	منصب چہار ہزاری چہار ہزار سوار	منصب سنہ ۲۵ ج میں عطا ہوا۔ سنہ ۲۸ ج میں خلعت مرحمت ہوا۔
۶۵		جگدیو رائے پسر جادوں رائے		سنہ ۲۵ ج میں حاضرِ دربار ہوئے۔

نمبر شمار	نمبر [illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۶۶		ہری سنگہ برادر جری سنگہ زمیندار دیوان گڈھ	خلعت مرحمت ہوا	سنہ ۲۵ ج میں حاضر دربار ہوئے۔
۶۷		تلوک چند رائے رایان	منصب صد ذات ہفت صد سوار	شاہزادہ محمد اعظم کی سرکار میں دیوان تھے سنہ ۲۹ ج میں خطاب رائے رایان مرحمت ہوا۔ سنہ ۲۹ ج ہی میں فوت ہوئے۔ پہاڑ سنگہ گوڑ کی بغاوت نواح اجین میں فرو کی۔ اور منصبدار ہو کر رائے رایان کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔
۶۸		ارجوجی عمو زاد برادر بھنساجی مہاراج	دو ہزاری ذات ایک ہزار سوار	سنہ ۲۸ ج میں خلعت واسپ مرحمت ہو کر منصب سے سرفراز ہوئے۔
۶۹		اوچلاجی داماد سیواجی	پنجہزاری ذات دو ہزار سوار	سنہ ۲۹ ج میں خلعت علم۔ نقارہ۔ اور پہونچی مرصع اور فیل عطا ہو کر منصب سے سرفراز کیا گیا۔
۷۰		ابوجی قلعدار ساٹھیر	دو ہزاری و ہزار سوار	سنہ ۳۰ ج میں حاضر دربار ہوا خلعت علم طوغ نقارہ۔ اسپ و فیل اور بیس ہزار انعام نقد مرحمت ہو کر منصب پر سرفراز کیا گیا۔
۷۱		ایماجی	خلعت فیل عطا ہوا	
۷۲		لکھوجی	ایضاً	
۷۳		محکم سنگہ چندراوت	خلعت و انعام	سنہ ۲۹ ج میں خلعت و انعام عطا ہوا۔
۷۴		بالوجی کھوریرا		سنہ ۳۰ ج میں منصب میں اضافہ ہو کر خلعت و انعام مرحمت ہوا۔ فتح بیجاپور میں نمایاں کام کئے۔

نمبر شمار	منصب شاہجہانی	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۷۵		مانکوجی دکھنی	دو ہزاری ذات ہزار سوار	سنہ ۳۰ھ میں حاضر دربار ہوا اور سنہ ۳۱ھ میں منصب عطا ہوا۔
		محمدی راج پسر جسونت سنگھ	منصبدار	۱۳ سال منصبدار تھا۔ طاعون میں موت ہوئی تاریخ طاعون (قیامت بود یا شور بابود) خلعت علم نقارہ وغیرہ سب ہی کچھ ان کو مرحمت ہوا تھا۔ ۱۰۹۹ھ
۷۶		راجہ ساہوجی پسر مہاراجہ سنبھاجی بھونسلہ	ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار	سنہ ۱۱۰۱ھ میں سات برس کی عمر تھی اپنے باپ سنبھاجی کے ساتھ قید ہو کر دربار عالمگیری میں پیش ہوا۔ منصب ہفت ہزاری ذات۔ ہفت ہزار سوار سے سرفراز ہوا اور خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر خلعت۔ جمدھر مرصع۔ اسپ و فیل اور علم۔ نقارہ مرحمت ہوا۔ اور اس کی سرکار کے لیے دیوان و بخشی علیحدہ مقرر کیے گئے۔ نواب ذوالفقار خاں نصرت جنگ کو اتالیق مقرر کیا گیا منصب کی تنخواہ کے مطابق زرخیز پرگنے جاگیر میں مرحمت ہوئے۔ اور احاطۂ گلال باڑی میں (جہاں شاہی خیمہ نصب ہوتے تھے) اس کی ماں اور دادی کے ڈیرے نصب کرائے گئے۔ مرتے دم تک عالمگیر نے اس کے ساتھ وہی برتاؤ رکھا جو شاہزادگان تیموریہ کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ سنہ ۴۷ھ میں خلعت اور سونے کی پہنچی جس میں

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	سن جلوس	نمبر
الماس جڑے ہوئے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں جڑاؤ اور جمدھر اور اسپ معہ زین طلا کے عطا ہوا۔ ۱۰۸۴ھ میں بہادر جی کی لڑکی سے نہایت دھوم دھام کے ساتھ شادی کردی۔ سرپیچ میناکار اور جیغہ مرصع قیمتی دس ہزار روپیہ کا مرحمت ہوا۔ ۱۱۱۷ھ میں اپنے اتالیق کے ساتھ قلعہ بخشندہ کی تسخیر پر متعین ہوا۔ اور اسی سال بادشاہ نے انتقال کیا اور مہاراجہ ساہوجی کو شاہزادہ محمد اعظم نے مطلق العنان کردیا۔ راجہ ساہوجی احمد آباد پہنچا۔ جہاں عالمگیر نے انتقال کیا تھا اور محتاجوں کو کھانا تقسیم کیا اور پھر خلد آباد جاکر مزار پر حاضر ہوا اور بہت کچھ خیرات کی کھانا پکوا کر فاتحہ دلایا۔ دیکھو عالمگیر نے بھی وہی برتاؤ کیا جو اس کے آبا و اجداد مغلوب دشمن کے ساتھ کرتے آئے تھے جو فیاضانہ برتاؤ کیا گیا اُس کی نظیر ہندوستان کیا۔ بلکہ دنیا کی تمام تاریخیں پیش کرنے سے عاری ہیں دیکھو سات سال کی عمر سے عالمگیر کے قریب رہا لیکن اُس نے اس کو مسلمان نہیں کرلیا۔ بلکہ ہندو ہی رہنے دیا۔ اور وہ برتاؤ کیا کہ راجہ ساہوجی نے ایصال ثواب کے لحاظ سے اُس کی مزار پر				

نمبر شمار	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				حاضر ہو کر فقیروں اور غریبوں کو فاتحہ دلا کر کھانا تقسیم کیا۔
۷۸ ۷۹		مدن سنگھ اودے سنگھ	پسران بھاجی منصبدار	سنہ ۳۳ جلوس میں اپنے بھائی۔ ماں اور دادی کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے اور اعزاز کے ساتھ گلال باڑی میں ٹھہرائے گئے۔ منصب سے سرفراز ہوئے۔ انعام و خلعت۔ اسپ با ساز طلا۔ انگشتری مرصع انعام میں عطا ہوئے سب کے واسطے علیحدہ علیحدہ منصب اور وظیفے مقرر کر کے قلعۂ دولت آباد میں رہنے کا حکم دیا اور سب کی سرکار کے لیے علیحدہ علیحدہ متصدی مقرر ہوئے۔ یہ عالمگیری برتاؤ تھا۔ لیکن اس کا معاوضہ کیا ملا۔ پڑھو اور غور کرو کہ عالمگیر کی اولاد کے ساتھ آخر میں کیسا برتاؤ کیا گیا۔
۸۰		رائے مرلیدھر لوان سرکار شائستہ خان		خلعت ماتم مرحمت ہو کر نقد انعام سے سرفراز کئے گئے اور سنہ ۳۸ جلوس میں ملازمان شاہی میں داخل ہوئے
۸۱		راجچندر بھانہ دار گھاٹون	دو ہزاری پانصد ذات سوار دو اسپہ سہ اسپہ سہ ہزاری	سنہ ۴۰ جلوس میں دو ہزاری اور سنہ ۴۳ جلوس میں سہ ہزاری پر ترقی پائی۔
۸۲		دوندی راؤ	ہزار و پانصدی ذات	سنہ ۴۴ جلوس میں تربیت خاں کے توسل سے ملازمت شاہی میں داخل ہو کر منصب مذکور پر سرفراز ہوا۔
۸۳		پرتل		کل ممالک کے وقائع نگاروں کا افسر تھا۔

نمبر	[illegible]	نام راجه	منصب عالمگیری	خدمات
				سنہ ۴۲ جمیں فوت ہوا۔ اس کے لڑکے بھولا ناتھ کا عالمگیر کے مزاج میں دخل تھا۔ اور مزاجداں بھی تھا۔ آخر میں مسلمان ہوکر اخلاص کیش کے نام سے مشہور ہوا۔ اور بجائے باپ کے مقرر ہوا۔
۸۴		درگا داس راٹھور	سہ ہزارہ دوہزار سوار	مہاراجہ جسونت سنگھ جودھپور کی سرکار میں ملازم تھا اور اُن کے مرنے کے بعد اپنی چرب زبانی سے تمام راجپوتوں کو بادشاہ کے خلاف بھڑکا کر شاہزادہ اکبر کو بادشاہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور جب فتنہ فرو ہوا تو اکبر کے نوزائیدہ بچے بلند اختر کو لیکر پہاڑوں میں چلا گیا۔ سنہ ۴۲ جمیں شجاعت خاں صوبہ دار گجرات کے توسل سے ہاتھ بندھے ہوئے دربار میں حاضر ہوا خطا بخش اور عفو پذیر بادشاہ نے قصور معاف کرکے ملازمان شاہی میں داخل کیا خلعت وجمدھر مرصع عطا کرکے منصب سے سرفراز فرمایا۔ سنہ ۴۹ جمیں شاہزادہ محمد اعظم کی فوج سے بلا اجازت چلا گیا۔ لیکن واپس آکر معافی چاہی اور قصور معاف ہوا۔
۸۵		سیوا قلیہ	شش ہزاری پنجہزار سوار	سنہ ۴۲ جمیں منعم خاں کے ذریعہ سے ملازمت شاہی میں داخل ہوکر خلعت منصب اور علم

نمبر شمار	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سے سرفراز کیا گیا۔
۸۶		بھاگو بنجارہ	پنجہزاری ذات چہار ہزار سوار	مرہٹوں سے ساز کرکے سنہ ۴۲ھ میں بھاگ گیا اور سنہ ۴۶ھ میں حاضر ہوکر قصور کا اعتراف کرکے ملتجی ہوا قصور معاف ہوکر منصب بحال کیا گیا۔
۸۷		سوبھان	پنجہزاری ذات دو ہزار سوار	سنہ ۴۳ھ میں منصب سے سرفراز ہوکر علم و نقارہ خلعت و انعام سے سرفراز کیا گیا۔
۸۸		ولیت رام	منصبدار	سنہ ۴۴ھ میں خلعت انعام اور منصب سے سرفراز کیا گیا۔
۸۹		بنداجی سیواجی بھونسلا کا چچازاد بھائی	سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار	تھانہ داری بدیا نچگاؤں پر منصب دو ہزار پانصد پر مامور تھا سنہ ۴۴ھ میں منصب میں ترقی ہوئی۔ دکھن میں نمایاں خدمات انجام دیں۔
۹۰		ستر سال بوندیلہ		سنہ ۴۸ھ
۹۱		کانھوجی	شش ہزاری ذات شش ہزار سوار	سنہ ۴۹ھ میں منصب میں ترقی ہوئی ملازمان شاہی سے تھا۔ دکھن کی مہم میں شاہی فوج کے ساتھ غنیم پر شیرانہ حملے صفیں درہم برہم کیا کرتا تھا۔
۹۲		پسران مان سنگھ	۵۰۰ صدی	سنہ ۴۹ھ میں دربار میں حاضر ہوکر منصبدار ہوئے اور کام کرتے رہے۔ لیکن قدردان بادشاہ نے رحلت کی۔ پھر ان کی قدر نہ ہوئی۔ جس کا جلد ہر سینگ سمایا چلدیا۔
۹۳		مکند سکھ	۵۰۰ ذات	نصرت آباد کا ناظم تھا اور سنہ ۵۰ھ میں منصب

نمبر شمار	نمبر جلد	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سہ ہزار ذات وسہ ہزار سوار سے سرفراز ہوا۔
۹۴		شیو سنگ	دو ہزار ذات وہ سو سوار	سنہ ۵ جلوس میں قلعداری وفوجداری راٹھیری سے قلعدار جالنہ ہوا۔ اور منصب میں ترقی ہوئی اولاً منصب ہزاری تھا اور رفتہ رفتہ دو ہزاری ہوگیا۔
۹۵		پرتھی سنگھ راٹھور		سنہ ۵ جلوس خلعت کے ساتھ دو ہزار روپیہ نقد انعام مرحمت ہوا
۹۶		عالم سنگھ زمیندار	خلعت وخطاب راجگی	اجین کا زمیندار تھا اور معرکۂ اجین میں شریک تھا۔ فتح کے بعد اس کو خطاب راجگی سے سرفراز کیا گیا اور صوبۂ اجین کی حکومت پر سرفراز ہو کر انعام وخلعت وغیرہ مرحمت ہوا۔
۹۷		راجہ کلیان بہدوریہ		
۹۸		مان سنگھ ہاڈا		ایام شہزادگی کے ملازم تھے اور معرکہ سموگڈھ میں حق نمک ادا کر کے جان دی۔
۹۹		منشی ہرراے		سب سے بڑے تجارتی شہر سورت کے ناظم تھے اور سید سعد اللہ بزرگ سے ان کو خاص عقیدت تھی
۱۰۰		مالوجی بھونسلہ	منصبدار پنجہزاری	مالوجی اور پرسوجی حمایت خاں کے ذریعہ سے دربار شاہجہانی میں حاضر ہوئے اور ان کا چھوٹا بھائی کھیلوجی دولت نظامیہ سے مل گیا پرسوجی دکھن میں شاہزادہ اورنگ زیب کے ساتھ مامور ہوا لیکن شاہزادہ دارا شکوہ کے اشارہ سے دربار چلا آیا۔ اجین اور سموگڈھ میں عالمگیر

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	[illegible]	نمبر شمار
کے خلاف لڑا اور پھر دربار عالمگیری میں حاضر ہو کر ندامت کا اظہار کیا۔ قصور معاف ہوا منصب بحال کیا گیا۔ مالوجی اور پرسوجی کی تیس اور بیس ہزار سالانہ پنشن ہوگئی۔ ۱۱۰۷ھ میں انتقال کیا نہایت لائق اور خلیق تھا۔ اس کا آباد کیا ہوا پورہ مالوجی حیدرآباد میں ہے۔				
۲۰ سنہ ج میں خلعت کے ساتھ دو ہزار نقد انعام بھی مرحمت ہوا۔		راج سنگھ راٹھور		۱۰۱
بریلی کے ناظم تھے ۱۲ سنہ ج میں صوبہ بنگال میں تعینات ہوئے۔	ناظم بریلی	رائے مکرند		۱۰۲
۲۰ سنہ ج میں غوربند کا تھانہ دار تھا۔	تھانہ دار غور	راجہ ان دھاتا		۱۰۳
۲۱ سنہ ج میں چنپت بوندیلہ کی سرکوبی پر مامور ہوا۔ اور ۲۹ سنہ ج میں خلعت کے ساتھ فیل اور نقارہ مرحمت ہوا۔	خلعت و نقارہ	راجہ جسونت سنگھ بوندیلہ		۱۰۴
اودچہ کا زمیندار ۳۳ سنہ ج میں خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر منصب ہزار و پانصدی سے سرفراز ہوا ۳۶ سنہ ج میں دو ہزار پانصدی ہزار و پانصد سوار سے سربلند ہو کر ایرچ کی فوجداری پر مامور ہوا	دو ہزار پانصدی ذات ہزار پانصد سوار	راجہ اودت سنگھ		۱۰۵
جموں کا راجہ تھا شاہزادہ سلیمان شکوہ		پرتھی سنگھ		۱۰۶

[illegible]	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				نے اس کے ملک میں پناہ لی اور اسی جلاوطنی میں راجہ نے اپنی نور دیدہ شہزادہ کے عقد میں دی (صفحہ ۲۳۱ پروفیسر سرکار جلد دوم) اولاً شاہزادہ کو حوالہ کرنے سے انکار کیا لیکن ان کا لڑکا منڈی سنگھ اور درباری مل گئے اور انھوں نے شاہزادہ کو حوالہ کر دیا۔ اور ملازمت شاہی میں داخل ہوئے۔ ۱۰۷۱ھ میں ہمراہ لودی خاں کابل تعینات ہوئے۔
۱۰۷		راجہ امر سنگھ نروری	ہزار پانصدی ذات ہزار سوار (شاہجہانی)	قلعدار نرور اور پھر جاگیردار ہوگئے۔ ۱۰۷۴ھ۔
۱۰۸		انی رائے پنڈت	دو ہزاری ذات ہزار سوار	صدر دفتر کے صیغۂ حساب و تنخواہ کا دیوان اعلیٰ (اکاونٹنٹ جنرل) مقرر ہوا۔ شاہزادوں اور عالیشان امرا سے لیکر سپاہی تک سب کی تنخواہ کا حساب کتاب اس کے ذمہ تھا۔ لوگ رعایت چاہتے تھے مگر پنڈت جی نے رعایت کا سبق نہیں پڑھا تھا۔ اس لیے لوگ سخت الفاظ لکھ کر کلیجہ ٹھنڈا کرتے تھے۔ عالمگیر کے مشہور و معروف معتمد علیہ امیر نعمت خاں عالی بھی کسی معاملہ پر ناراض ہوگئے اور ہجو لکھ ماری۔ ملاحظہ ہوں چند شعر:۔ اے رائے چوں کنم کہ انی رائی شد سقط ابن عم مرا ز سوہر متحو خواب کرد

نمبر شمار	نمبر جلد	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				آں ورق ہا د قیان تماپیل ÷ مار اچہ فیل مند حساب و کتاب کرد یارب نصیب ہیچ مسلمان نگر مباد ÷ ظالمیکہ آں برہمن خانہ خراب کرد تحقیق داں کہ آں خر عیسیٰ نمرد است ÷ در سایہ رسید علف خورد و خواب کرد
۱۰۹		راجہ رام داس نرودری	منصب ہزاری سہ صد ذات	شاہجہانی دور میں خدمات انجام دیں۔ جب عالمگیر سریر آرائے سلطنت ہوا تو راجہ سنہ ۱ ھ میں شاہزادہ محمد سلطان کے ہمراہ مہم شجاع پر مامور ہوا۔ اور مہم آسام پر بھی تعینات ہوا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر شمشیر خاں کے ہمراہ مہم افغانہ پر تعینات ہوا اور کامیاب ہو کر منصب سے مفتخر کیا گیا۔
۱۱۰		چودہری ناتھ رائے مورث اعلیٰ بہادر راجہ برج نرائن رائے رئیس پڈرونہ	رئیس پڈرونہ ضلع گورکھپور	سنہ ۹ ھ میں سند مشعر معافی اُن رسوم کے لیے عطا ہوئی جن کی ادائیگی چودھری صاحب کو رنجیدہ رکھتی تھی (ملاحظہ ہو سند دستخطی اسحاق خاں ناظم فرید محی الدین محمد اورنگزیب بادشاہ غازی) ا ذیقعدہ سنہ ھ میں اُن کو دوسری سند عطا ہوئی جس کے ذریعہ سے اُن کی حکومت پرگنہ سدھوا (سرکار جونپور) میں منتقل ہو گئی (ملاحظہ ہو سند موجودہ دفتر ریاست پڈرونہ) ۲۵ شوال سنہ ۲۱ ھ سند نانکار عطا ہوئی۔ (ملاحظہ ہو اصل سند) ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۱۰۸۲ھ کو دوسری سند بابتہ عطیہ نان

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	[illegible]	[illegible]
کارمرحمت ہوئی تفصیل مواضعات کے لیے ملاحظہ ہو اصل سند موجودہ دفتر ریاست۔ ۵ ار رمضان سنہ ۲۵ ج۔ چار مو ضعوں میں نان کار مرحمت ہو کر سند عنایت ہوئی۔ ملاحظہ ہو پروانہ دستخطی فضل بن عائل بندہ درگاہ عالمگیری۔ ۲ ربیع الثانی سنہ ۳۹ ج سند دستخطی ابوالفتح معتقد بادشاہ عالمگیر غازی صوبہ دار چکلہ معظم آباد عرف گورکھپور مشعر عطائے نان کار۔ اس مرتبہ موضع بانسی و ۲۳ دیگر مواضعات کی سند مرحمت ہوکر نان کار عطا ہوئی۔ ۲۲ ربیع الاول سنہ ۳۹ میں پروانہ دستخطی ابوالفتح مشعر عطائے نان کار۔ اس مرتبہ ۱۶۴ امواضعات میں نان کار مرحمت ہوئی۔ ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۴۶ ج دستخطی محمد قاسم فدوی بادشاہ تپہ دانڈ و پرگنہ سدھوہ جو بیاجو چودھری نابھ رائے کا قدیم اور آبائی موضع تھا۔ اُس کی سند مرحمت ہوئی پانڈے موہن لال سرکاری ملازم سے چودھری صاحب کی نقیض ہوگئی تھی۔ اور یہ موضع نکل گیا تھا اس لیے مکرر عطا ہوکر سند عطا ہوئی۔ چودھری ناتھو رام کو بادشاہ کی قدمبوسی کا اشتیاق ہوا اور بمقام اجمیر حاضر ہوکر اس نعمت سے سرفراز کیے گئے اور فرمان مرحمت ہوا۔ جو درحقیقت فخر خاندان ہے۔				

(۱۴) فہرست صوبجات مع آمدنی

(ماخوذ از "اورنگ زیب" صفحہ ۱۰۳-۱۰۵)

(ناظرین بھول نہ جائیں کہ عہدِ عالمگیری میں مسکرات کی کوئی آمدنی نہ تھی)

نمبر شمار	نام صوبہ	آمدنی
۱	الہ آباد	ایک کروڑ چودہ لاکھ تیرہ ہزار پانچسو چھیتر روپیہ
۲	آگرہ	۲ کروڑ پچاسن لاکھ چوالیس ہزار تین روپیہ
۳	اودھ	اسّی لاکھ بتیس ہزار نوسو ستائیس روپیہ
۴	اجمیر شریف	ایک کروڑ ترسٹھ لاکھ آٹھ ہزار سات سو اٹھائیس روپیہ
۵	گجرات	ایک کروڑ تیرہ لاکھ اڑسٹھ ہزار سات سو اٹھائیس روپیہ
۶	بہار شریف	ایک کروڑ سترہ لاکھ نو ہزار پانچسو پچیس روپیہ
۷	بنگال	ایک کروڑ اکتیس لاکھ پندرہ ہزار نوسو چھ روپیہ
۸	دہلی	تین کروڑ تیس لاکھ تین ہزار سات سو ترپن روپیہ
۹	کابل	چالیس لاکھ چھپن ہزار نوسو تراسی روپیہ
۱۰	لاہور	دو کروڑ چوبیس لاکھ ترپن ہزار تین سو دو روپیہ
۱۱	ملتان	ترپن لاکھ ستاون ہزار پانچسو روپیہ
۱۲	مالوا	ایک کروڑ ننانوے ہزار پانچسو روپیہ
۱۳	برار	دو کروڑ بہتر لاکھ ترانوے ہزار ایک سو اکتیس روپیہ
۱۴	خاندیس	ایک کروڑ اڑتالیس لاکھ تیس ہزار تین سو آٹھ روپیہ

نمبر شمار	نام صوبہ	آمدنی
۱۵	احمد نگر و دولت آباد	تین کروڑ پچاس لاکھ اکہتر ہزار ایک سو انیس روپیہ
۱۶	ٹھٹھ	تیرہ لاکھ بیس ہزار چار سو بیس روپیہ
۱۷	کشمیر	ستاون لاکھ ستائیس ہزار پانچسو نو روپیہ
۱۸	اُڑیسہ	پینتیس لاکھ اٹھاون ہزار پچیس روپیہ
۱۹	تلنگانہ حیدرآباد و گولکنڈہ	دو کروڑ تہتر لاکھ تراسی ہزار دو سو روپیہ
۲۰	بیدر	ایک کروڑ بتیس لاکھ اڑسٹھ ہزار پانچسو اٹھاون روپیہ
۲۱	بیجاپور	پانچ کروڑ ترسٹھ لاکھ ستر ہزار چھ سو اکہتر روپیہ
	میزان کل آمدنی اراضی	بتیس کروڑ چونسٹھ لاکھ چودہ ہزار تین سو اٹھاون روپیہ
	کل آمدنی	اسّی کروڑ روپیہ۔

(۱۵) اصلاحات

۱۔ ہر صوبہ اور حکام کے صدر مقامات پر وکیل سرکار مقرر کئے گئے تاکہ وہ دعوے کی صورت میں سلطنت کی جانب سے عدالتوں میں پیروی کریں۔

۲۔ کابل سے اورنگ آباد تک۔ آگرہ کے راستہ پر ہر ایک منزل پر سرائیں بنوائیں جس کے اخراجات خزانہ شاہی سے ملتے تھے۔ کھانا پکانے کے برتن بھی سرکاری ہوتے تھے۔

۳۔ اِس کے پہلے بادشاہوں نے جو مکانات اسی طرح کے عام راستوں کے سوا دوسرے راستوں پر بنائے تھے اُن کی مرمت کرانا تھا۔ چھوٹے چھوٹے دریاؤں

پر پل باندھے اور بڑے دریاؤں سے عبور کرنے کے لیے کشتیاں مہیا کر دیں۔

۴۔ بڑے اور چھوٹے شہروں میں مدرسے جاری کیے طالبعلموں کے لیے وظائف مقرر کیے اور کتب خانے قائم کیے۔

۵۔ غریبوں اور لولے لنگڑوں کے لیے جابجا سرکاری غریب خانہ اور مطب کھولے۔

۶۔ سرکاری طور سے سڑک پر تین تین کوس کے فاصلہ پر ہرکاروں کی چوکیاں قائم تھیں۔ جہاں ہرکارہ رہتا تھا۔ اس لیے چٹھیاں اکثر حصۂ ملک میں جلد پہنچتی تھیں۔

۷۔ مسجدوں اور مندروں کے لیے اراضی وقف کی۔

۸۔ پرچہ نویسی کا محکمہ جاری کیا اور وقائع نویس تمام ممالک محروسہ میں مقرر کیے جو مقامی حکام کے نقل و حرکت کی بھی برابر خبریں دیا کرتے تھے۔

۹۔ عالمگیر خود ہر روز کچہری میں اجلاس کرتا تھا اور ایسی ہی پابندی ہر افسر کے لیے تھی۔

۱۰۔ ستی کی رسم کسی عام قانون کے ذریعہ سے نہیں روکی۔ لیکن رکاوٹیں ضرور پیدا کر دیں مثلاً بغیر صوبہ دار کی اجازت کے کوئی عورت ستی نہیں ہو سکتی تھی اور صوبہ دار کے لیے لازم تھا کہ عورت کو لالچ دے اور دیگر ذرائع سے باز رکھے اور اگر اس پر بھی اُس کا اصرار ہو تو حکم تھا کہ صوبہ دار اپنی مستورات کے ذریعہ سے اُس عورت پر اثر ڈالے۔ جب سب تدبیریں بیکار ثابت ہوتی تھیں تو ناچار صوبہ دار اجازت دیتا تھا۔

۱۱۔ خنثیٰ کیے جانے کی بری رسم کو شاہی فرامین کی مدد سے روک دیا گیا۔

۱۲۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کے فیصلہ کے لیے دو جداحاکم ہوتے تھے

اور کوتوال فوجداری و پولیس کا افسر تھا۔

عالمگیر کے زمانہ میں بھی صوبہ دار کو نیچے درجہ کے خطابات عطا کرنے کا اختیار تھا اور بشرط منظوری عالمگیر وہ جاگیر بھی دینے کا اختیار رکھتا تھا۔ کل افسران سول اور ملٹری کو مقرر اور برخاست کر سکتا تھا سوائے اُن افسران کے جو شاہی فرمان کے ذریعہ سے مقرر ہوئے تھے لیکن ان کے معطل کرنے کا صوبہ دار کو اختیار تھا۔ دیوان کی مدد سے اراضی اجارہ پر دے سکتا تھا لیکن محصول کے جمع کرنے کا اُس کو اختیار نہ تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُس کو اپنے صوبہ میں پورا اختیار تھا جن میں چند ایسے تھے جن کو شاہی منظوری کے بعد عمل میں لاتا تھا۔ صوبہ دار کی نگرانی میں کام ہوا کرتا تھا دوسرے درجہ پر دیوان کا عہدہ تھا جس کی تقرری خاص شاہی فرمان سے ہوتی تھی۔ صوبہ میں وہ مال کا اعلیٰ افسر تھا۔ صوبہ دار کے حسابات کی جانچ پڑتال اُس کے متعلق تھی اور اُس کو اختیار تھا کہ خاص وجوہ کی بنیاد پر کسی خاص خرچ کے لیے روپیہ نہ دے۔ دیوان براہِ راست وزیر سلطنت کی نگرانی میں کام کرتا تھا۔

محکمہ اپیل کے کل جج۔ شاہی فرمان کے ذریعہ سے مقرر ہوتے تھے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ عالمگیر تمام باتوں کے موجد تھے بلکہ یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ باوجود فوج کشی اور ملک گیری کے عالمگیر اپنی رعایا اور ملک کی بھلائی کو بھولے ہوئے نہ تھے۔ پُرانے قانون میں جہاں اصلاح کی ضرورت تھی اصلاح کے بعد برقرار رکھا اور جہاں کوئی دستور یا قاعدہ نہ تھا فوراً اُس کی کو پورا کیا۔

سلطان بک ڈپو۔ چارمینار حیدرآباد دکن

مطبوعہ

انتظامی پریس نظام شاہی روڈ